سلسلہ ادراک و قتل دجال باب الد حصہ چہارم

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

دنیا کے تمام ادیان، مذاہب، فرقوں، گروہوں، تنظیموں، جماعتوں وغیرہ کی جڑیں کاٹ کر رکھ دینے والی، علماء کے نام پر نبوت کے دعویداروں، اللہ کی طرف دعوت کے لبادے میں جہنم کی طرف دعوت دینے والوں کا دجل چاک کر دینے والی کتاب۔ اس کے علاوہ ایسے ایسے حقائق وانکشافات جو دہلا کر رکھ دیں۔

خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق۔

تالیف: ابو مصعب الخراسانی الشامی

شائع کردہ: ادارہ نشر و اشاعت الانفال میڈیا سنٹر الخلافہ الاسلامیہ

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

ضروری اعلان۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

کتاب کا دنیاوی نفع کے حصول کے لیے اور کسی بھی منفی مقصد کے حصول کی خاطر کسی قسم کے استعمال کی اجازت نہیں خلاف ورزی کرنے والے سے ہم مکمل برأت کا اظہار کرتے ہیں اور معاملہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ البتہ خالص اللہ کی رضا کے حصول اور دنیا میں دین کے قیام کی خاطر کتاب کے ہر قسم کے مثبت مقاصد کی خاطر استعمال کی مکمل اجازت ہے۔ نیز اس کتاب سمیت ابومصعب الخراسانی الشامی کی تمام کتب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کی بھی مکمل اجازت ہے۔

سلسلہ ادراک و قتل دجال باب لد سے حصہ چہارم

نام کتاب. ✍ دجال، فتنہ دجال، یاجوج اور ماجوج

مکمل کتاب. ✍ چھ حصے

اصل متن. ✍ اردو

ازقلم. ✍ ابو مصعب الخراسانی الشامی

پروف ریڈنگ و معاونین. ✍ [ابو ھابیل الخراسانی الشامی / ابو اُسامہ الخرسانی الشامی]

صفحات. ✍ ۱۹۲. ۵۸۵ سے ۷۷۵ تک

کمپوزنگ. ✍ عبد الرحمٰن الھندی

گرافکس ڈیزائیننگ. ✍ ابراھیم صدیق

ایڈیشن. ✍ اول، آن لائن

تعداد اشاعت. ✍ لاتعداد

تاریخ اشاعت. ✍ ۲۰ رجب ۱۴۳۷ ھجری/ 27 اپریل 2016 عیسوی

شائع کردہ. ✍ الانفال میڈیا سنٹر الخلافة الاسلامیة

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافة الاسلامیة علیٰ منھاج النبوۃ

رابطہ. بذریعہ ای میل

الانفال میڈیا سنٹر. alanfalmc@gmail.com

ابو مصعب الخراسانی الشامی. abumusabks@gmail.com

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

الانفال

علیٰ منہاج النبوۃ

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ

فہرست

مضامین | صفحہ

☆ باب ملحمۃ الکبریٰ یا ملحمۃ الدجال 591

☆ ملحمۃ الکبریٰ اور اس کا پس منظر 591

☆ حجاز، یمن وغیرہ سے نکلنے والی آگ کی مکمل تفصیل کیساتھ وضاحت 591

☆ فرات سے نکلنے والے خزانے کا پہاڑ 591

☆ یوم الخلاص 615

☆ باب دابہ من الارض 616

☆ دابۃ الارض قرآن کی روشنی میں 616

☆ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں دابہ کی پہچان 635

☆ دابہ کا صفا مروہ سے نکلنا 657

☆ دابہ کس مواد سے بنا ہوگا 660

☆ باب دخان 677

☆ ساعت کی آخری بڑی علامات میں سے ایک دھواں کی مکمل تفصیل کیساتھ وضاحت 677

فہرست

مضامین | صفحہ

☆ باب آسمانی آواز 713

☆ تخلیق آدم علیہ السلام سے قیامت تک کا وقت سات ہزار سال۔ 713

☆ امت محمد ﷺ کی عمر پندرہ سو سال۔ 713

☆ ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ ہی مہدی آخر الزماں علیہ السلام ہیں۔ 713

☆ امت محمد سے عیسیٰ ابن علیہ السلام کا اترنا عالمی جنگ سے کم از کم تین سال قبل یا ممکنہ طور پر ۱۴۳۷ میں ہوگا اور ۱۴۴۲ ہجری تک وہ جس مقصد کے لیے آئے وہ کر چکے ہوں گے 713

☆ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے بعد تیسری اور مجموعی طور پر پانچویں عالمی نیوکلیئر تباہ کن جنگ ۱۴۴۰ سے ۱۴۴۳ ہجری کے درمیان کسی بھی وقت ہوگی۔ 713

☆ ساعت ممکنہ طور پر ۱۴۸۹ ہجری میں آئے گی۔ 713

☆ دنیا کی مدت حیات، مہدی و ابن مریم کے ظہور کے وقت کا سن کے ساتھ تعین، القارعہ یعنی آخری ایٹمی عالمی جنگ اور قیامت کے سال کا تعین 763

☆ دوسرا پہلو 763

☆ سات کی مختصر وضاحت 770

☆ سفیانی کون ہے 772

ضروری نوٹ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مکمل کتاب ہزار سے زائد صفات پر مشتمل ہے لیکن ہم نے کتاب کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں پوری کتاب کی فہرست دی گئی ہے لیکن صفات کے نمبرز صرف پہلے حصے کے ہی دیئے گئے۔ اس کے علاوہ ہر حصے کے شروع میں حصہ اول کے برعکس وہی فہرست آئے گی جو اُس حصے میں موجود ہوگا۔ فہرست میں بنیادی مضامین کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ ان کی وضاحت میں آنے والے مضامین کا ذکر کیا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر باریکی سے فہرست مرتب کی جاتی تو فہرست بہت لمبی ہو جاتی۔ اس لیے صرف بنیادی مضامین کے عنوانات کا ہی فہرست میں ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کا شروع سے لے کر آخر تک یعنی تمام چھ حصوں کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ کتاب کے شروع سے لیکر آخر تک اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کہیں بھی ربط نہ ٹوٹے اس لیے جب تک شروع سے آخر تک مکمل کتاب نہیں پڑھی جائے گی تب تک بہت سی باتیں جو سمجھنا ضروری ہیں وہ سمجھ نہیں آئیں گی۔ اس لیے ہماری نصیحت یہی ہے کہ کتاب کو کہیں کہیں سے پڑھنے کی بجائے کم از کم ایک بار اول تا آخر ترتیب کیساتھ لازم پڑھا جائے تب ہی نہ صرف فائدہ ہوگا بلکہ بہت سے ایسے حقائق اور راز ہیں جن پر سے پردہ اٹھے گا۔ اور اس کے بعد ہی وقت کی نزاکت کا ادراک ہوگا کہ ہم کس وقت میں موجود ہے۔ ایک عظیم تباہی بلکل ہمارے سر پر آ چکی ہے اس سے کیسے بچا جا سکتا ہے تا کہ دنیا و آخرت میں فلاح پا سکیں۔ کتاب میں سورج کے مغرب سے طلوع ہونے جو کہ علامات ساعت کی سب سے پہلی علامت ہے سے لیکر آخری علامت پر اس طرح قرآن وسنت کی روشنی میں بات کی گئی ہے کہ کسی بھی موضوع کو سمجھنے میں رائی برابر بھی مشکل پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ انسان اللہ سبحان وتعالیٰ کی عائد کردہ شرائط پر پورا اترے۔

الملحمة الکبریٰ یا ملحمة الدجال

الملحمة الکبریٰ یا ملحمة الدجال اور اس کا پس منظر۔

رسول الله ﷺ قال: لا اله الا الله، ویل للعرب من شر قد اقترب! فتح اليوم ردم یاجوج وماجوج مثل هذه. وحلق بأصبعه الابهام والتی تلیها، قیل : أنهلک وفینا الصالحون؟ قال: نعم، اذا کثر الخبث. مسلم، ترمذی، ابن ماجه.

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں کوئی بھی ایسی ذات جس کی بات مانی جائے غلامی کی جائے مگر اللہ، ویل ہے عرب کے لیے اس شر سے تحقیق جو آیا ہی چاہتا ہے۔ کھل گئی آج ردم یاجوج اور ماجوج کی اس کے مثل اور دائرہ بنایا انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی سے۔ پوچھا گیا کہ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم میں ہوں گے اصلاح کرنے والے؟ جواب دیا ہاں جب خبث کی کثرت ہو جائے گی یعنی جب غیر فطرتی اشیاء کی کثرت ہو جائے گی۔

ملحمۃ الکبریٰ ہو یا جوج اور ماجوج ہوں یا دجّال ہو ان سب کا بنیادی تعلق اس روایت میں بیان کر دیا گیا اور وہ رسول اللہ ﷺ نے اس شر کی طرف اشارہ کیا جو قریب ہی آ گیا ہے۔ جب ہم قرآن میں اور روایات میں غور و فکر کریں۔ آخر الزماں کے حوالے سے تمام روایات کو جمع کریں تو اس کی جو ترتیب بنتی ہے ہم اس کو یہاں بیان کریں گے۔ اس کی روشنی میں یعنی ان روایات میں رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ وہ شر جو عربوں کے لیے دنیا و آخرت میں تباہی کا باعث بنے گا وہ ہے کیا۔

اس روایت میں واضع ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شر کو یاجوج اور ماجوج کے کھلنے سے مشروط کر دیا۔ کہ آج یاجوج اور ماجوج کی ردم انگلی اور انگھوٹھے کو ملانے سے جو دائرہ بنتا ہے اتنا کھل گئی۔ اور جیسے ہی وہ پوری کھل گئی تو عربوں کے لیے ایک شر سے دنیا و آخرت میں بربادی ہوگی۔

یاجوج اور ماجوج کے باب میں بہت وضاحت سے گزر چکا کہ نہ صرف یاجوج اور ماجوج کھل چکے ہیں بلکہ جو کچھ قرآن میں اور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ سے ان کے بارے میں ملتا ہے وہ سب کو انہوں نے انجام بھی دے دیا اور اب تو وقت بلکل آخری پہر میں داخل ہو چکا ہے۔ جب یاجوج اور ماجوج کب کے کھل چکے تو پھر جس شر سے عربوں کی ہلاکت سے رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کیا تھا وہ بھی نظر آنا چاہیے اور اسے موجود ہونا چاہیے۔

اس شر کی نشاندہی کے لیے جب میں نے فتنوں کے متعلق احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تو مجھے بلکل بھی کوئی مشکل پیش نہ آئی اس شر کو جاننے کے لیے۔ وہ شر کونسا تھا اور ہے اس کا رسول اللہ ﷺ نے مختلف پہلوؤں سے ذکر کیا اور اتنی صراحت کیساتھ ذکر کیا کہ کم سے کم فہم انسان کے لیے بھی جاننا انتہائی آسان ہوجائے۔ لیکن آج حقیقت تو یہ ہے کہ ہر کوئی اس سے غافل ہے۔ جس سے یہ بھی واضع ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیوں اتنی صراحت کیساتھ کھول کر ہر پہلو سے واضع کر دیا۔

اس شر کی نشاندہی کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا۔

رسول الله ﷺ قال: لتقصدنكم نار هى اليوم خامدة فى وادٍ يقال له: برهوت، تغشى الناس، فيها عذاب اليم، تأكل الانفس والاموال تدور الدنيا كلها فى ثمانية أيام، تطير طير الريح والسحاب، حرها أشد من حرقها بالنهار، ولها ما بين السماء والأرض دوى كدوى الرعد القاصف، هى من رؤس الخلائق ادنى من العرش، قيلَ يا رسول الله ﷺ! أسليمة هى يومئذٍ على المؤمنين والمؤمنات؟ قال، اين المؤمنون والمؤمنات يومئذٍ؟ هم شر من الحمر يتسافدون كما تتسافد

البهائم وليس فيهم رجل يقول: مه مه. طبرانی ، ابن عساکر

رسول اللہ ﷺ نے کہا تمہارا قصد کیا جائے گا جس کے ساتھ وہ آگ ہے جو آج ٹھنڈی پڑی ہے وادی میں جسے برھوت کہا جاتا ہے، وہ ڈھانپ لے گی انسانوں کو، اس میں عذاب الیم ہے، کھا جائے گی جانوں کو اور اموال کو گھومے گی ساری دنیا میں آٹھ مرحلوں میں، وہ آگ اڑے گی ہوا میں اُڑنے والے پرندوں کی طرح، اس آگ سے اُڑیں گے ہوا میں اُڑنے والے پرندوں کی طرح اور بادلوں کی طرح اُڑے گی۔ اس کا جلانا سخت ہوگا دن کی گرمی کے جلانے سے۔ اور وہ آسمان اور زمین کے درمیان گرجے گی جیسے رعد (بادلوں کا گرجنا) گرجتی ہے بہت اونچی گرجدار آواز میں۔ وہ مخلوقات کے بلند مقامات سے قریب عرش سے نیچے ہوگی، کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس یوم یعنی سلامتی ہوگی وہ اس وقت مومنوں اور مومنات پر؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، اس وقت مومن اور مومنات ہوں گے کہاں؟ وہ انتہائی برے ہوں گے گدھوں سے بھی۔ وہ جنسی حاجات پوری کریں گے جیسے جانور کرتے ہیں اور نہیں ہوگا ان میں ایک مرد بھی جو کہے کہ نہ کرو وہ نہ کرو وہ۔

قصد. قصد کہتے ہیں کسی کے پیچھے پڑ جانا۔ جیسے عرف عام میں کہا جاتا ہے کہ فلاں ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ یعنی جس مقصد کے لیے کسی کے پیچھے پڑا جائے اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جائے جب تک کہ مقصد پورا نہ ہو جائے خواہ اس کے لیے کچھ بھی ہو۔

وہ شر جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ وہ قریب ہی آ گیا ہے اور اس سے عربوں کے لیے دنیا و آخرت میں خرابی و تباہی ہے وہ آگ ہے جو وادی برھوت میں ٹھنڈی پڑی ہے اور اس کی پہچان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے غیر معمولی نشانیاں بیان کر دیں۔ اور وادی برھوت کسے کہتے ہیں اس کا جواب بھی ہمیں درج ذیل روایت سے مل جاتا ہے۔

وادٍ حضر موت يقال له برهوت. ابن ابی حاتم

وادی حضر موت کو برھوت کہا جاتا ہے۔

وادی برھوت وادی حضرموت کو کہا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آگ کی پہچان کے لیے ایسی نشانیاں بتا دیں جو کہ غیر معمولی اور بلکل منفرد ہیں۔ جن سے اس آگ کی پہچان میں رائی برابر بھی مشکل نہیں رہتی۔

وہ آگ اُڑے گی ہوا میں اُڑنے والوں کی طرح، اس آگ سے پرندے اُڑیں گے ہوا میں یعنی جو پروں سے اُڑتے ہیں، ہوا کی طرح اُڑے گے، بادلوں کی طرح اُڑے گی، پھر جب وہ اُڑے گی تو آسمان ورزمین کے درمیان اُڑے گی اور جیسے بادل گرجتے ہیں اس طرح انتہائی گرجدار اونچی آواز میں گرجے گی، اس کی شدت دن کی گرمی سے زیادہ ہوگی۔ مخلوقات کے بلند مقامات جیسے انسان کا بلند مقام اس کا سر کہلاتا ہے اسی طرح مخلوقات کے بلند مقامات سے قریب یعنی ان کے اوپر عرش سے نیچے ہوگی۔ اب ہم اگر تھوڑا سا بھی غور کریں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج ہمیں ایسی نشانیوں کی حامل کوئی آگ نظر آتی ہے؟

تو اس کا جواب بلکل واضع ہے کہ آج ہمیں نہ صرف وہ آگ نظر آتی ہے بلکہ وہ پوری دنیا گھوم چکی ہے۔ وہ جانوں کو کھا رہی ہے اور اموال کو بھی کھا رہی ہے۔ اس آگ نے پوری دنیا میں تباہی بپا کی ہوئی ہے۔ اور وہ آگ آج جسے ہم خام تیل کے نام سے جانتے ہیں وہی ہے کوئی اور نہیں اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور ہو سکتی ہے۔

اس آگ کے اُڑنے کی تصاویر دیکھیں۔

Emirates

35,000 ft
34,000 ft
32,000 ft

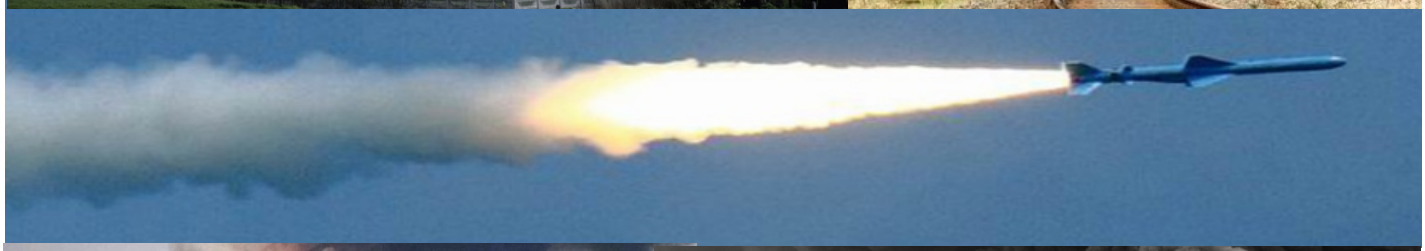

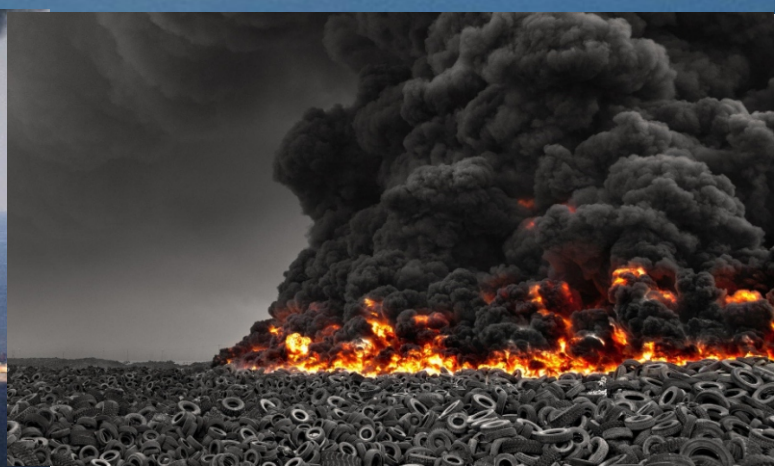

یہ آگ کہاں کہاں سے نکلے گی اس بارے بھی رسول اللہ ﷺ نے کھول کر صراحت سے بیان کر دیا۔اس حوالے سے احادیث کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے یہاں اس میں سے چند بیان کی جارہی ہیں جو باقی سب کا احاطہ کریں۔درج ذیل روایات میں دیکھیں۔

رسول الله ﷺ قال: أما أول أشراط الساعة فنار تخرج من المشرق.

بخاری، مسند احمد، نسائی

رسول اللہ ﷺ نے کہا وہ وجوہات جن کی بنا پر ساعت (بڑی تباہی) آئے گی ان میں سے پہلی پس آگ ہے جو مشرق سے نکلے گی۔

رسول الله ﷺ قال: لاتقوم الساعة حتى تخرج نار من ارض الحجاز. بخاری

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت (بڑی تباہی کی گھڑی) یہاں تک کہ آگ نہ نکلے ارض حجاز سے۔ ارض حجاز کو آج سعودعرب کہا جاتا ہے

رسول الله ﷺ قال: ستخرج نار من حضر موت او من بحر حضر موت قبل يوم القيامة . ترمذی، مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب نکلے گی آگ حضر موت سے یا بحر حضر موت سے قیامت کے یوم سے پہلے۔

رسول الله ﷺ قال: ستخرج عليكم نار فی آخر الزمان من حضر

موت. ابن حبان

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب آخری زمانے میں نکلے گی تم پر آگ حضرموت سے

رسول الله ﷺ قال: نار تخرج من اليمن تطرد الناس الى محشرهم.

مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا آگ نکلے گی یمن سے جو نکالے گی لوگوں کو ان کے محشر کی طرف یعنی جمع ہونے کی طرف (لوگوں کو نکالے گی خطہ شام کی طرف)

یہی آگ آج پوری دنیا کو خطہ شام میں جمع کر رہی ہے۔یعنی پوری دنیا اسی آگ کے حصول کی خاطر آج خطہ شام میں بہت تیزی سے جمع ہو رہی ہے اور بہت جلد ایک بہت بڑی تباہی آنے والی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الى محشرهم. كنز العمال

قعر. سوراخ، غار، کھدائی کرنا، گہرائی میں جانا، بیڈ یعنی تہہ، کسی بھی شئے کا نیچے ترین حصہ، نیچے ترین گہرائی، نچلی ترین سطح، پتھر یا پتھریلی تہہ میں یا اس کے نیچے وغیرہ۔

عدن. زمین میں گہرائی تک سوراخ کر کے کچھ نکالنا جیسے سونا، لوہا، کوئلہ وغیرہ سمیت کچھ بھی نکالنا، کان جیسے سونے کی کان، کوئلے کی کان یا زمین سے نکالی جانے والی کسی بھی شئے کی کان،

تسوق، سوق. خرید و فروخت کرنا، دوکان پر جانا اور وہاں سے خریدنا، خریدنا یا لینا، لانا، لے جانا، فراہم کرنا، پہنچانا، منتقل کرنا، نقل و حمل، تجارت سنٹر، مارکیٹ، بازار، دوکان وغیرہ۔

محشرهم. ان کے اکٹھے ہونے یا جمع ہونے کے جگہ۔

حشر. مجمع، بھیڑ، مجموعہ، رش، اجتماع وغیرہ .

رسول اللہ ﷺ نے کہا آگ نکلے گا زمین کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ سے زمین کو کھود کر، اس کی گہرائی تک سوراخ کر کے جیسے زمین کی گہرائیوں سے سوراخ کر کے کچھ نکالا جاتا ہے، لوگ اس آگ کی خرید وفروخت کریں گے، اس کی تجارت کریں گے ان کے جمع ہونے کی طرف، رش کی طرف ان کے اکٹھے ہونے کے مقام کی طرف۔

رسول الله ﷺ قال: نار تخرج من قعر عدن ترحل الناس. مسلم

باقی الفاظ کے معنی پچھلی روایت میں بیان ہو چکے ہیں اس لیے اس روایت میں صرف ایک ہی لفظ ایسا ہے جس کے معنی بیان کرنا ضروری ہیں۔

رحل. ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، سفر کرنا، گھومنا پھرنا، آوارہ گردی کرنا، بھٹکنا، ہجرت کرنا وغیرہ۔

رحل کے شروع میں **"ت"** کے استعمال سے یہ لفظ **"ترحل"** بن جائے گا جس کے معنی وہ آگ وجہ بنے گی یا اس آگ سے سفر کیا جائے گا، ہجرت کی جائے گی، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا جائے گا، اس آگے کی وجہ سے یا اس سے گھوما پھرا جائے گا آوارہ گردی کی جائے گی، بھٹکا جائے گا

رسول اللہ ﷺ نے کہا آگ نکلے گا زمین کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ سے زمین کو کھود کر، اس کی گہرائی تک سوراخ کر کے جیسے زمین کی گہرائیوں سے سوراخ کر کے کچھ نکالا جاتا ہے، لوگ اس آگ سے سفر کریں گے، ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں گے، ہجرت کریں گے، آوارہ گردی کریں گے، بھٹکیں گے وغیرہ۔

ان روایات کی روشنی میں اگر آج ہم دیکھیں کہ کیا ایسی کوئی آگ اس طرح نکل رہی ہے جو کہ زمین کی گہرائیوں میں چٹانی تہہ میں ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے اور زمین کھود کر زمین میں سوراخ کر کے زمین کو پھاڑ کر اس آگ کو نکالا جا رہا ہے۔ تو آج بلکل ایسا

ہو رہا ہے ایسی آگ نکالی جا رہی ہے جسے آج ہم خام تیل کا نام دیتے ہیں۔ نیچے تصاویر میں دیکھیں یہ آگ کس طرح زمین سے نکل رہی ہے اور پھر روایات میں آنے والے محمد رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کیساتھ اس کا موازنہ کریں۔ اور پھر لوگ اس آگ کی خرید و فروحت کرتے ہیں اور یہ آگ سفر کرنے، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے، ہجرت کرنے وغیرہ کا ذریعہ بن رہی ہے۔ یعنی آج دنیا میں سارے کا سارا ٹرانسپورٹ نظام اسی آگ کی بدولت چل رہا ہے۔ لوگ گاڑیوں میں بیٹھ کر سفر کرتے ہیں آوارہ گردی کرتے ہیں تو وہ گاڑیاں اسی آگ یعنی تیل سے ہی چلتی ہیں۔ اسی آگ سے لمبے سفر کیے جا رہے ہیں یعنی اسی آگ سے جہاز وغیرہ بھی چلتے ہیں۔

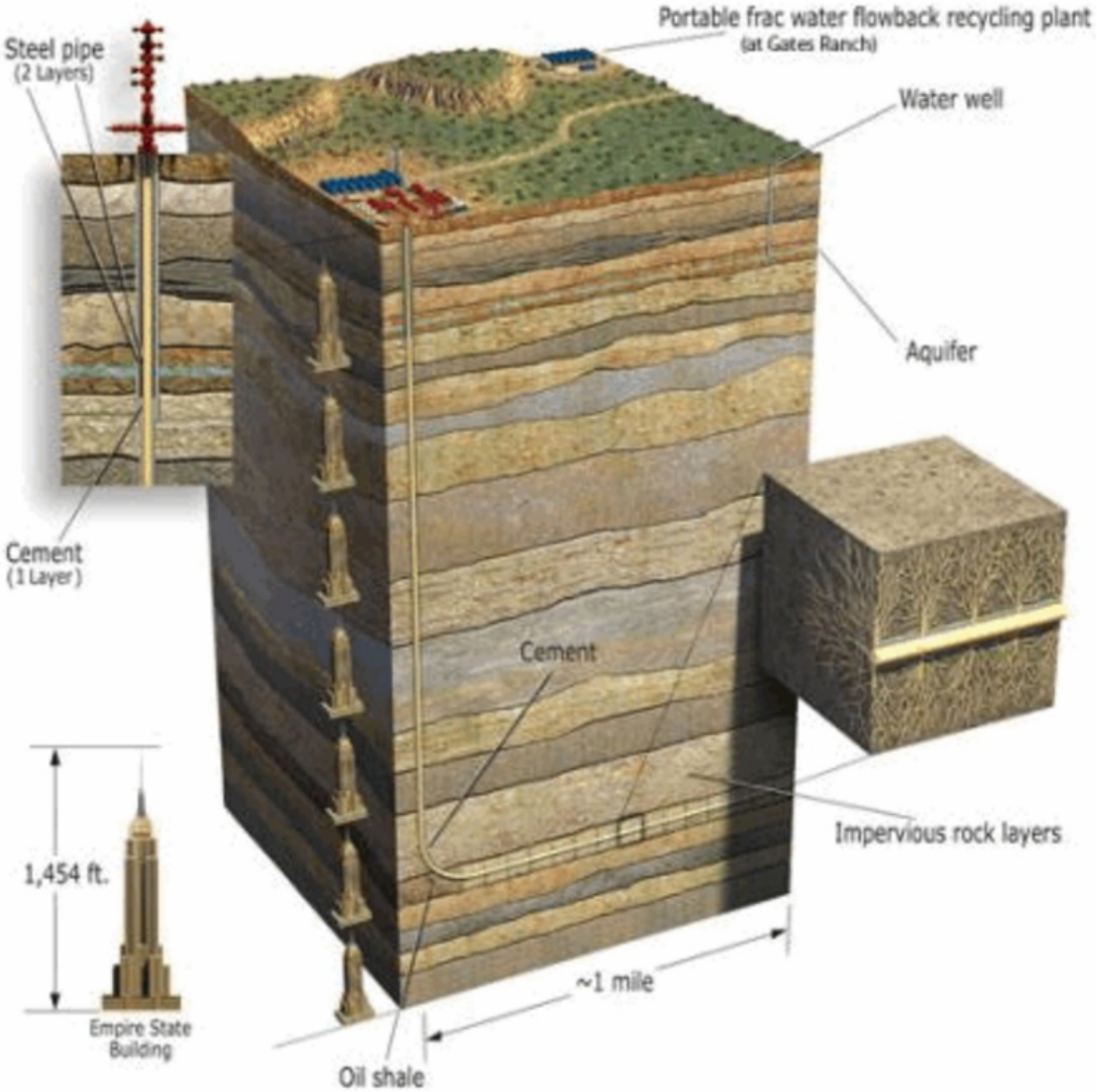

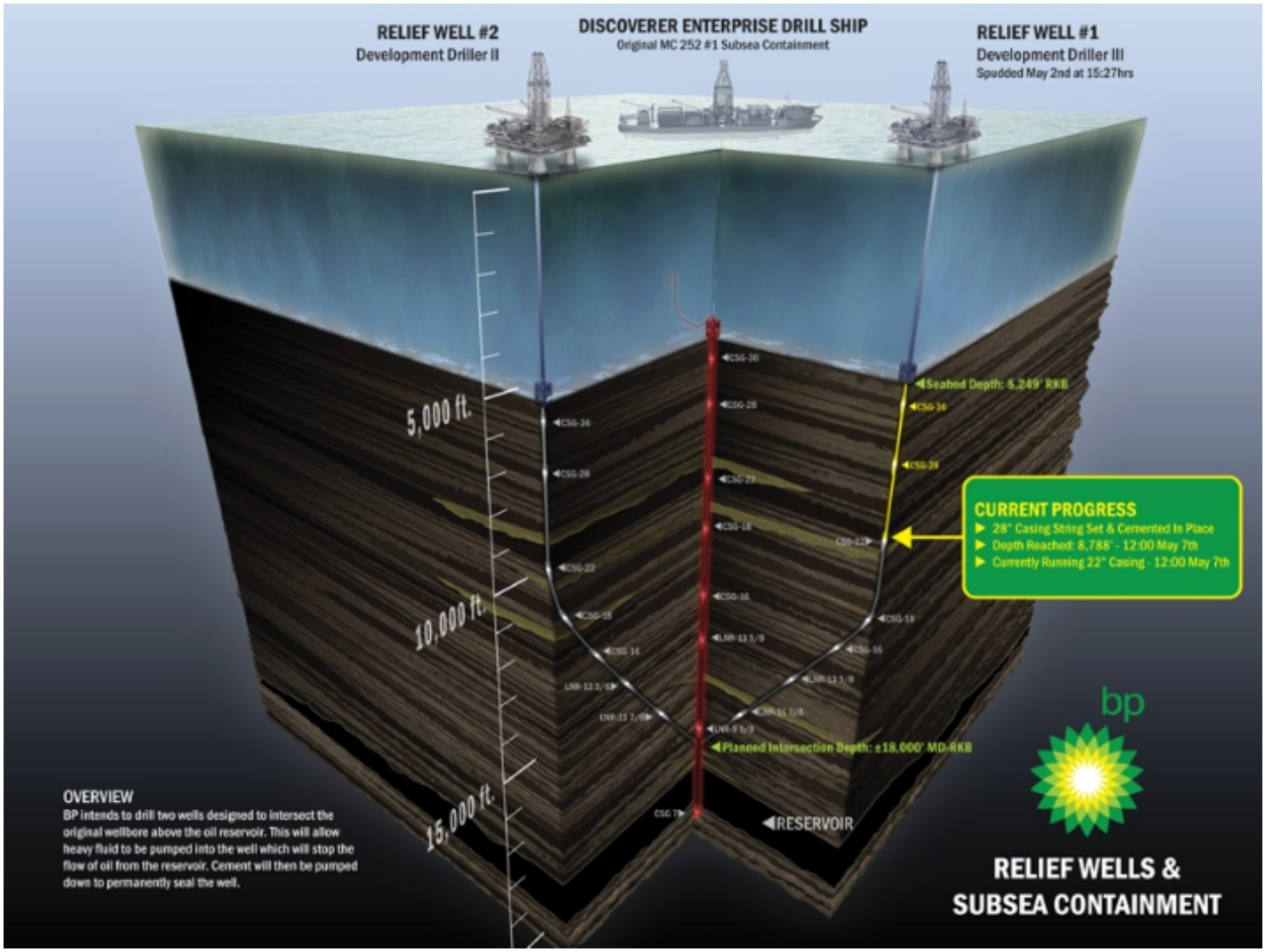
RELIEF WELL #2
Development Driller II
DISCOVERER ENTERPRISE DRILL SHIP
Original MC 252 #1 Subsea Containment
RELIEF WELL #1
Development Driller III
Spudded May 2nd at 15:27hrs
5,000 ft.
10,000 ft.
15,000 ft.
Seabed Depth: 5,249' RKB
CURRENT PROGRESS
28" Casing String Set & Cemented In Place
Depth Reached: 8,788' - 12:00 May 7th
Currently Running 22" Casing - 12:00 May 7th
Planned Intersection Depth: ±18,000' MD-RKB
RESERVOIR
OVERVIEW
BP intends to drill two wells designed to intersect the original wellbore above the oil reservoir. This will allow heavy fluid to be pumped into the well which will stop the flow of oil from the reservoir. Cement will then be pumped down to permanently seal the well.
bp
RELIEF WELLS &
SUBSEA CONTAINMENT

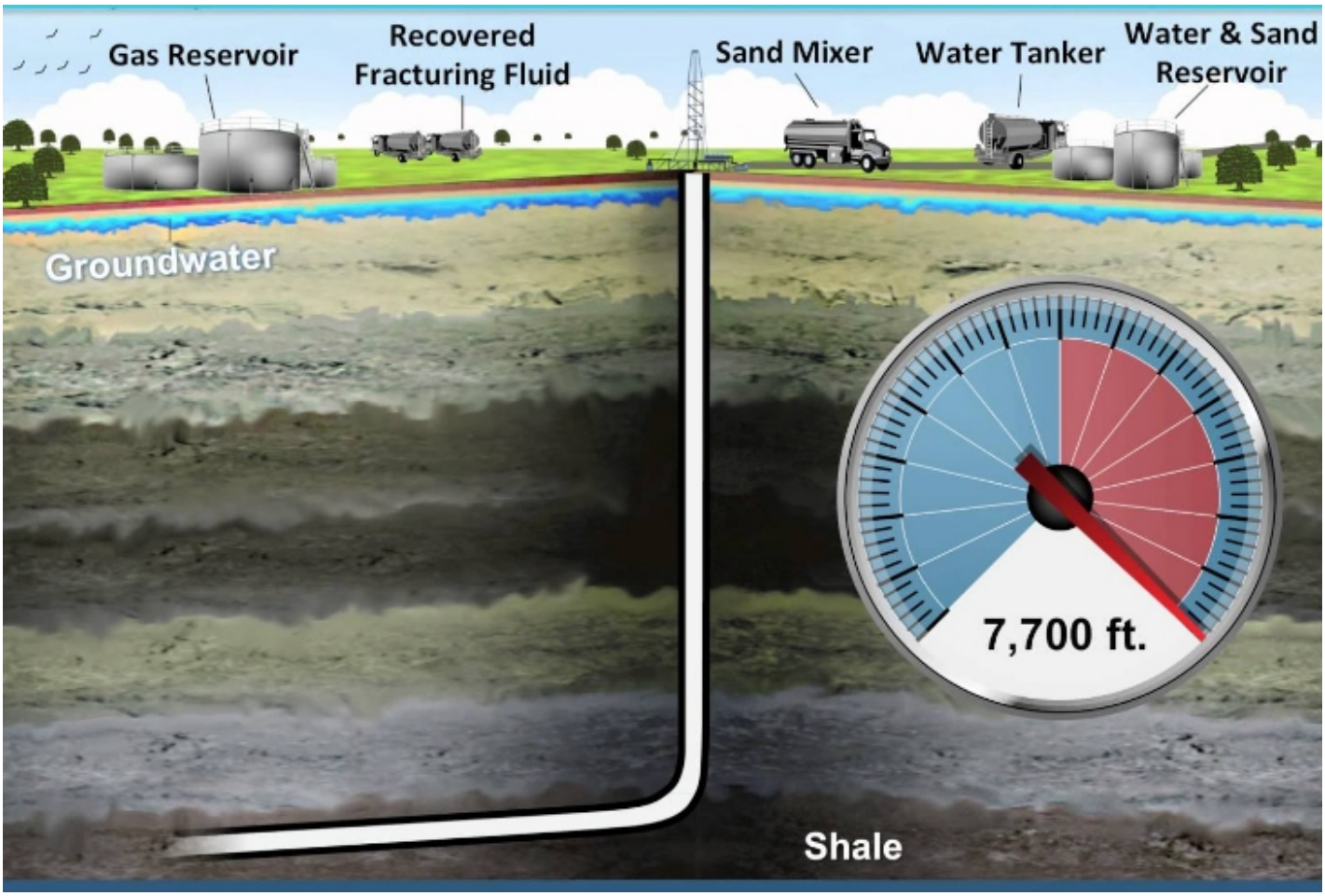
Gas Reservoir
Recovered
Fracturing Fluid
Sand Mixer
Water Tanker
Water & Sand
Reservoir
Groundwater
7,700 ft.
Shale

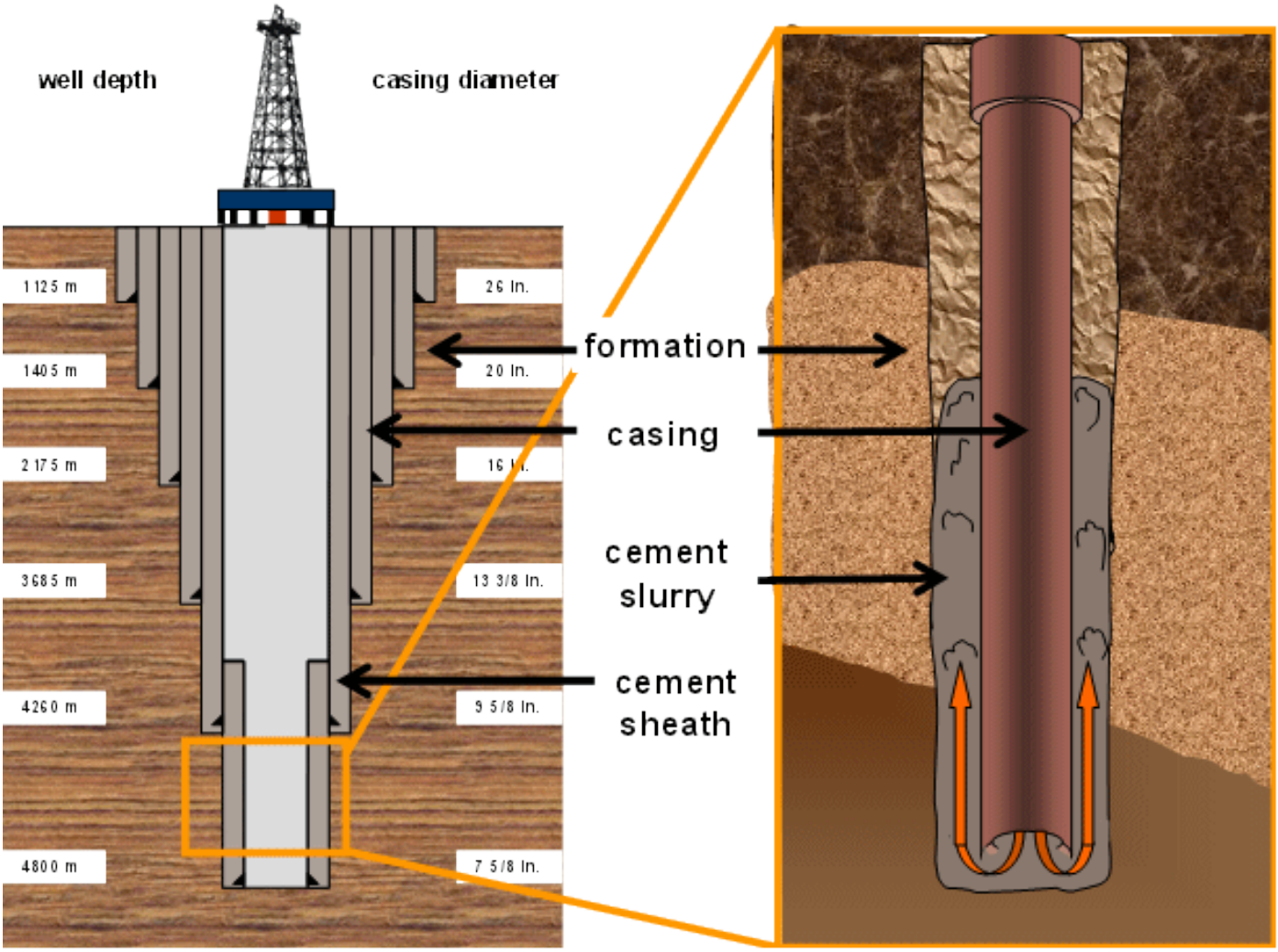
well depth
casing diameter
1125 m
1405 m
2175 m
3685 m
4260 m
4800 m
26 in.
20 in.
16 in.
13 3/8 in.
9 5/8 in.
7 5/8 in.
formation
casing
cement slurry
cement sheath

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتی تخرج نار من ارض الحجاز تضیء اعناق الابل ببصری. مسلم

تضیء. اس سے یعنی اس آگ سے روشن ہونا۔

اعناق جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد **عنق** ہے اور عنق کہتے ہیں ایسی شئے کو جو شروع سے تنگ ہو جیسے جیسے آگے بڑھے تو کھلتی جائے یعنی پھیلتی جائے جیسے کسی بوتل کا اگلا حصہ ہوتا ہے یا جیسے صراحی ہوتی ہے۔ یہی خصوصیات بہت سے جانداروں اور انسانوں کے جسم کے ایک عضوء میں پائی جاتی ہے جسے گردن کہتے ہیں۔

الابل. ایسی سواریوں کو کہتے ہیں جو وزن اٹھا کر مشکل رستوں جیسے صحراؤں وغیرہ میں لمبے فاصلے تہہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت ایسی تمام صفات صرف اونٹوں میں پائی جاتی تھیں اس لیے اونٹوں کو اس وقت ابل کہا جاتا تھا ویسے اونٹ کو عربی میں جمل کہتے ہیں۔

ببصری. دیکھنے کی صلاحیت سے۔ بصر کہتے ہیں دیکھنے کی صلاحیت کو۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ نکل آئے آگ حجاز کی زمین سے، اس آگ سے روشن ہوں گی عناق الابل یعنی بوجھ اٹھا کر لمبے فاصلے طے کرنے والی سواریاں روشن کریں گی کہ وہ روشنی جس مقام سے پیدا ہوگی وہاں سے سکڑی ہوگی لیکن جیسے جیسے آگے بڑھے گی تو پھیلتی جائے گی جیسے صراحی ہوتی ہے دیکھنے سے یعنی اس روشنی سے دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

ایسی ہی ایک روایت مستدرک الحاکم میں بھی ہے جس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

یرون کضوء النهار. الحاکم

دیکھیں گے اس کی روشنی میں جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

آج ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایسی سواری وہ ٹرک وغیرہ ہیں جو راتوں کو سفر کرتے ہیں اسی آگ سے وہ صراحی کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور دیکھنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔اس روشنی میں ایسے دیکھا جاتا ہے جیسے دن کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔اس کے علاوہ آج موجودہ تمام کی تمام سواریوں میں یہ سب خصوصیات موجود ہیں۔

یہ آگ ہم جان چکے کہ خام تیل ہے اور یہ آگ کہاں کہاں سے نکلے گی اس میں رسول اللہ ﷺ نے مشرق کا ذکر کیا۔ مشرق میں ایران سمیت وہ تمام علاقے ہیں جہاں جہاں سے یہ آگ یعنی خام تیل نکالا جا رہا ہے۔ پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بحر حضر موت اور حضر موت کا بھی ذکر کیا۔ اور ارض حجاز جسے آج سعودی عرب کہا جاتا ہے اس کا بھی رسول اللہ ﷺ نے نام لیکر ذکر کیا۔ اور حیران کن طور پر یہ چونکا دینے والی باتیں ہیں کہ جیسا رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا اس کے عین مطابق اسی طرح آج وہ آگ ٹھنڈی حالت میں یعنی خام تیل کی شکل میں نکالی جا رہی ہے۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت ٹھنڈی پڑی ہوئی تھی۔ اور اگر ہم خام تیل سے نکلنے والی گیس اور پیٹرول وغیرہ کو چھوئیں تو اس سے ہاتھ بھی جم جائے اس طرح یہ آگ حقیقتاً بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔

پھر اسی طرح ہم مزید رسول اللہ ﷺ کے الفاظ پر غور کریں اور اس آگ سے متعلق مزید رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو سامنے رکھیں تو ہمیں درج ذیل روایات بھی ملتی ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب . ابن ماجه ، طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت (بڑی تباہی کی گھڑی) یہاں تک کہ فرات پردہ ہٹا دے گا ذھب کے پہاڑ سے۔

رسول الله ﷺ قال: يوشك الفرات أن يحسر عن كنزٍ من ذهب . بيهقي، ابو داؤد

عنقریب فرات کہ پردہ ہٹائے گا ایسی قیمتی ترین شئے کے خزانے سے کے جس کے سامنے اس وقت کی تمام قیمتی ترین اشیاء کی چمک دھمک، قدر و قیمت ماند پڑ جائے گی۔

ذهب . ذھب کہتے ہیں ایسی قیمتی شئے کو جس کی موجودگی میں اس کے آس پاس موجود سب اشیاء کی چمک دھمک ماند پڑ

جائے، جوسب کوڈھانپ لے۔یعنی وہ سب پر غالب ہوجائے۔ایسی قیمتی ترین شئے جس کے سامنے باقی اشیاء کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے۔ جیسے ہم اس کو قرآن کی ہی ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْ قَدَنَارًا ج فَلَمَّآ اَضَآءَ تْ مَاحَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِم. البقرة ١٧

ان کی مثال اس کی سی ہے جس نے آگ جلائی پس جب روشن ہوگیا جواس کے اردگرد تھا اللہ نے ذھب کردیا ان کے نور کیساتھ۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ ذھب کا استعمال کیا ہے اوراس آیت میں لفظ ذھب کی وضاحت بھی کردی۔
مثلاً اگر آپ خود یہ تجربہ کریں کہ کسی اندھیری جگہ پر آگ جلائیں جب آگ جلے گی تو اس کے آس پاس کی اشیاء نظر آنے لگیں گی لیکن جب آگ بہت تیز بھڑک جاتی ہے اوراس کی روشنی بہت بڑھ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے آس پاس کی اشیاء اس آگ کی روشنی میں چھپ جاتی ہیں۔یعنی آگ کی روشنی آس پاس کی اشیاء پر ایسے غالب آجاتی ہے کہ وہ نظر ہی نہیں آتیں۔
ایسے ہی ہم سورج کی مثال لے لیں۔جب سورج طلوع نہیں ہوتا یعنی رات کے وقت آسمان پر لاتعداد ستارے اور چاند بھی نظر آرہا ہوتا ہے لیکن جب سورج نکلتا ہے تو ان کی روشنی سورج کے سامنے ماند پڑنے لگتی ہے جس وجہ سے وہ رات کی طرح نظر نہیں آتے اور جب سورج مکمل روشن ہوجاتا ہے تو نہ چاند دیکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کوئی ستارا۔کیونکہ سورج کی روشنی ان سب پر اتنی غالب آجاتی ہے کہ انہیں ایسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے وہ موجود ہی نہ ہوں۔اسے عربی میں ذھب کہتے ہیں۔
مال ودولت میں یہی اہمیت وحثیت سونے کی ہوتی ہے یعنی اگر کہیں بہت سا مال پڑا ہو، جانور ہوں، رزق کے پہاڑ ہوں، اور بہت سے اموال ہوں لیکن وہیں ان کے درمیان سونے کا پہاڑ ہو تو جو بھی وہاں جائے گا اس کی نظر صرف سونے کے پہاڑ پر ہی پڑے گی اسے صرف وہی نظر آئے گا۔اس وجہ سے کہ سونا ان سب کے مقابلے میں اتنا قیمتی ہوتا ہے کہ باقی سب کی قدر قیمت سونے کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔اس لیے سونے کو بھی ذھب کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرات پردہ ہٹائے گا اس وقت کی ایسی قیمتی شئے کے پہاڑ سے اور بعض روایات میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے نبی نے بلکل واضع اس ذھب کو خزانہ کہا۔ کہ فرات اس وقت کے سب سے قیمتی خزانے کی بہت بڑی مقدار سے پردہ ہٹائے گا جو اتنی قیمتی ہوگی کہ اس وقت دنیا کی باقی تمام اشیاء کی قدر قیمت اس خزانے کے سامنے ماند پڑ جائے گی۔ اور اگر آج ہم غور کریں تو وہ ایسی کون سی شئے ہے جو اتنی قیمتی ہے کہ جس کے سامنے دنیا کی تمام اشیاء کی قدر و قیمت ماند پڑ جاتی ہے۔ اس کا کتاب میں پیچھے تفصیل سے ذکر بھی گزر چکا کہ وہ یہی خام تیل ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے خام تیل کا ہر پہلو سے پھر پھیر کر ذکر کر دیا کہ اگر کوئی ایک پہلو سے نہ سمجھ سکے تو کسی دوسرے پہلو کی وجہ سے اس پر حقیقت واضع ہو جائے۔ لیکن افسوس کہ ہم سوئے رہے اور ابھی تک سو رہے ہیں اگر بیدار نہ ہوئے تو جلد ہی آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہوگا۔

یہ وہ شر تھا جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے یاجوج اور ماجوج کے کھلنے سے مشروط بتایا تھا۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یاجوج اور ماجوج ابھی قید ہوں اور ان سے پہلے ہی یہ شر یعنی یہ آگ نکل آئے؟ کیونکہ اس آگ کو یاجوج اور ماجوج نے ہی نکالنا تھا نہ کہ ان کے علاوہ کسی اور نے۔ اس لیے اگر آج رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی نشانیوں اور کی گئی راہنمائی کے مطابق وہ آگ موجود ہے تو پھر یاجوج اور ماجوج تو کب کے کھل چکے۔ پہچاننے والوں نے پہچان لیا اور جھٹلانے والے ابھی تک دیومالائی کہانیوں کو نظریات بنا کر انتظار میں ہیں تب تک انتظار میں رہیں گے جب تک کہ قیامت نہیں آجاتی لیکن انہیں یاجوج اور ماجوج کھلتے ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آگ کیسے انسانوں کے لیے شر ہے اور پھر اس شر سے محفوظ رہنے کے لیے کیا رسول اللہ ﷺ نے راہنمائی کی اور اگر کی تو وہ راہنمائی کیا ہے؟

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات کہ جو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ یہ آگ آٹھ یوم یعنی آٹھ مراحل میں پوری دنیا میں گھوم جائے گی اور کیسے گھومے گی اس کی وضاحت بھی آگے ہے۔ اڑنے والے پرندوں کی طرح اڑ کر، ہوا کی شکل میں، بادلوں کی شکل میں یعنی جیسے بادل ہوتے ہیں اس طرح۔ باقی اس کی مزید نشانیاں بھی بتا دیں جو کہ اس کی آواز گرجدار ہوگی، یہ جانوں اور اموال کو کھائے گی وغیرہ۔

اس میں اس کا دنیا میں آٹھ مراحل میں گھومنا تو پورا ہو چکا یہ آگ آج جہازوں، ہوا اور بادلوں کی شکل میں پوری دنیا میں موجود

ہے۔جیسا کہ آپ نیچے درج ذیل تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔اور دوسرا جو اس آگ ہی کی وجہ سے دنیا جنگوں سے تباہی کی زد میں ہے اس کی وضاحت آگے آئے گی۔

مزید یہ آگ کس طرح جانوں اور اموال کو کھائے گی اس کا ذکر محمد رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کر دیا۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب يقتتل عليه الناس، فيقتل تسعة اعشارهم. ابن ماجه ، طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ فرات پردہ ہٹائے گا ایسی قیمتی ترین شئے کے جبل (جبل کہتے ہیں غیر معمولی حد تک بڑی مقدار میں شئے کو، زمین پر ایسی شئے پہاڑ ہیں اس لیے عربی میں پہاڑ کو جبل کہتے ہیں) سے جس کے سامنے ہر شئے کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے گی لوگ لڑیں گے اس پر پس ان کے دس سے نو قتل ہوں گے۔

رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب يقتل الناس عليه ، فيقتل من كل مائةٍ تسعة وتسعون، فيقول كل رجل منهم: لعلى اكون انا الذى انجو. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں قائم ہوگی ساعت حتیٰ کہ فرات پردہ ہٹائے گا ایسی قیمتی ترین شئے کے جبل (جبل کہتے ہیں غیر معمولی حد تک بڑی مقدار میں شئے کو، زمین پر ایسی شئے پہاڑ ہیں اس لیے عربی میں پہاڑ کو جبل کہتے ہیں) سے جس کے سامنے ہر شئے کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے گی لوگ لڑیں گے اس پر پس ان کے ہر سو میں سے ننانوے قتل ہوں گے، پس ان میں سے ہر شخص یہی کہے گا کہ ہوسکتا ہے میں ہی وہ ہوں جو بچ جاؤں۔

رسول الله ﷺ قال: يوشك الفرات ان يحسر عن جبل من ذهبٍ، فاذا سمع به الناس ساروا اليه، فيقول من عنده: والله! لئن تركنا

يأخذون منه ليذهبن به كله فيقتتل الناس عليه حتى يقتل من كل تسعة وتسعون. مسند احمد، مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب فرات کہ پردہ ہٹائے گا ایسی قیمتی ترین شئے کے جبل (جبل کہتے ہیں غیر معمولی حد تک بڑی مقدار میں شئے کو، زمین پر ایسی شئے پہاڑ ہیں اس لیے عربی میں پہاڑ کو جبل کہتے ہیں) سے جس کے سامنے ہر شئے کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے گی، پس جب لوگ اس کے بارے میں سنیں گے تو اس کی طرف چل پڑیں گے۔ پس کہیں گے جو اس کے پاس ہوں گے اللہ کی قسم اگر ہم نے چھوڑ دیا تو اس سے سارے کا سارا لے جائیں گے پس لوگ اس پر لڑیں گے حتیٰ کہ تمام کے تمام سے ننانوے فیصد قتل ہوں گے۔

رسول الله ﷺ قال: يوشك الفرات أن يحسر عن كنزٍ من ذهب، فمن حضره فلا يأخذ منه شيئا. بيهقي، ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب فرات کہ پردہ ہٹائے گا ایسی قیمتی ترین شئے کے خزانے سے کے جس کے سامنے اس وقت کی تمام قیمتی ترین اشیاء کی چمک دھمک، قدر و قیمت ماند پڑ جائے گی پس جو اس وقت موجود ہو پس یعنی خواہ کچھ بھی ہو جائے اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔

رسول الله ﷺ قال: يحسر الفرات عن جبل من ذهب وفضة، فيقتل عليه من كل تسعة سبعة، فان أدركتموه فلا تقربوه. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا پردہ ہٹائے گا فرات ایسی قیمتی ترین شئے سے کے جس کے سامنے اس وقت کی تمام قیمتی ترین اشیاء کی چمک دھمک، قدر و قیمت ماند پڑ جائے گی اور سلور سے، پس اگر تم اس وقت کو پالو تو پس نہ جانا اس کے قریب بھی۔

اس آگ یعنی خام تیل کے حصول کے لیے پوری دنیا میں اس وقت جنگیں ہو رہی ہیں اس کا انجام آخری اور پانچویں قارعہ یعنی عالمی جنگ کی صورت میں نکلے گا جو کہ شروع تو کب کی ہو چکی لیکن اس کا آخری مرحلہ جس میں تباہ کن ایٹمی و ہائیڈروجن بم اور میزائل وغیرہ کا ستعمال ہوگا وہ بلکل سر پر آ چکا ہے۔

یہ وہ آگ تھی جو لوگ چلتے تھے تو ان کیساتھ چلتی تھی اور جب قیلولہ کرتے تو قیلولہ کرتی بالآخر دنیا کو شام میں جمع کرے گی۔لیکن شام میں جمع کرنے سے پہلے روایات کے مطابق لوگوں کو مغرب میں اس نے جمع کرنا تھا جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔

رسول الله ﷺ قال: أما أول أشراط الساعة فنار تخرج من المشرق فتحشر الناس الى المغرب. بخاری، مسند احمد

رسول اللہ ﷺ نے کہا قیامت کی پہلی اشراط میں سے پس آگ نکلے گی مشرق سے پس اکٹھا کرے گی لوگوں کو مغرب کی طرف۔

اور یہ ہو چکا کہ پوری دنیا سے لوگ مغربی ممالک میں آ کر بستے رہے اور یہ اسی آگ کے نکلنے کے بعد اسی کی وجہ سے ہوا۔کہ جن مراحل میں اس آگ ہی کی وجہ سے یہ ممالک دنیا میں سہولتوں، آسائشوں، ایجادات میں بظاہر جنت کا منظر پیش کرنے لگے۔جس کو دیکھتے ہوئے دنیا میں لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں نے ان مغربی ممالک کا رخ کیا۔اور پھر آج یہی آگ پوری دنیا کو شام میں اس آخری مرحلے کے لیے جمع کر رہی ہے۔پوری دنیا کی تمام قوتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہے کہ یہ آگ یعنی خام تیل پر صرف اسی کا قبضہ ہو جس کی خاطر اقوام عالم ایک دوسرے کے خلاف در پردہ جنگوں میں مصروف شام میں جمع ہو رہی ہیں اور نہ صرف ہو رہی ہیں بلکہ ہو چکی ہیں۔اس آگ و بارود کی بارش کی وجہ سے شام کے خطوں سے لوگ نکل نکل کر ان میں جا شامل ہو رہے ہیں جنہیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بندر و خنازیر کا خطاب دیا۔

اسی آگ ہی کی وجہ سے آج شام سے تمام شریر لوگ نکل رہے ہیں اور پوری دنیا سے مومن یہاں جمع ہو رہے ہیں۔اور پوری دنیا سے یہاں مومنوں کو اللہ سبحان وتعالیٰ کا جمع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ دنیا میں وہ بڑی تباہی سر پر ہے پانچویں اور آخری القارعہ یعنی عالمی جنگ سر پر ہے جس پر مختصرا بات پیچھے کتاب میں گزر چکی اور کچھ آگے آئے گی۔یہی وہ القارعہ ہے

جس سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے مومنوں کو بچانا ہے دنیا کے کفر وشرک ونفاق کو تباہ برباد کرنا ہے ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے۔

اس شر کو رسول اللہ ﷺ نے اس خزانے، اس سب سے قیمتی ترین شئے کو قرار دیا جو فرات سے نکلے گا وہ آگ جو اس وقت ٹھنڈی پڑی تھی جو قرب قیامت حجاز سے، یمن سے، مشرق سے، عراق اور شام سے نکلے گی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ساتھ یہ بھی حکم دے دیا کہ جو بھی اس وقت موجود ہو اس میں سے کچھ بھی نہ لے یہاں تک کہ اس کے قریب بھی نہ جائے۔ پھر اس خزانے پر تباہ کن جنگیں ہوں گی ان میں ہونے والی تباہی واموات کا بھی ذکر کر دیا۔ بہر حال وہ خزانہ، ذھب کیا ہے اس کی وضاحت بھی رسول اللہ ﷺ کے اپنے الفاظ میں ہی آ گئی۔

اور یہی وہ شر تھا جس سے عربوں کے لیے ویل تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ بھی لینے سے منع کیا تھا۔

رسول الله ﷺ قال: ويل للعرب من شر قد اقترب، أفلح من كف يده. ابو داؤد

رسول اللہ ﷺ نے کہا ویل ہے عربوں کے لیے اس شر سے تحقیق جو قریب ہی آیا چاہتا ہے، فلاح پا گیا وہ جس نے اپنا ہاتھ اس سے روکے رکھا۔

ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہے جو زمین کا خون نکال کر استعمال کریں گے یعنی جو زمین کے خون سے دنیا میں فائدے اٹھائیں گے وہ خون جسے آج ہم خام تیل کا نام دیتے ہیں۔ یہ خام تیل وہ شر تھا جس سے عربوں کے لیے ویل تھی یعنی جہنم میں ایک مخصوص وادی ان کا ٹھکانا بنے گی کیونکہ یہ زمین کے خون کو حاصل کریں گے اور جنہوں نے خود کو زمین کا خون حاصل کرنے سے روک لیا وہی فلاح پائیں گے یعنی جہنم کی اس وادی سے بچیں گے۔

اس شر سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مومنوں کی جو راہنمائی اور جو تلقین کی۔

رسول الله ﷺ قال: ستخرج نار من حضر موت أو بحر حضر موت قبل يوم القيامة تحشر الناس، قالوا: يا رسول الله ﷺ ! فما تأمرنا؟ قال: عليكم بالشام. مسند احمد ، ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب نکلے گی آگ حضر موت سے یا بحر حضر موت سے قیامے کے یوم سے پہلے وہ آگ لوگوں کو جمع کرے گی۔ پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ پس آپ ہمیں کیا حکم کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا تمہارے اوپر ہے شام یعنی اس وقت ہر صورت شام کو ہی اختیار کرنا شام ہجرت کر کے چلے جانا۔

رسول الله ﷺ قال: ستخرج عليكم النار فى آخر الزمان من حضر موت تحشر الناس، قيل: بما تأمرنا يا رسول الله ﷺ؟ قال عليكم بالشام. ابن حبان

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب نکلے گی تم پر آگ آخری زمانے میں حضر موت سے جو لوگوں کو جمع کرے گی، پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ہمیں آپ کیا حکم کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا تمہارے اُوپر ہے شام یعنی اس وقت ہر صورت شام کو ہی اختیار کرنا شام ہجرت کر کے چلے جانا۔

پھر اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی کہا۔

رسول الله ﷺ قال: ستكون هجرة بعد هجرة، فخيار أهل الأرض

ألزمهم مهاجر ابراهيم، ويبقى فى الأرض شرارها أهلها. ابو داؤد، مسند احمد، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا عنقریب ہجرت ہوگی ہجرت کے بعد، پس ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کو اپنے لیے لازم کرنے والے زمین کے بہترین لوگ ہوں گے اور باقی زمین میں اس کا شر ہی رہ جائیں گے۔

رسول الله ﷺ قال: أخرج اهلک فانه يوشک أن تخرج منه نار. حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکال لے جاؤ اپنے اہل وعیال کو پس اس میں کچھ شک نہیں کہ عنقریب اس سے آگ نکلے گی۔

رسول الله ﷺ قال: اخرج أهلک منها يعنى من حبس سيل فانه يوشک أن تخرج منه نار. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکال کر لے جاؤ اپنے اہل وعیال کو اس سے یعنی قید سیلاب سے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ سیلاب جو قید ہے وہ آگ ہے جو اس سے نکلے گی۔

جب یہ آگ نکلے تو اس وقت کے مومنوں کو رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا کہ ہر حال میں ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کو پکڑو۔ اس ضمن میں ایک سے بڑھ کر ایک درجنوں روایات موجود ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے شام کی طرف ہجرت پر سختی سے حکم دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے نکال لو اپنے اہل وعیال کو یعنی حجاز سے نکال لو کیونکہ یہاں ایک سیلاب قید ہے بند ہے اور وہ سیلاب آگ ہے جو نکلے گی اس آگ کے نکلنے سے پہلے ہی یہاں سے نکل جانا۔ لیکن آج کہا جاتا ہے کہ روئے زمین پر مدینہ صرف ایک ہی بستی ہے اور وہ حجاز میں یثرب نامی بستی حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے وہاں سے نکلنے کی تلقین کی۔

حق ہم پر ہر لحاظ سے واضح ہے اب ہم پر منحصر ہے کہ آیا ہم دنیا و آخرت میں کامیابی کا سودا کرتے ہیں یا ہلاکت کا۔ بیشک یہ بہت بڑا اقدم ہے لیکن اس دور میں دنیا و آخرت کی کامیابی صرف اور صرف اسی قدم میں پنہاں ہے۔

یوم الخلاص

روایات میں یوم الخلاص کا ذکر ملتا ہے یوم الخلاص کیا ہے اس پر یہاں مختصر بات کریں گے۔ یوم الخلاص کے حوالے سے تمام روایات کو سامنے رکھنے سے جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ دجال احد پہاڑ پر جب آئے گا تو اپنے اصحاب کو کہے گا کہ وہ سفید محل دیکھ رہے ہو وہ احمد کی مسجد ہے اس کی تفصیل کتاب کے تیسرے حصے میں گزر چکی۔ احد پہاڑ سے پھر مدینہ کی طرف رخ کرے گا لیکن ملائکہ اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو وہ مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈال لے گا اور تین بار مدینہ کو ترجف کرے گا۔ بعض روایات میں لفظ مدینہ آیا ہے کہ مدینہ کی طرف رخ کرے گا اور بعض میں شام کا ذکر آیا ہے یعنی اس وقت شام مدینہ ہوگا۔ جب دجال جبل احد پر آجائے گا تب شام میں اللہ کا دین قائم ہو جائے گا۔ اور دجال تین بار مدینہ کو ترجف کرے گا۔ ترجف زلزلے وغیرہ جیسے تباہی کو بھی کہتے ہیں اور گندھک کی بارش برسانے کو بھی کہتے ہیں۔ جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ دجال گندھک یعنی بارود برسائے گا جس سے مدینہ لوہے کی بھٹی کی مانند ہو جائے گا جس سے مدینہ میں صرف اور صرف مومن ہی ٹھہر سکیں گے جن کے دل میں رائی برابر بھی نفاق ہوگا سب مدینہ سے نکل جائیں گے۔ اور اس کی بھی روایات میں کافی تفاصیل آئی ہیں جیسے کہ کتاب کے حصہ سوم میں مدینہ کی وضاحت میں کچھ روایات گزر چکی ہیں کہ جب عراق فتح ہوگا تو مدینہ کے شریر لوگ اپنے اہل وعیال کیساتھ سواریوں کو چلاتے ہوئے مدینہ سے نکل جائیں گے اسی طرح جب یمن شام فتح ہوگا تو مدینہ سے برے لوگ اپنے اہل وعیال کیساتھ نکل جائیں گے اسی طرح یمن فتح ہوگا تو مدینہ کے برے لوگ اپنے اہل وعیال کیساتھ نکل جائیں گے۔ حصہ سوم میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ عراق جب فتح ہوگا تو وہاں اللہ کا دین قائم ہوگا پہلے وہاں اللہ کا دین قائم نہیں ہوگا پہلے عراق قریہ ہوگا اسی طرح شام اور یمن بھی جب یہ مدینہ بنیں گے تو لوگ یہاں سے نکل جائیں گے کیونکہ مدینہ دجال کی طرف سے بارود برسانے سے لوہے کی بھٹی کی مانند ہو جائے گا اور پھر کچھ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دجال کے پاس چلے جائیں گے۔ اسی کو رسول اللہ ﷺ نے یوم الخلاص کہا۔ اور آج ہم یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عراق وشام سے لاکھوں نہیں کروڑوں لوگ نکل کر یورپ کی طرف ہجرت کر رہے ہیں جب ٹیکنالوجی نے اہل الشام کا محاصرہ کر لیا اور گرگ وبارود کی بارش برسائی جا رہی ہے۔ شام سے ایسے لوگوں کو نکالنے میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ عنقریب محض تین سال کی دوری پر ایک عظیم تباہی آچکی ہے جس سے مومنوں کو بچانا ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ اس عظیم تباہی سے قبل شام میں جمع کریں گے۔ شام سے سارے کا سارا کفر ونفاق نکالنے کے لیے شام کے حالات مزید سخت سے سخت تر ہوں گے لیکن ان شاء اللہ یہ سلسلہ صرف تین سال تک ہی قائم رہے گا اس کے بعد تقریباً پوری دنیا میں اچانک شام جیسے حالات ہو جائیں گے اور شام اس عظیم تباہی سے محفوظ رہے گا۔

دابہ من الارض

اشراط الساعۃ میں سے ایک شرط دابہ من الارض کا نکلنا۔روایات میں جہاں بھی اشراط الساعۃ کے الفاظ آئے ہیں ان کا ترجمہ قیامت کی نشانیاں کیا جاتا ہے جو کہ سرے سے ہی غلط ہے۔جب ان الفاظ کا ترجمہ قیامت کی نشانیاں کیا جاتا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت اللہ سبحان وتعالیٰ خود لائیں گے اس کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہلے سے ہی ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے جب آئے گی تو اس کے آنے سے پہلے اس دور کی پہچان کے لیے کچھ نشانیاں ہیں جب یہ نشانیاں نظر آجائیں تو قیامت آئے گی۔اس میں سب سے بڑا نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ قیامت میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔اس کی وجہ سے نہیں آئے گی بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ خود قیامت لائیں گے اور وہ بے فکر ہو جاتا ہے۔

اشراط جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد شرط ہے عربی میں شرط وجہ کو بھی کہتے ہیں۔

الساعۃ۔کہتے ہیں اس لمحے کو جب کوئی عمل یا شئے وقوع پذیر ہوتی ہے۔مثال کے طور پر آپ نے گاڑی کا ٹینک تیل سے بھر لیا اور مسلسل گاڑی چلانا شروع کر دی اب وہ کون سا لمحہ ہوگا جب تیل ختم ہوگا اور گاڑی اچانک بند ہو جائے گی۔جس لمحے گاڑی اچانک بند ہوگی اس لمحے کو ساعت کہا جاتا ہے۔

جن وجوہات کی بنا پر وہ لمحہ آئے گا جب مجموعی یا بڑی سطح پر دنیا میں اچانک تباہی آئے گی ان وجوہات کو اشراط اور آنے والی بڑی تباہی کو الساعۃ کہا گیا۔

الساعۃ سے مراد صرف وہ الساعۃ نہیں ہے جسے قیامت کہا جاتا ہے یعنی جب دنیا میں حیات کا خاتمہ ہوگا بلکہ اس سمیت اس سے پہلے آنے والی بڑی تباہیاں بھی الساعۃ کہلاتی ہیں۔قرآن مین اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آخری ساعت کو ایک عظیم زلزلہ قرار دیا اور اس سے پہلے بھی کچھ ساعت آئیں گی جن میں سے بہت سی وقوع پذیر ہو چکیں اور اب صرف دو ہی بڑی بڑی ساعت باقی رہ گئی ہیں۔ان میں پہلی القارعۃ اور دوسری آخری اور عظیم ساعت جو ایک عظیم زلزلہ ہوگا جس سے دنیا پر حیات کا خاتمہ ہو

جائے گا جس کے بعد محشر ہوگا۔

اشراط الساعۃ یعنی جن وجوہات کی آخری ساعت عظیم زلزلہ کی صورت میں آئے گی ان بڑی بڑی وجوہات میں سے اور قیامت کے قریب ترین سامنے آنے والی وجہ زمین سے دابہ کا نکلنا ہے۔

دابہ پر بات کرنے سے پہلے ہم قرآن میں جن جن مقامات پر دابہ کا لفظ استعمال ہوا انہیں سامنے رکھتے ہوئے قرآن سے دابہ کو سمجھیں گے اور کیوں نکلے گا سمیت جتنے بھی سولات پیدا ہوتے ہیں ان کو صراحت کیساتھ سمجھیں گے اور ساتھ دابہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کس طرح راہنمائی کی اسے سمجھنے کے لیے روایات سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو بھی سامنے رکھیں گے۔

قرآن میں جن مقامات پر اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ دابہ کا استعمال کیا اور اس کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے۔

وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ . البقرة ۱۶۴

اور جو اتارا اللہ نے بلندی سے پانی سے پس حیات دی اس کیساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد اور پھیلا دیئے اس میں تمام دابۃ سے۔

دَآبَّة . تمام رینگنے والی، چلنے والی، اڑنے والی مخلوقات۔ یہ تمام مخلوقات اللہ سبحان وتعالیٰ کے کارخانے ہیں اسی وجہ سے دابۃ کارخانوں کو بھی کہا جاتا ہے۔

مَوۡتِهَا . اس کی موت۔ موت کہتے ہیں جن ذرات سے شئے وجود میں آئی وہ چھوٹے چھوٹے ذرات جو پوری دنیا میں بکھرے پڑے ہیں۔

فَاَحۡيَا . پس حیا کیا یعنی پس حیات دی۔ حیات کہتے ہیں موت کی صورت میں جو ذرات پوری دنیا میں بکھرے پڑے ہیں

ان کو اکٹھا کر کے شئے کو وجود دینا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ . الانعام ۳۸

اور نہیں دابۃ سے زمین میں اور نہ اُڑنے والے جو اُڑتے ہیں اپنے پروں سے مگر امتیں ہیں تمہاری ہی طرح، نہیں فرط کیا ہم نے کتاب میں کسی شئے سے پھر یہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔

مَا فَرَّطْنَا . نہیں فرط کیا ہم نے، فرط۔ جو بھی کام کیا اس کے کرنے میں کہیں نہ کہیں رائی برابر بھی کسی نہ کسی خامی کا رہ جانا جس سے بعد میں کام میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

طٰٓئِر . ہر وہ شئے جو فضا میں تیرتی ہے

بِجَنَاحَيْهِ . جناحیہ کیساتھ، جناحیہ. ہر وہ شئے جس سے فضا میں تیرنے کی صلاحیت حاصل ہو جسے اُردو میں پر کہا جاتا ہے۔ پروں کیساتھ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا .

ھود ۶

اور نہیں دابۃ سے زمین میں مگر اللہ پر ہے اس کا رزق اور وہ علم رکھتا ہے اس کی موت رزق کی صورت میں جہاں جہاں بکھری پڑی ہے اور جہاں جہاں دوبارہ موت کے بعد بکھر جائے گا۔

رِزْقُهَا . رزق کہتے ہیں ان اجزاء کو خوراک کی صورت میں اکٹھا کرنے کو جس سے کوئی شئے وجود میں آتی ہے۔

مُسْتَقَرَّهَا . رزق یعنی جس سے کوئی شئے وجود میں آئی گی وہ اجزاء کہاں کہاں پر بکھرے پڑے ہیں

مُسْتَوْدَعَهَا . اجزاء سے شئے کے وجود میں آنے کے بعد اس شئے کی موت (یعنی وفات کے بعد دوبارہ ان ذرات میں تبدیل ہوجانا جن سے وہ شئے وجود میں آئی) کے بعد ان ذرات یا اجزاء کا زمین و آسمان میں دوبارہ بکھر جانے کا مقام کہ وہ کہاں کہاں پر ہیں اور جب انہیں اکٹھا کر کے دوبارہ حیات دی جائے گی تب کہاں کہاں ہوں گے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ . النحل ۴۹

اور اللہ ہی کے لیے سجدے میں ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہیں چلنے پھرنے والی، رینگنے والی، اُڑنے والی مخلوقات سے اور ملائکہ اور وہ نہیں اپنی بات یا مرضی وغیرہ کو اس کے حکم پر ترجیح دے کر خود کو بڑا کہنے والے۔

يَسْجُدُ . سجدے میں ہے۔ سجدہ یعنی خود کو کسی دوسرے کے حوالے کر دینا، ہر حالت میں خوشی یا ناخوشی میں صرف اور صرف اسی کی بات ماننا۔

وَّالْمَلٰٓئِكَةُ . ملائکہ جمع کا صیغہ ہے جس کا واحد ملک اور اس کا مادہ لاک ہے۔ لاک کے معنی لہروں، پیغام رسانی کرنے والی لہروں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والوں کے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں میں تین طرح کی مخلوقات کو خلق کیا۔ پہلی نور سے، دوسری مادے سے اور تیسری آگ سے۔ نور سے ملائکہ کی تمام اقسام، مادے سے انسان سمیت تمام مادی مخلوقات اور آگ سے جنوں سمیت تمام آگ سے خلق کی گئی مخلوقات۔

مادے اور آگ سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے مختلف مخلوقات کو خلق کیا لیکن نور سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے صرف ملائکہ کو خلق کیا۔

ملائکہ کی لاتعداد اقسام ہے۔ ملائکہ کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کے نظام کو چلانے پر معمور کیا ہوا ہے۔

يَسْتَكْبِرُوْن. اپنے طور پر کسی دوسرے کے حکم، بات یا مرضی پر اپنی مرضی کو ترجیح دے کر خود کو بڑا ثابت کرنے والے۔ مثلاً اگر آپ کسی کو کوئی کام کرنے کے لیے حکم دیں کہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق کام کرے لیکن وہ آپ کی مرضی کے بجائے اپنی مرضی کے مطابق کام کر کے خود کو آپ سے کسی بھی لحاظ سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا . فاطر ۴۵

اور اگر پکڑ کرتا اللہ انسانوں کو ساتھ اس کے جو وہ کسب کرتے ہیں نہیں چھوڑتا جس پر اس کا کسب ظاہر ہوتا چلنے پھرنے، رینگنے اور اُڑنے والی مخلوقات سے اور لیکن موخر کرتا ہے انہیں اجل مسمیٰ تک۔ پس جب آجائے ان کی اجل پس اس میں کچھ شک نہیں اللہ تھا اپنے غلاموں کے ساتھ دیکھتا۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

. النحل ۶۱

اور اگر اللہ پکڑتا لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے تو نہ چھوڑتا اس پر کوئی بھی چلنے پھرنے، رینگنے اور اُڑنے والی مخلوق اور لیکن وہ موخر کرتا ہے جو اس نے اجل مقرر کی ہوئی ہے تک، پس جب آ جائے اجل انکی نہیں انہیں اس سے موخر کرتا لمحہ بھر بھی اور نہ آگے بڑھاتا ہے۔

بِظُلْمِهِمْ. ان کے ظلم کیساتھ یعنی ان کے ظلم کی وجہ سے۔ ظلم کہتے ہیں کمی کرنے کو۔ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے پیچھے آیت میں واضع کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے کتاب میں یعنی تمام مخلوقات کو خلق کرنے میں رائی برابر بھی کوئی خامی یا لاپرواہی نہیں کی کہ جس سے اندیشہ ہو کہ مخلوقات میں خرابیاں ہوں گی اور نتیجۃً وہ تباہی کا شکار ہوں۔ انسان پر یہ سب واضع کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے کتنا پیچیدہ ترین نظام بنایا ہے اگر اس میں کوئی خرابی کر دی جائے تو تباہیاں آئیں گی اس لیے انسان کو جس مقصد کے لیے خلق کیا اس پر وہ مقصد بھی واضع کر دیا اور اس مقصد کو پورا کیسے کرنا ہے وہ بھی انسان پر واضع کر دیا اور بتا دیا کہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے تمہیں جو ہدایات دی گئی ہیں ان میں رائی برابر بھی کمی نہ کرنا۔ اگر کمی کی تو اس کے نتیجے میں فساد ہوگا اور فساد کے نتیجے میں سزا کی اللہ کے عذاب یعنی سزا کی صورت میں تباہیاں آئیں گی جو زمین پر باقی مخلوقات کو بھی اپنی لپیٹ میں لیں گی۔

انسان کے اس ظلم کے نتیجے میں اگر اللہ سبحان وتعالیٰ اس کی فوراً پکڑ کرتا یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ انسان کے فساد کرنے میں اصلاح کرنے والوں کی صورت میں رکاوٹ ڈالنے والے کھڑے نہ کرتا خواہ وہ تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں تو زمین پر مخلوقات میں سے کچھ بھی نہ رہتا سب کچھ اپنے انجام کو پہنچ چکا ہوتا۔ لیکن چونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسی گنجائش رکھ دی جس کی وجہ سے انسان کو ڈھیل مل جاتی ہے اور وہ اللہ سے سرکشی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ مواخذہ کرتا ہے یعنی پکڑتا ہے تب اللہ کی طرف سے پکڑ کا نہ کوئی لمحہ پیچھے ہوتا ہے اور نہ آگے بڑتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا

يَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. النور ۴۵

اور اللہ نے خلق کیا تمام چلنے پھرنے، رینگنے، اُڑنے والی مخلوقات کو پانی سے، پس ان میں سے کچھ اپنے پیٹ پر چلتے ہیں، اور ان میں سے کچھ دو ٹانگوں پر اور ان میں سے کچھ چار پر، خلق کرتا ہے اللہ جیسا اس کا قانون یعنی قدر میں کر دیا۔ اس میں کچھ شک نہیں اللہ ہر شئے پر قدیر ہے۔

يَشَآءُ. اسے ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً جیسے ایک گاڑی بنائی جاتی ہے تو سب سے پہلے مکمل گاڑی کا نقشہ بنایا جاتا ہے پھر اس نقشے کے مطابق ہر پرزہ بنایا جاتا ہے۔ اور پھر تمام پرزوں کو جوڑ کر گاڑی تیار کی جاتی ہے۔ اب اگر گاڑی میں کوئی پرزہ خراب ہو جائے تو اس کی جگہ بلکہ اسی طرح کا پرزہ ہی لگایا جا سکے گا نہ ہی اس سے چھوٹا، نہ ہی بڑا حتیٰ کہ اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہ ہوگی۔ البتہ اگر کوئی ایسی گنجائش نہ رکھ دی جائے جس کے مطابق بعد میں اس میں کوئی اضافہ کرنا ممکن ہو۔ جو ممکن ہوگا وہی ہو سکے گا اس کے علاوہ گاڑی کسی تبدیلی، کمی یا زیادتی کی متحمل نہیں ہوگی۔ اس طرح گاڑی کا ایک قانون وضع ہو گیا یعنی کہ گاڑی کو قدر کے ساتھ خلق کیا اور اگر گاڑی کی قدر یعنی جس طرح علم حکمہ سے گاڑی کو خلق کیا اس کے خلاف اس میں کوئی اقدام کیا جائے گا تو گاڑی خرابی اور تباہی کی طرف جائے گی۔ یہ عربی میں شاء کہلاتا ہے۔ کہ جو نظام وغیرہ وضع کر دیا جو اس میں گنجائش رکھ دی وہی اور اسی کے مطابق ہوگا اور جس کی گنجائش نہیں رکھی وہ نہیں ہو سکتا اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ نظام یا خلق وغیرہ میں فساد ہوگا جس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں نکلے گا۔

یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کو قدر کے ساتھ خلق کیا۔ قدر میں جو کچھ بھی ہو سکنے کی گنجائش رکھ دی جیسے پیچھے گاڑی کی مثال سے سمجھا گیا وہ شاء کہلاتا ہے۔

۸۱

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. العنکبوت ۶۰

اور کتنی ہی چلنے پھرنے، رینگنے، اُڑنے والی مخلوقات سے نہیں اٹھائے ہوئیں اپنا رزق، اللہ انہیں رزق دیتا ہے اور صرف وہی تمہیں بھی، اور وہی ہے السمیع العلیم

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ اس لیے کہا کہ دابہ میں سے جتنے بھی ہیں کوئی اپنا رزق اٹھائے ہوئے نہیں یعنی اپنا رزق خلق کرنے کی ذمہ داری اس پر نہیں بلکہ اللہ نے ہر ایک کے رزق کی ذمہ داری اللہ پر ہے اور اللہ اس سے غافل نہیں تھا بلکہ اللہ نے ہر ایک کا رزق نہ صرف خلق کیا بلکہ احسن خلق کر رہا ہے۔ اس لیے کہا کیوں کہ انسان ایسا کرے گا انسان اللہ کے خلق کیے ہوئے رزق کی بجائے خود سے خلق کرے گا اور اللہ پر بہتان عظیم باندھے گا اپنے اعمال سے کہ نعوذ باللہ، اللہ کو تو علم ہی نہ تھا کہ ہمارے لیے کیا فائدہ مند اور کیا نقصان دہ ہے اس لیے ہم خود اپنا رزق جس میں ہمارا فائدہ ہیں خلق کر رہے ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ط وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ. لقمان ۱۰

خلق کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے دیکھو گے تم اور ڈال دیں زمین میں چوٹیاں کہ ہلے نہ تمہارے ساتھ اور پھیلا دیں اس میں تمام کی تمام چلنے پھرنے والی، رینگنے والی اور اُڑنے والی مخلوقات۔ اور اُتارا آسمان سے پانی پس اُگایا اس میں تمام کریم جوڑوں سے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ . سباء ۱۴

پس جس مقصد کے لیے فیصلہ کیا ہم نے اس پر موت کا نہ راہنمائی کر سکا ان کی اس کی موت پر مگر دابہ کھا گیا اس کی

سہارے کے لیے ٹیک لگانے والی چھڑی۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ . الشوریٰ ۲۹

اوراس کی آیات سے ہیں آسمانوں کا خلق کرنا اورزمین کا اور جو پھیلا دیں ان میں چلنے پھرنے والی، رینگنے والی اوراُڑنے والی مخلوقات سے، اوروہی ہے انہیں جمع کرنے پر قدیر جب اس کا قانون ہوگا۔

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ . الجاثیہ ۴

اورتمہاری خلق میں اور جو پھیلا دیں چلنے پھرنے والی، رینگنے والی اوراُڑنے والی مخلوقات سے، آیات ہیں یقین کرنے والی قوم کے لیے

الحمدللہ ہم ان آیات سے لفظ دابہ کو بہت ہی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ دابہ کیا ہے۔ دابہ ہر اس مخلوق کو کہتے ہیں جو اپنی ٹانگوں پر چلتی پھرتی ہے، پیٹ کے بل رینگتی ہے، ہوا میں اُڑتی ہے۔

جیسے اس لفظ کا استعمال اس آیت میں ہوا۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ . سباء ۱۴

دابہ اس کیڑے کو کہا گیا جو لکڑی کھاتا ہے۔ اس کیڑے میں تینوں حصوصیات پائی جاتی ہے ایک وقت اس پر آتا ہے جب یہ پیٹ کے بل رینگتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس پر ایک وقت آتا ہے جب اس کے پر نکل آتے ہیں تو یہ اُڑنا شروع کر دیتا ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب اس کی ٹانگیں مکمل ہو جاتی ہے تو اس کے پر ختم ہو جاتے ہیں اور یہ ٹانگوں پر چلتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا اس کیڑے کا دابہ کے طور پر قرآن میں ذکر کرنا غیر معمولی بات ہے۔ ویسے تو باقی آیات میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے

کھول کر واضح کر دیا کہ دابہ وہ ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں، جو ٹانگوں پر چلتے ہیں اور پھر ایک آیت میں اُڑنے والوں کا بھی ذکر کیا۔ یعنی دونوں لحاظ سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے لفظ دابہ کی وضاحت کر دی۔ انسان دو ٹانگوں پر چلتا ہے تو اس کا بھی شمار دابہ میں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ لکڑی کھانے والے کیڑوں میں تینوں اقسام پائی جاتی ہیں۔ رینگنے والے، چلنے والے اور اڑنے والے۔

تصویر میں لکڑی کھانے والے کیڑے کی تصاویر دیکھئے۔

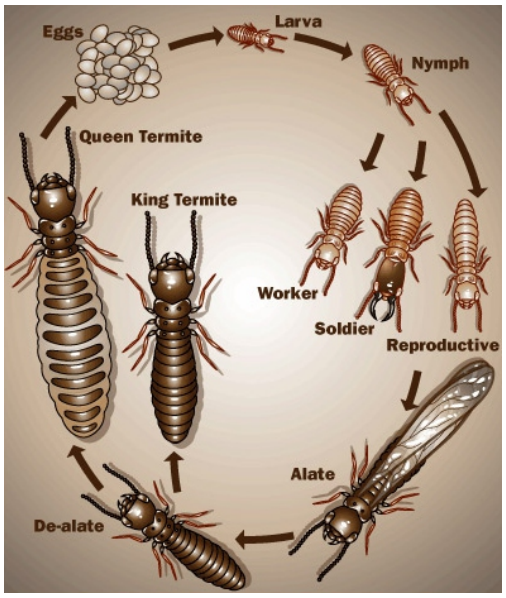

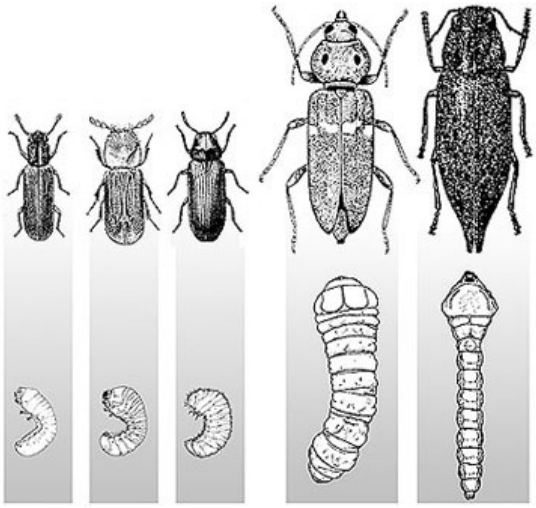

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ . النمل ۸۲

اور جب واقع ہو جائے گا ان پر جو کہا گیا تھا نکالیں گے ہم ان کا دابہ زمین سے، وہ اپنے عوامل کے ذریعے ان سے کلام کرے گا، اس میں کچھ شک نہیں کہ الناس تھے ہماری آیات کیساتھ نہیں یقین کرنے والے۔

تُكَلِّمُهُمْ. شروع میں ''ت'' کا استعمال ہو گیا جس کی وجہ سے معنی یہ بن جائے گا کہ پیچھے موجود عوامل کے ذریعے کلام کرے گا۔ اگر لفظ کے شروع میں ''ت'' کا استعمال نہ ہوتا تو لفظ كَلِّمُهُم ہوتا جس کے معنی براہ راست کلام کرنا کے ہوتے۔ آیت میں یہ نقطہ انتہائی اہم ہے اگر ہم نے اس پر توجہ نہ دی تو ہم بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو کر دابہ کے کلام کرنے کو نہیں پہچان سکیں گے۔

کَلِّمُھُم. جیسے ہم ایک دوسرے سے براہ راست بات کرتے ہیں اس طرح براہ راست بات کرنا۔

تُکَلِّمُھُم. مثال کے طور پر آپ ایک گاڑی انتہائی لاپرواہی سے چلا رہے ہیں اور آپ کی یہ حرکت ہی کلام کر رہی ہوگی کہ اسطرح گاڑی چلانے سے خراب ہو جائے گی یہ تُکَلِّمُھُم کہلائے گا۔

پہلی چھ تباہ ہونے والی قوموں پر بھی قول واقع ہو چکا جس کا ذکر اللہ سبحان وتعالیٰ درج ذیل آیات میں کر رہے ہیں۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ج اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ.

السجدہ / فصلت ۲۵

اور مقرر کر دیئے ہم نے ان کے لیے ساتھی پس مزین کرتے تھے ان کے لیے جو کچھ ان کے درمیان ہاتھ کے اور جو ان کے پیچھے تھا اور حق ہو گیا ان پر قول اُمتوں میں تحقیق گزر چکیں ان سے پہلے جنوں اور انسانوں سے، اس میں کچھ شک نہیں تھے وہ خسارے والے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ . الاحقاف ۱۸

یہی ہیں جن پر حق ہو گیا قول امتوں میں تحقیق گزر چکیں ان سے پہلے جنوں اور انسانوں سے۔ اس میں کچھ شک نہیں تھے خسارے والے۔

جو کچھ ان کے ہاتھوں کے درمیان یعنی ان کی پہنچ میں تھا اور جو کچھ پیچھے یعنی ان کی پہنچ میں نہیں تھا ان سے چھپا ہوا تھا سب ان کے لیے مزین کر دیا گیا۔ جب یہ سب ان کے لیے مزین کر دیا گیا تو وہ اس کے دھوکے میں آ گئے یعنی اس کے دجل کا شکار ہو

گئے۔یعنی اللہ کا قول یہی ہے جو بار بار اللہ نے کہا کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کیساتھ خلق کیا۔حق کیساتھ خلق کرنا کیا ہے اس کو جاننے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو اپنی ہی ذات میں غور وفکر کرنے کا حکم دیا کہ جیسے تمہیں خلق کیا گیا بلکل یہی مثال آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کی ہے۔اس لیے اگر کسی بھی مخلوق میں چھیڑ چھاڑ کی، زمین میں آسمانوں میں فساد کیا تو ساعت آئے گی یعنی تباہی آئے گی۔الحمدللہ پیچھے اس کی مفصل وضاحت گزر چکی ہے۔

اور جب اللہ کی ان آیات پر ایمان لانے کی بجائے کذب کیا جائے گا یعنی فساد کیا جائے گا تو پھر ساعت آئے گی اللہ کا امر آئے گا اللہ کا وعدہ آئے گا جو صفحہ ہستی سے مٹا کر دنیا و آخرت میں رسوا کر دے گا۔اللہ سبحان وتعالیٰ دابہ والی آیات میں بلکل واضع کر دیا کہ اللہ نے کسی بھی شئے میں فرط نہیں کیا یعنی کائنات میں سب مخلوقات کو احسن خلق کیا ان کی جو جو ضروریات تھیں سب کچھ خلق کر دیا کہیں بھی کوئی لاپرواہی نہیں کی جس کی وجہ سے تمہیں کچھ خود سے کرنا پڑے۔کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اللہ کی خلق کی ہوئی ضروریات کو ٹھوکر مار کر خود سے احسن خلق کرنے کے دعوے کرتے پھرو اگر ایسا کیا تو پھر کائنات میں فساد ہوگا تباہیاں آئیں گی یہ ہے اللہ کا قول۔لیکن جب یہ اسے تسلیم ہی نہیں کرتے اور پہلی قوموں کی روش اختیار کر رہے ہیں تو پھر جیسے ان قوموں پر اللہ کا قول واقع ہوا اسی طرح اس آخری قوم پر بھی قول واقع ہوگا۔

واقع ہونے والا قول کون سا ہے اسے جاننے کے لیے ہمیں اللہ سبحان وتعالیٰ کی دابۃ کے زمرے میں بیان کی گئی تمام آیات کو سامنے رکھنا پڑے گا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس زمرے میں کیا کہا اور قول واقع کیوں اور کیسے ہوتا ہے اس کا جواب بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں دے دیا۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا. النمل ۸۵

اور ہوگا قول واقع ان پر ساتھ جو ظلم کیا۔یعنی انسان کے ظلم کی وجہ سے قول واقع ہوتا ہے۔

انسان کو دابۃ کے حوالے سے ہر طرح سے آگاہ کر دیا کہ اسے اللہ سبحان وتعالیٰ کیسے خلق کرتے ہیں جیسا کہ بذات خود انسان کا شمار بھی دابۃ میں ہے۔کہ انتہائی پیچیدہ ترین نظام قائم کیا ہوا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس میں رائی برابر بھی کوئی اسی گنجائش نہیں چھوڑی جس سے کوئی خرابی اور تباہی کا خدشہ ہو۔اور واضع کر دیا کہ یہ پیچیدہ ترین نظام اس کا متحمل ہے ہی نہیں کہ اس

میں کوئی بھی تبدیلی کی جائے۔اور اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس کے پاس علم ہو کہ اس میں خرابی کیسے نہیں ہوگی یعنی کیسے کوئی بھی اس نظام میں بگاڑ پیدا کرنے سے بچے گا اس کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے سب پر واضع کر دیا کہ انہوں نے کیا کیا ذمہ داری ادا کرنی ہے جب تک سب اللہ کی غلامی کرتے رہیں گے اپنی رائی برابر بھی مرضی استعمال نہیں کریں گے تب تک تو ٹھیک رہے گا لیکن جیسے ہی کوئی اپنی مرضی استعمال کرے گا تو پھر تباہیاں آئیں گی۔اس لیے انسان کو بھی اپنی غلامی کا حکم دے دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان جب آسمانوں اور زمین میں کچھ جان لے تو اپنی مرضی استعمال کر کے اللہ کے مقابلے پر آ کھڑا ہوا گر ایسا ہوگا تو پھر اللہ سبحان وتعالیٰ اس کا دابۃ نکالیں گے جو اپنے عوامل کے ذریعے کلام کرے گا۔

آیت میں الفاظ اخرجنا کے ہیں نہ کہ یشاء کے ہیں۔یہ نقطہ انتہائی غور وفکر کرنے والا ہے اگر تو لفظ یشاء کا ذکر ہوتا تو اس کا مطلب تھا کہ اس کی اللہ کے قانون میں گنجائش تھی اور اللہ کے قانون کے مطابق خلق ہوا جیسا کہ ہم قرآن کی ان آیات میں دیکھ سکتے ہیں۔

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ. المائدہ ۱۷، النور ۴۵، القصص ۶۸، الروم ۵۴، الزمر ۴، الشوریٰ ۴۹

خلق کرتا ہے اللہ جیسے اس کا قانون ہے

یعنی جیسے قدر رمیں کر دیا۔یعنی قدر میں جو قانون وضع کر دیا اس کے مطابق اس سے ہٹ کر خلق نہیں کرتا

اللّٰهُ يَخْلُقُ مَايَشَآءُ . آل عمران ۴۷

اللہ ہی ہے جو خلق کرتا ہے اپنے قانون کے مطابق۔

یعنی اللہ کے علاوہ اور کوئی ایسا ہے ہی نہیں جو اللہ کے قانون کیمطابق خلق کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔جب اللہ کے علاوہ اور کوئی ایسا ہے ہی نہیں تو پھر جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہ نکلے گا۔

اللہ خلق کرتا ہے جیسا اس نے قدر میں کر دیا یعنی قدر میں جو قانون وضع کر دیا اس کے مطابق اس سے ہٹ کر خلق نہیں کرتا لیکن اخرجنا یعنی ہم نے نکالا اس کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان مقامات پر غور وفکر کرنا پڑے گا۔

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ

يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْد . فصلت ۵۳

عنقریب دیکھائیں گے ہم انہیں اپنی آیات بلندیوں میں اوران کی اپنی ذاتوں میں یہاں تک کہ ان کے لیے ان کے ذریعے سب کچھ ہر لحاظ سے کھل کر واضع ہو جائے گا کہ اس میں کچھ شک نہیں وہ حق ہے یعنی انہیں جو کہا جاتا تھا کہ اللہ کی آیات میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو اگر اللہ کے علاوہ الٰہ ہوں گے تو کائنات میں سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا یہ نہیں مانتے تھے اور انہوں نے وہی سب کیا تو پھر یہ اپنے کرتوتوں کا نہ صرف نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے بلکہ اس سے پہلے جلد ہی ان پر سب کچھ کھل کر واضع ہو جائے گا کہ ہاں حقیقت تھی جو انہیں کہا جاتا تھا کہ اللہ کی آیات کا کفر نہ کرو ان میں چھیڑ چھاڑ نہ کرو۔ کیا نہیں کافی ساتھ تیرے ربّ کے کہ اس میں کچھ شک نہیں وہ ہر شئے پر شہید ہے گواہی دے رہا ہے یعنی آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے ہر شئے اللہ کی طرف سے کھول کھول کر یہ واضع کر رہی ہے کہ بہت جلد تباہی آنے والی ہے انسان کے کرتوتوں کی وجہ سے۔ آج دنیا کے جو حالات ہیں جو ہر شئے عیب دار ہو چکی ہے وہ اسی وجہ سے ہے جو انسان اللہ کے ساتھ شریک بن بیٹھا اس کے کاموں میں شریک ہوا اس کی آیات میں چھیڑ چھاڑ کی۔

کہ اللہ انہیں اپنی آیات دکھائیں گے تو آج جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح اللہ انہیں آیات دیکھا رہے ہیں۔ یعنی ان کی اپنی جدوجہد ہی اس کے پیچھے ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انہیں وہ تمام وسائل خود خلق کر کے نہیں دیئے۔ اللہ کا یہ کہنا کہ ہم ایسا کرتے ہیں یا کریں گے اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ نے ہی قدر میں اس کی گنجائش رکھی اگر قدر میں اللہ ایسا نہ کرتا تو یہ کبھی بھی ایسا نہیں کر سکتے تھے حتیٰ کہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے ایسا کرنے کا۔ اس سے بھی واضع ہو جاتا ہے کہ اگر ان کے اپنے اقدامات کو ہٹا دیا جائے تو اللہ انہیں نہیں دیکھائیں گے تب ہی دیکھائیں گے جب یہ خود وہاں تک پہنچیں گے۔

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا . الکھف ۵۹

ہلاک کیا ہم نے انہیں جب انہوں نے ظلم کیا

یعنی اگر وہ ظلم نہ کرتے تو ہلاک نہ کیا جاتا۔ جہاں بھی اللہ نے یہ کہا کہ ہم نے نکالا یا ہم نے ہلاک کیا وہاں اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی عوامل ضرور موجود ہوتے ہیں اگر وہ عوامل نہ ہوں تو اللہ ایسا نہیں کرتے۔ مثلاً اگر ہم قرآن میں اخرجنا کو تلاش کریں تو ہمیں قرآن میں تیرا مقامات پر لفظ اخرجنا کے استعمال ہونے والی آیات ملیں گی۔ ان تمام مقامات پر اخرجنا کے پیچھے کچھ نہ کچھ عوامل ہیں اگر ان عوامل کو ہٹا دیا جائے تو اخرجنا کی نفی ہو جاتی ہے۔ اب اگر عوامل ایسے ہوں گے جن کی قدر میں اللہ نے گنجائش رکھی تو اس سے نکلنے والی شئے بے عیب اور اللہ کے قانون کیمطابق ہوگی لیکن اگر پیچھے عوامل ایسے ہوں جو قدر میں نہیں جو اللہ کے وضع کیے ہوئے قانون کے متصادم ہیں تو وہاں نکلنے والی شئے اللہ کے غضب کی وجہ سے نکلے گی جیسے اللہ نے کہا کہ ہم نے انہیں ہلاک کیا ان کو اللہ نے کیسے ہلاک کیا اس کی وضاحت بھی ہم قرآن سے ہی لے لیتے ہیں۔

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ. البقرة ۲۸۴

اور وہ عذاب (سزا) دیتا ہے جیسے اس نے قدر میں کر دیا یعنی اپنے قانون کیمطابق۔

جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کو قدر سے خلق کیا تو پھر وہ اللہ کی مخلوقات یا آسمان اور زمینیں کسی ایسے کام کی یا تبدیلی وغیرہ کی متحمل ہی نہیں جو اللہ نے قدر میں نہیں کیا یعنی جس کی اللہ نے قدر میں گنجائش نہیں رکھی۔ اس لیے انسان جب ایسے کام کرے گا جن کی قدر میں گنجائش نہیں تو پھر فساد اور اس کے نتیجے میں تباہی آتی ہے جو اللہ کا عذاب ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے ہی قدر میں ایسا کر دیا کہ اگر اس کی مرضی کے خلاف اس کی کائنات میں کچھ حرکت کی جائے گی تو اس کا نتیجہ یہی قدر میں کر دیا اور پھر جو اللہ نے قدر میں کر دیا وہی ہوتا ہے اور ہوگا۔ اس لیے یوں جو بھی ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو بھی ہوتا ہے اس میں اللہ کی رضا شامل ہو۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ نے قدر میں کر دیا لیکن اللہ کی رضا صرف اسی میں شامل ہوتی ہے جس میں صرف تعریف ہو اور جس میں کوئی عیب، نقص، خرابی وغیرہ ہو اس میں اللہ کی رضا نہیں بلکہ اللہ کا غضب شامل ہوتا ہے اس لیے ہمیں یہ فرق ضرور ذہن میں رکھنا ہوگا۔

اس کے علاوہ ایک اور بات جو انتہائی معنی خیز اور غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے اگر اسے بھی ذہن میں نہ رکھا گیا تو ہم بات کو سمجھ نہیں پائیں گے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں لفظ اخرجنا کا استعمال کیا نہ کہ خلقنا۔ اگر تو خلقنا کا لفظ آیا ہوتا تو اس کا مطلب تھا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ وہ دابہ خلق کریں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہے آیت میں اس کے برعکس اخرجنا کے الفاظ

ہیں جس کا مطلب بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ نکالیں گے اللہ لیکن خالق اللہ نہیں ہوں گے۔اس دابہ کا خالق انسان خود ہوگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قانون میں اس دابے کے نکلنے کی گنجائش رکھ دی مگر وہ اللہ کی مرضی اور اللہ کے قانون کے خلاف نکلے گا۔ جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے سے اس کا جوڑا بنایا اسی طرح خلق کا بھی جوڑا ہے۔اگر خلق قانون کیمطابق ہوگی تو عیوب سے پاک ہوگی اور اگر خلق قانون کے خلاف ہوگی تو خرابیاں وتباہیاں آئیں گے۔

تو زمین سے دابۃ اللہ سبحان وتعالیٰ اسی وقت نکالیں گے جب انسان فساد میں اس حد تک بڑھ جائے گا کہ اب قدر میں دابۃ کا وجود میں آنا ناگزیر ہے۔اگر انسان ترقی کے نام پر اللہ سے بغاوت اور اس کے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ نہ کرے تو دابۃ بھی نہ نکلے اس سے یہ واضع ہو گیا کہ دابۃ کے نکلنے میں اللہ کی رضا نہیں ہے بلکہ اللہ کا غضب شامل ہے اور جس میں اللہ کا غضب ہو وہ کام اللہ کی مرضی سے نہیں بلکہ اس کی مرضی سے ہوتا ہے جو اللہ کے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تا کہ اسے اپنے کیے کا بدلہ ملے اور اس پر حق کھل جائے اور اپنا انجام دیکھ کر ہیبت زدہ رہ جائے۔

جب پہلے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسا کوئی دابۃ نہیں نکالا جو انسان کی سرکشی کے انتہا پر جانے سے نکالیں گے تو اس کا مطلب ہے یہ دابۃ انسان کی سرکشی ہی کا مظہر ہوگا۔کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو گنجائش رکھ دی اسی کے مطابق وہ نکالا جائے گا۔اس کا کلام کرنے سے مراد یہ نہیں کہ وہ باقاعدہ زبان سے ہم کلام ہوگا جیسے انسان ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں۔ بلکہ کلام کو سمجھنے کے لیے بھی اللہ کے دابۃ کو سامنے رکھنا ہوگا۔اللہ کے دابۃ میں کتنی مخلوقات ہیں جو انسان سے کلام کرتی ہیں؟

صرف انسان ہی ہے اس کے علاوہ اس طرح کلام نہیں کرتے جیسے انسان ایک دوسرے سے کلام کرتا ہے لیکن اگر کوئی جاندار ایسی حرکت کرے جس کے انجام کا انسان کو علم ہو تو اس جانور کی وہ حرکت انسان سے کلام کہلائے گا۔

اس لیے یہ جو دابۃ کلام کرے گا یہ بنیادی طور پر انسان کے کسب کا نتیجہ ہوگا یعنی اللہ کے مقابلے پر انسان کی تخلیق ہوگی۔اللہ سبحان وتعالیٰ نے بتا دیا کہ اللہ کا دابہ اس کا غلام ہے اسی کے لیے سجدے میں ہے رائی برابر بھی اپنی مرضی نہیں کرتا جس سے اللہ کا وضع کیا ہوا ہر سطح پر پیچیدہ ترین نظام قائم ہے لیکن جب انسان اللہ کے مقابلے پر اپنے ہاتھوں سے اپنا دابہ خلق کرے گا تو ایک وقت آئے گا جب انسان پر حقیقت کھل جائے گی کہ اب اس کے دابۃ کے وجہ سے ان کا انجام اس کے سر پر آ پہنچا ہے اور کوئی جائے پناہ نہیں۔انسان کا دابۃ دنیا میں فساد ہی اتنے بڑے پیمانے پر پھیلا چکا ہوگا کہ انسان پر دن میں صاف مطلع میں سر پر آئے سورج کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ اب اس کا انجام کیا ہے۔

یہی دابۃ کا انسان سے کلام کرنا ہوگا کیونکہ انسان اس وقت نام نہاد ترقی کے نام پر فساد کرتا ہوا علم میں اتنا آگے جا چکا ہوگا کہ

اس پر اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے فساد کا انجام اس سے چیخ چیخ کر اس کے انجام سے آگاہ کرے گا یہی اس دابۃ کا کلام ہوگا۔

کیا وہ دابۃ نکل آیا ہے یا ابھی نہیں، اگر نکل آیا ہے تو کہاں ہے؟

ان سوالات سمیت پیدا ہونے والے باقی تمام سوالات کے جوابات جاننے کے لیے ہمیں سب سے پہلے اللہ سبحان وتعالیٰ کے دابۃ کے بارے میں مزید جاننا ہوگا۔ کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے جو دابۃ خلق کیا اس کے مقاصد کیا ہیں۔

جیسا کہ پیچھے گزرنے والی آیات میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ واضع کر دیا کہ ہر وہ شئے جو چلتی پھرتی ہے، رینگتی ہے، اُڑتی ہے وہ سب کی سب دابہ ہیں۔

اب اگر ہم اللہ کے دابۃ میں غور وفکر کریں اور جانیں کے ان کی تخلیق کے مقاصد کیا ہیں تو ہم پر واضع ہوگا کہ انسان کو اللہ نے اپنے نائب کے طور پر خلق کیا۔ جانوروں میں بعض ایسے ہیں مثلاً گدے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ انہیں سواری کے لیے، سامان کو ادھر ادھر منتقل کرنے کے لیے وغیرہ۔

اب وہ دابۃ جو قیامت کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ قیامت کے قریب انسان کے سرکشی کی انتہا تک پہنچ جانے پر اسی کے کسب کے نتیجے میں نکالیں گے جو انسان سے کلام کرے گا اس کے بعد سرکشوں کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی تو وہ کب کا نکل چکا۔ لیکن نظر اس لیے نہیں آ رہا کیونکہ اب وہ اتنا وضع ہو چکا ہے کہ انسان کے نزدیک اس کے بارے میں سوچنے کا وقت ہی نہیں اسے اس کے بارے میں خیال ہی نہیں آتا کہ اسے جب میرے ربّ نے خلق نہیں کیا تو یہ اس دنیا میں کیا کر رہا ہے۔

جیسے صبح صبح جب سورج نکل رہا ہوتا ہے تو سورج کو ہر آنکھ با آسانی دیکھ سکتی ہے لیکن جب سورج مکمل روشن ہو جاتا ہے تو پھر اسے دیکھنا ناممکن حد تک مشکل ہو جاتا ہے۔ بلکل اسی طرح دابۃ الارض کا معاملہ ہے کہ وہ اتنا واضع ہو چکا ہے کہ ہر ایک کی زندگی کا حصہ بن چکا ہے

اس لیے اس کے بارے میں کسی کو احساس تک نہیں۔

ہم ایسا کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ایک فہرست تیار کرتے ہیں جس میں دابہ کے نام لکھتے ہیں۔ یعنی ان تمام مخلوقات کے نام لکھتے ہیں جو چلتی پھرتی ہیں، رینگتی ہیں، اُڑتی ہیں۔ یہ ایک لمبی فہرست بنے گی جس میں تمام کے تمام چلنے پھرنے والے، رینگنے والے اور اُڑنے والے جاندار آ جائیں گے اس کے علاوہ جہاز، گاڑیاں، ٹرینیں، ٹرامیں، موٹر سائیکل وغیرہ بھی آ جائیں

گے۔

اب ہم نے اس لسٹ میں یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ سارے کا سارا دابہ اللہ کا خلق کیا ہوا ہے یا نہیں۔ یہ جاننے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں ہماری راہنمائی کر دی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ. النور ۴۵

اور اللہ نے خلق کیا تمام کا تمام دابہ پانی سے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے بتا دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنا سارے کا سارا دابہ پانی سے خلق کیا۔ یعنی اس فہرست میں دیکھیں کہ کیا سب کا سب دابہ پانی سے خلق کیا ہوا ہے یا اس کے علاوہ بھی ہے۔ اس میں جو پانی سے خلق کیا ہوا دابہ ہے اسے نکال دیں کیونکہ اس کا خالق اللہ ہے۔ باقی اگر کچھ نہ رہے تو اس کا مطلب ہے کہ ابھی دابہ نہیں نکالا گیا۔ اور اگر باقی کچھ موجود ہے اور وہ پانی سے خلق کیا ہوا نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ دابہ نکل چکا۔ جو ہمارے سامنے موجود ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے سواری کے لیے گدھے، گھوڑے اور اُونٹ وغیرہ کی صورت میں دابۃ خلق کیا لیکن انسان نے جب اللہ کے مقابلے پر اتر آیا تو اس نے اللہ پر افتراء کرتے ہوئے اس کا شریک ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے دو ٹانگوں والا سائیکل، موٹر سائیکل، تین ٹانگوں والا رکشہ وغیرہ، چار ٹانگوں والی رنگ برنگی کاریں اسی طرح بسیں اور مختلف گاڑیاں، ٹرین، ٹرامیں، جہاز وغیرہ خلق کر لیے۔

ایک طرف اللہ کا پانی سے خلق کیا ہوا دابۃ اُڑنے والے پرندے ہیں تو دوسری طرف سرکش جن وانس نے اللہ کے مقابلے پر اپنا دابۃ خلق کر لیا۔ جہازوں، ہیلی کاپٹروں واُڑن تشتریوں وغیرہ کی صورت میں اور مزید دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

ایک طرف سواری اور سامان کی منتقلی کے لیے اللہ کا دابہ، گدھے، گھوڑے، اونٹ، خچر ہیں تو دوسری طرف انسان کا دابہ تمام اقسام کی موٹر سائیکلیں، گاڑیاں، ٹرینیں اور ٹرامیں وغیرہ ہیں۔

اسی طرح غور فکر کرتے جائیں۔ اللہ کا دابۃ جو اللہ کا غلام تھا جس کی وجہ سے کائنات کے پیچیدہ ترین نظام میں کوئی خامی نہ تھی نہ کوئی ایسا اندیشہ تھا لیکن وہیں سرکش جنوں اور انسانوں نے اللہ کے غلام دابۃ کو اپنے خلق کیے ہوئے دابۃ سے بدل دیا جو دن

رات آسمانوں اور زمین میں فساد کبیر کرتا جا رہا ہے جس کا انجام بہت جلد انسان کے سامنے آنے والا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب انسان کے اس دابے کی وجہ سے ہونے والے فساد کبیر کا نتیجہ انسان پر بلکل واضح ہو جائے گا اور اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی تب یہ تسلیم کرے گا ہاں اے اللہ تیرا کلام حق تھا لیکن تب کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں دابہ کی پہچان

تخرج الدابة فتسم الناس على خراطيمهم، ثم يغمرون فيكم ، حتى يشترى الرجل الدابة، فيقال: ممن اشترت؟ فيقول: من الرجل المخطم. مسند احمد

فتسم. ف ت سم.

ف. پس یعنی ہوگا ہی ہوگا۔

ت. پیچھے جو بھی عوامل ہیں ان کے ساتھ یا ان کی وجہ سے۔

سم. زہر، ایسا زہر جس سے انسانوں سمیت تمام جانداروں کے جسم میں بیماریاں وخرابیاں پیدا ہوں جو سب کے لیے موت کا سبب بنے۔

خراطیم۔ کاربن کے اخراج والا سوراخ، پائپ وغیرہ،۔سائلنسرز، چمنی وغیرہ۔ انسان جہاں سے کاربن خارج کرتا ہے یعنی ناک اسے بھی خراطیم کہتے ہیں۔

يغمرون. غمر سے ہے جس کے معنی بھر جانے، ہر طرف ایک شئے کے پھیل جانے، مکمل ہو جانے وغیرہ کے ہیں۔

المخطم. زہریلی آب وہوا، بدبو، نقصان دہ جراثیم وغیرہ سے حفاظت کی خاطر ماسک یعنی ناک پر کچھ ایسی شئے کا پہنے ہونا جس کے ذریعے سے آب وہوا میں موجود زہریلے مادوں، نقصان دہ جراثیموں وبدبو وغیرہ سے بچا جا سکے۔

خطم. ماسک، گیس ماسک۔ دھویں، زہریلی آب وہوا، دھول اور نقصان دہ جراثیموں وغیرہ سے حفاظت کی خاطر ناک پر پہنا جانے والا ماسک۔

رسول اللہ ﷺ کے وقت دھول مٹی سے بچنے کے لیے ناک ڈھانپنے کی غرض ماسک کی طرح منہ پر جو کپڑا لیا جاتا تھا اسے خطم کہا جاتا تھا یا گائے، اونٹ، بکری وغیرہ کے منہ پر جو ماسک اس غرض سے چڑھا دیا جاتا تھا کہ وہ جانور کا دودھ نہ پی جائیں۔ اور جانوروں کو مٹی کھانے یا گند کھانے سے بچانے یا فصلوں سے حفاظت کی خاطر انہیں کھلا چھوڑتے وقت ان کے منہ پر جو ماسک پہنا دیا جاتا تھا اسے خطم کہا جاتا تھا۔

تصاویری معنی۔

جن عوامل سے دابہ نکلے گا پس ان عوامل اور دابہ اپنے کاربن کے اخراج والے سوراخوں سے انسانوں پر ان کی کاربن کی اخراج کی جگہیں یعنی ناکیں زہر آلود کر دیں گے۔ پھر وہ بھر جائیں گے تم میں یعنی ہر طرف دابہ پھیل جائے گا اور اس کا زہر بھی پھیل جائے گا اور انسان بھی سب ایسے ہی ہوں گے جو اس زہر آلود آب و ہوا میں سانس لے رہے ہوں گے ہر طرف ایسا ہی ماحول بن جائے گا۔ یہاں تک کہ کوئی مرد دابہ خریدے گا۔ اسے کہا جائے گا کہ کس سے خریدا۔ وہ کہے گا اس سے جس نے ناک پر ماسک پہنا ہے۔

دابہ من الارض کو سمجھنے کے لیے یہ روایت بہت ہی لاجواب ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے موجودہ وقت، موجودہ معاشرے کو چند الفاظ میں ایسے بیان کر دیا جیسے کہ کسی شئے پر بہت تفصیل سے بات کر کے اسے سمجھایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ صرف اور صرف انہیں لوگوں کو فائدہ دے سکتے ہیں جو حقیقت میں مومن ہیں جو فتنہ دجّال کو جان کر اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بھی درحقیقت ایسے ہی اللہ کے غلاموں کے لیے ہیں جن پر دجّال کی حقیقت اور وقت کے تقاضوں کو سمجھنے میں مشکل ہو تو ان پر ان چند الفاظ کے ذریعے ساری حقیقت منکشف ہو جائے۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جس دور میں ہم رہ رہے ہیں اس کے بڑے بڑے شہر بلکل وہی نقشہ پیش کر رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔

جہاں سے دابہ کا اخراج ہو رہا ہے یعنی جن عوامل سے دابہ خلق کیا جا رہا ہے ان جگہوں کی ناک سے یعنی ان کے کاربن کے اخراج والے سوراخوں سے جو مادے گیسوں کی شکل میں خارج ہو رہے ہیں انہوں نے آب و ہوا کو زہر آلود کر دیا۔ اسی طرح دابہ کے کاربن کے اخراج والے پائپوں، سوراخوں، چمنیوں سے بھی وہی زہر نکل کر آکسیجن کو زہر آلود کر رہا ہے جو نہ صرف انسانوں بلکہ زمین پر پوری حیات کے لیے بیماریوں اور اموات کا سبب بن رہا ہے۔

تصاویر کی زبان سے راہنمائی لیں۔

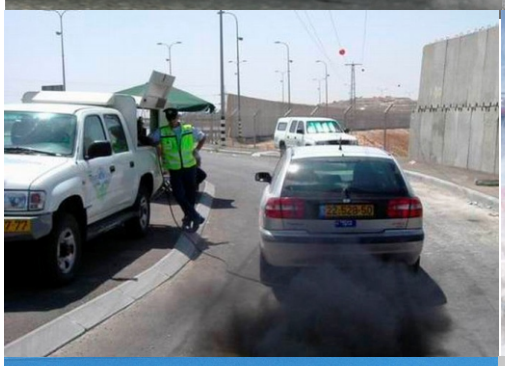

دابہ اور جہاں دابہ تیار ہوتا ہے ان کی خراطیم یعنی ناکوں سے نکلنے والے زہریلے ذرات سے بھرپور دھویں نے آج پوری دنیا کو نہ صرف اس زہریلے دھویں سے بھر دیا بلکہ انسانوں کی ناکیں ان پر زہ آلود کر دیں۔ ہم تصاویر میں مختلف شہروں میں دھواں بھرا ہوا دیکھ سکتے ہیں۔ اور دابہ کے خارج کردہ اسی زہریلے دھویں نہ دنیا میں ہر سال لاکھوں اموات ہو رہی ہیں۔ تقریباً ہر انسان کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہے۔ اور اس کے علاوہ زمین پر تمام کی تمام حیات کے لیے زہر قاتل بن چکا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: بئس الشعب جياد؟ تخرج الدابة فتصرخ فيسمعها من بين الخافقين. طبرانی

الشعب. دشوارگزار پہاڑی رستے، گہری گھاٹیاں، پکھڈنڈیاں، پہاڑی درے، گھنے جنگلات والے دشوارگزار پہاڑی سلسلے وادیاں، شاخوں نمارستے، تنگ رستے، سرنگ نمارستے، دروازے وغیرہ۔

تصویری معنی۔

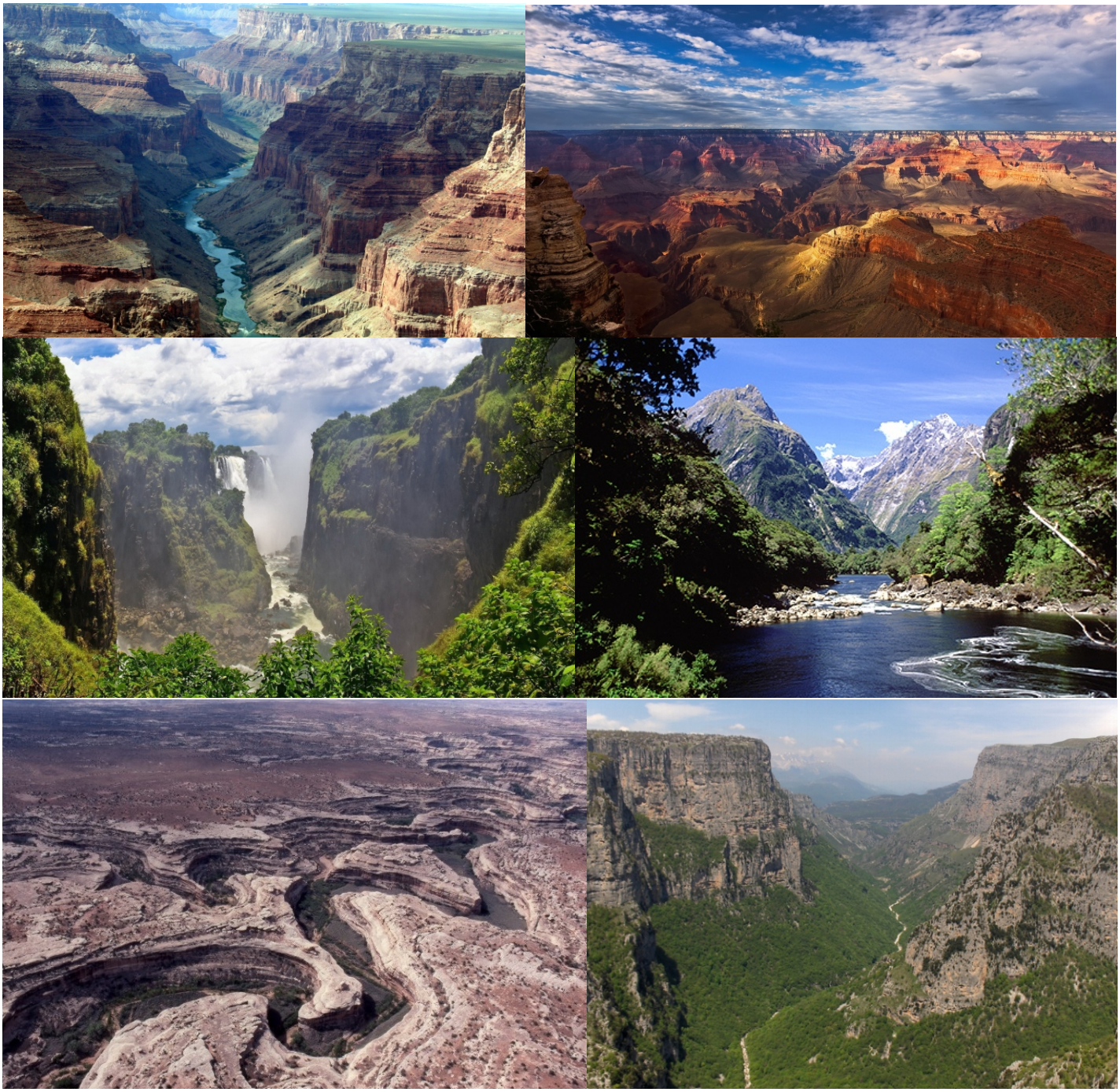

جیاد. انتہائی تیز رفتار آرام دہ سواریاں

صرخ. بہت اونچی گرج دار آواز پیدا کرنا جسے قریب سے سننا کانوں کے لیے تکلیف دہ ہو۔

اتنا اونچی آواز میں چیخنا کہ سننے والے کے کان میں درد ہو۔

اچانک پرتشدد ہوا کا سخت طوفان ایک مقام سے پیدا ہونا۔

انتہائی اونچی دہشت ناک آواز نکالنا۔

انتہائی اونچی دہشت ناک اور مسلسل آواز نکالتے رہنا۔

خافق. کسی ہوا میں پروں سے اُڑنے والی شئے کا اُڑنا یا نیچے اُترنا۔ دونوں میں سے ایک مقام۔

خافقین. کسی بھی ایسی شئے جو پروں سے ہوا میں اُڑتی ہے اس کا زمین سے اوپر اُڑنا اور نیچے اُترنا۔ یعنی اس کا اُڑنا اور نیچے اترنا۔ (Take off and landing)

رسول الله ﷺ قال: بئس الشعب جياد؟ تخرج الدابة فتصرخ فيسمعها من بين الخافقين. طبرانی

انتہائی بری ناپسندیدہ ہیں دشوار گزار پہاڑی رستوں، پہاڑی دروں، تنگ اور دشوار رستوں، کٹھن اور مشکل ترین رستوں، جنگلات نما وادیوں، شاخوں نما رستوں، گہری گھاٹیوں میں یا پر چلنے والی دروازوں والی آرام دہ پرسکون انتہائی تیز رفتار سواریاں؟ وہ سواریاں دابہ نکلے گا پس وہ ایسے سفر کے لیے انتہائی گرجدار، دہشت ناک آواز اور ہوا کا پرتشدد طوفان پیدا کرے گا پس اس کی آواز سن لیں گے جو اس پروں سے اُڑنے والے کے اُڑنے کے مقام سے نیچے اُترنے کے مقام کے درمیان ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے قرب قیامت کے حوالے سے جو بھی راہنمائی کی اس میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کیے جو ایک تو وسیع المعنی ہیں اور دوسرا وہ بہت ہی گہرائیوں اور وسعتوں والے ہیں۔ ایک ایک لفظ گویا کہ لاتعداد صفحات پر مشتمل ایک ایک کتاب ہو۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی جتنی بھی گہرائی میں جانے کی کوشش کی جائے وہ کم ہے لیکن اس کے باوجود یہ چند الفاظ آج کی حقیقت کو ایسے کھول کر بیان کر رہے ہیں کہ جیسے رسول اللہ ﷺ آج ہمارے درمیان موجود ہیں اور وہ آگاہ کر رہے ہیں۔ یہ ایسے الفاظ ہیں جو قرآن کی طرح ہر دور کے لیے اپنے اندر راہنمائی سموئے ہوئے ہیں۔

آج ہمارے لیے سمجھنا بلکل بھی مشکل نہیں کہ وہ کون سی سواریاں ہیں جو ایسے دشوار گزار رستوں پر تیز رفتاری سے سفر کرتی ہیں اور ان میں بہت ہی آرام دہ پرسکون سفر ہوتا ہے۔ پھر وہ سواریاں دروازوں والی بھی ہیں۔ ایسی خصوصیات کی حامل تمام سواریوں کو رسول اللہ ﷺ نے دابہ کہا ہے۔ جو قیامت کی اشراط میں سے ایک شرط تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ ایسے مشکل، دشوار گزار ترین علاقوں، رستوں پر سفر کرنے والی سواریاں وہ دابہ ہوگا جو قرب قیامت نکلے گا۔ پھر جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بلکل کھول کر واضع کر دیا کہ دابہ کیا ہے جس میں ٹانگوں پر چلنے والے، پیٹ کے بل رینگنے والے اور اسی طرح فضا میں اُڑنے والے سب کے سب جاندار اللہ کے دابہ ہیں جن میں انسان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ وہ سب تو اللہ کا دابہ ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں کہا کہ ہم نے اسے پانی سے خلق کیا۔ کس کس مقصد کے لیے خلق کیا ان میں غور وفکر کرنے سے وہ سب بھی واضع ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ ان میں گدھے، گھوڑے، اونٹ وغیرہ سواری کے ذرائع تھے۔ لیکن آج وہ سب تو ناپید ہونے کے قریب چلا گیا۔ تو پھر آج جو کچھ ان کے متبادل کے طور پر موجود ہے وہ سب کیا؟

دو دو، تین تین، چار چار یا اس سے زائد پاؤں یعنی ٹائروں پر چلنے والی گاڑیوں کی صورت میں، زمین پر رینگنے والی ٹرینوں، ٹراموں کی صورت میں، ہوا میں اُڑنے والے جہازوں و ہیلی کاپٹروں وغیرہ کی صورت میں اسی طرح سمندروں میں تیرنے والے جدید ترین بحری جہازوں کی شکل میں؟

یہ سب کیا ہے؟

اسی کو تو رسول اللہ ﷺ نے دابہ من الارض کہا اور اسی کو تو قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بھی دابہ من الارض کہا۔ یہی تو وہ سواریاں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے ایک ایک لفظ پر پوری اترتی ہیں۔ انتہائی آرام دہ، پرسکون اور تیز رفتار۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے پھر دابہ من الارض سے جو سب سے اوپر ہے اس کی بھی کھول کر صراحت سے وضاحت کر دی۔

وہ کون سی پروں سے اُڑنے والی شئے ہے جو انتہائی گرج دار، دہشت ناک، کانوں کو پھاڑ دینے والی آواز اچانک پیدا کرتی ہے اور مسلسل وہی آواز نکالتی ہے اور جب آواز نکالتی ہے تو ہوا کا انتہائی تیز پرتشدد طوفان پیدا ہوتا ہے۔ اسے کے اُڑنے اور

واپس زمین پر اُترنے کے درمیان جتنے بھی لوگ آتے ہیں اس کے آواز سنتے ہیں۔

اگر آج ہم غور کریں تو شک کی رائی بھی نہیں رہتی کہ یہ آج کے موجودہ جہاز ہیں ان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ الفاظ انہیں پر پورے اترتے ہیں جس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ہم انتہائی خطرناک وقت میں موجود ہیں۔ قیامت ہمارے سر پر آ چکی ہے اور یقیناً جو لوگ آج دنیا میں موجود ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جو اگر مومن نہ ہوئے تو قیامت کو اپنی زندگیوں میں دیکھیں گے۔

یہی جہاز کا انجن جب اسٹارٹ ہوتا ہے تو ایک تو اچانک گرج دار اور دہشت ناک آوز پیدا ہوتی ہے اور دوسرا وہ سامنے سے ہوا کو لیکر پیچھے کو اتنی تیزی سے نکالتا ہے کہ اگر کوئی گاڑی یا انسان وغیرہ اس کے پیچھے کھڑے ہوں تو انہیں اُڑا دے۔ اور اگر کوئی شئے اس کے انجن کے سامنے آجائے تو اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یوں یہی جہاز پر تشدد طوفان بھی پیدا کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے تو رائی برابر بھی کسر نہیں چھوڑی صراحت میں لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب کوئی بھی انسان ان اشیاء کے بارے میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس وقت ان اشیاء کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال انتہائی غیر معمولی ہے یہ کسی بھی سطح پر کسی معجزے سے کم نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ الفاظ صرف اور صرف وہی انسان استعمال کرسکتا ہے جس نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔

رسول الله ﷺ قال: يقبض الله العلماء ويقبض العلم منهم فينشاء احداث ينزو بعضهم على بعض نزو العير على العير. طبرانی

احداث. ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب

نزو. ایک شئے کا دوسری پر سوار ہونا۔ جیسے جانور، چرند، پرند وغیرہ جنسی حاجت پوری کرنے کی غرض سے ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں۔ کچھ تو اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر سوار ہوتے ہیں تو کچھ بھاگتے ہوئے آتے ہیں اور اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر سوار ہوتے ہیں اسے نزو کہا جاتا ہے۔

تصویری معنی۔

اسی طرح یہ بھی ذہن میں ہونا لازمی ہے کہ بعض جانور جیسے گدھا، گھوڑا وغیرہ ایسے ہیں جو دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور اچانک اگلی ٹانگیں اٹھا کر جنسی حاجت پوری کرنے کے لیے مادہ پر سوار ہو جاتے ہیں اور اسی طرح واپس نیچے اتر جاتے ہیں اسے عربی میں نزو کہا جاتا ہے۔

العیر . قافلہ، سواریوں کا قافلہ۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت اور موجودہ ایجادات سے پہلے تجارت، سفر، حج وغیرہ کی غرض سے اونٹوں کے جو قافلے چلتے تھے انہیں العیر کہا جاتا تھا اس کے علاوہ گدھوں، گھوڑوں کے قافلوں کو بھی العیر کہا جاتا تھا۔ یا کسی بھی قسم کے قافلے کو بھی العیر کہا جاتا تھا۔

تصویری معنی۔

احداث ینزو بعضھم علی بعض

ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب وغیرہ ایک دوسرے پر اس طرح چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سوار ہوتے ہیں۔

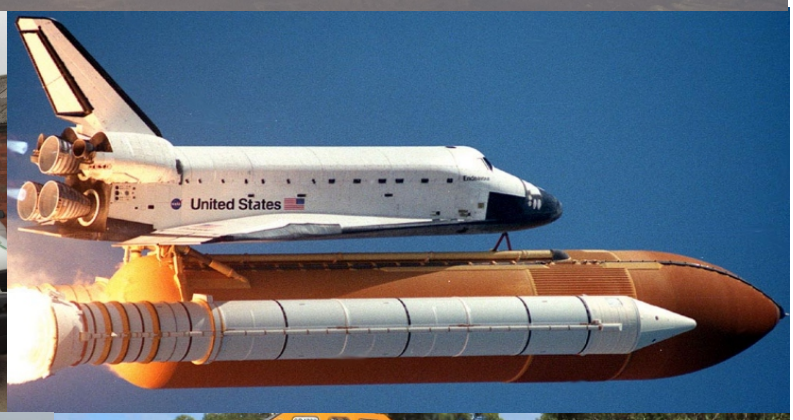

رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج طرح طرح کی ایجادات، آفات، مصائب، حادثات ایسے آرہے ہیں گویا کہ ایک دوسرے پر چڑ رہے ہوں۔

احداث العیر علی العیر

ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب کے قافلوں پر قافلے۔

احداث نزو العیر علی العیر

ایجادات، واقعات، حادثات، جدت، آفات، مصائب وغیرہ کے قافلوں پر قافلے ایک دوسرے پر ایسے چڑھیں گے جیسے جانور جنسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں۔

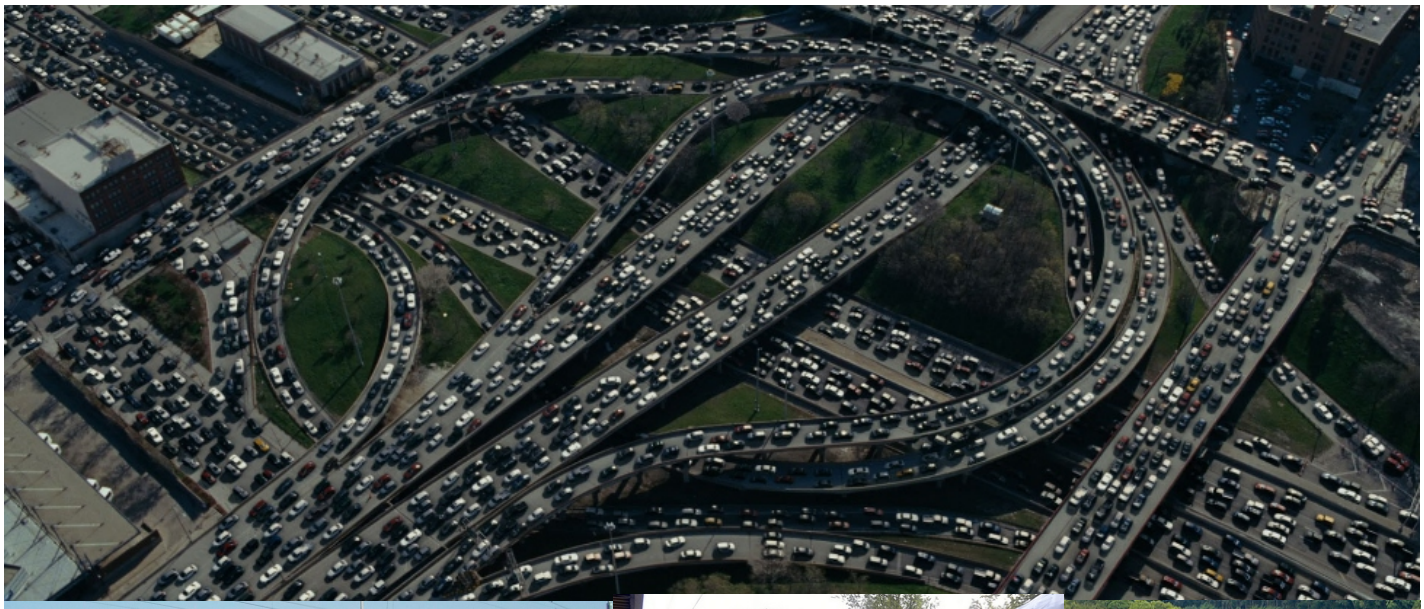

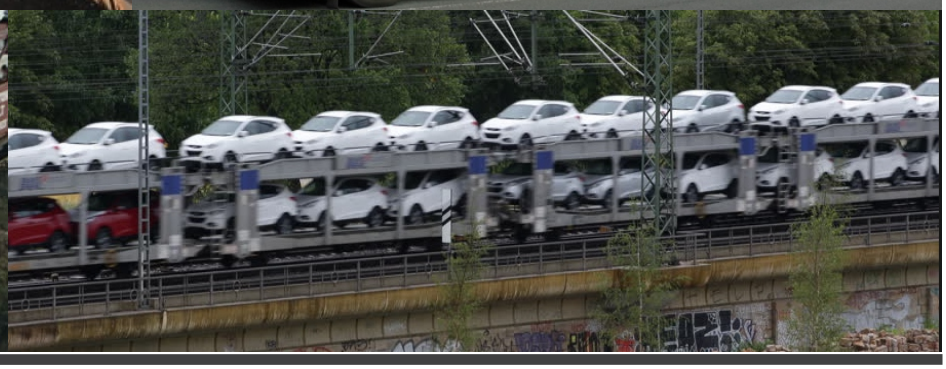

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة من شعب، فيمس راسها السحاب، ورجلاها فی الارض ما خرجتا، فتمر بالانسان يصلی، فتقول : ما الصلاة من حاجتک. فتخطمه. نعیم بن حماد، طبری

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلے گا دابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے، پس اس کا سر چھوئے گا بادلوں کو، اور جن پر وہ چلتا ہوگا (جیسے انسان ٹانگوں پر چلتا ہے) یعنی ٹانگیں اس کی زمین میں ہوں گی جو وہ نکلے گا دشوار گزار پہاڑی دروں، گھاٹیوں، گہری کھائیوں وغیرہ سے۔ پس گزرے گا انسان صلی کر رہا ہوگا پس دابہ کہے گا کیا ہے صلاۃ تیری حاجت سے یعنی صلاۃ تیری حاجت کو پورا نہیں کر سکتی۔ پس اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔

صلی، صلاۃ. صلاۃ کے معنی پیچھے کتاب میں گزر چکے ہیں اور ان شاء اللہ صلاۃ پر پوری کتاب بھی موجود ہے صلاۃ کے نام سے اس میں صلاۃ کی پوری تفصیل موجود ہے۔ آج صلاۃ سے مراد جو لیا جاتا ہے وہ صلاۃ نہیں ہے بلکہ وہ رکوع و سجود ہیں جو صلاۃ کا ایک چھوٹا سا جزو ہے۔ اس کا مادہ صل ہے جس کے معنی جس شئے کا جو بھی مقام ہے اس کے مقام پر رکھنا۔ صلی کرنا کہتے ہیں جس شئے کا جو مقام ربّ نے تعین کر دیا شئے کو اسی مقام پر رکھنا۔ جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے گدھے، گھوڑے، اونٹ وغیرہ سواریٰ کے لیے اور سامان کی منتقلی کے لیے خلق کیے۔ جو بھی انسان اللہ سبحان وتعالیٰ کو اپنا ربّ تسلیم کرے گا تو وہ صرف زبان سے نہیں بلکہ پھر وہ صلاۃ قائم کرے گا صلی کرے گا یعنی جب سفر کی حاجت پیش آئے گی یا سامان وغیرہ ادھر ادھر منتقل کرنے وغیرہ کی تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کی اس حاجت کو پورا کرنے کے لیے گدھے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ خلق کیے تو وہ انسان اپنی ایسی حاجت اللہ کے خلق کیے ہوئے ہی انہی ذرائع سے پوری کرے گا انہیں انہی کے مقام پر رکھے گا یہ کہلاتا ہے صلی کرنا۔ صلی کرنے سے صلاۃ قائم ہو جاتی ہے یعنی ہر شئے اپنے اپنے مقام پر آ کر فساد ختم ہو جاتا ہے اور ہر شئے خرابیوں و تباہیوں وغیرہ یا کسی بھی قسم کے نقصان یا تکلیف وغیرہ سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

نکلے گا دابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے۔

آج ہم اپنی آنکھوں سے ایسی سواریاں دیکھ رہے ہیں نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ آج ہر کوئی ایسی سواریوں کو استعمال کر رہا ہے جو ایسے رستوں میں انتہائی پرسکون، آرام دہ اور تیز رفتاری سے سفر کرتی ہیں۔ ہم ان سواریوں کو آسائشوں وسہولتوں یا ترقی کا نام دیتے ہیں لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ اور اس کے رسول اسے دابہ قرار دیتے ہیں۔ وہی دابہ جو اللہ کے قول کے واقع ہونے پر نکلنا تھا۔ جس کی وجہ سے آسمان دخان سے بھر جائے گا اور وہ دخان عذاب الیم کی شکل اختیار کر جائے گا جیسے کہ اس دخان سے طرح طرح کی بیماریاں، تکالیف اور اموات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اس کا راس یعنی اس کی چوٹی بادلوں کو چھوئے گی۔ یہ بھی آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ دابہ میں سوار ہوتے ہیں اور اس سارے منظر نامے سے خود بھی گزرتے ہیں دابے کیساتھ۔ یعنی یہی دابہ جہازوں کی صورت میں جو موجود ہے وہ بادلوں کو چھوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے کہا اس کی رجل یعنی جن پر وہ چلے گا وہ زمین میں ہوں گے وہ نکلے گا ایسے علاقوں سے جن کا پہلے ذکر ہو چکا۔ یہی دابہ زمین پر اپنی رجل یعنی ٹائروں پر چلتا ہے تو اس کے ٹائر زمین میں ہی ہوتے ہیں جیسے کہ طرح طرح کی گاڑیاں ہیں جو ایسے علاقوں سے اپنے ٹائروں پر سفر کرتے ہوئے نکلتی ہیں۔

پس وہ انسان سے گزرے گا تو انسان صلی کر رہا ہوگا یعنی وہ اپنی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اللہ کے خلق کیے ہوئے ذرائع کو ہی استعمال کر رہا ہوگا تو پس کہے گا دابہ کہ نہیں پورا کر سکتی تیری حاجت کو صلاۃ یعنی اگر تو ہر شئے کو اپنے اصل مقام پر ہی رکھے گا جس شئے کو اللہ نے جس مقصد کے لیے خلق کیا اگر تو انہیں انہی کے مقام پر رکھے گا تو ایسا کرنے سے تیری حاجت پوری نہیں ہو سکتی۔

یہاں پہلے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ دابہ کہے گا تو کیسے کہے گا؟ کتاب میں بار بار اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ عربی دنیا کی منفرد ترین زبان ہے اور عربی زبان فطرت ہے۔ کسی کا بھی کچھ کہنا ضروری نہیں کہ زبان سے کہنا ہی کہلائے گا جو کانوں سے آواز کی صورت میں سنائی دے بلکہ اسے ہم ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً آپ آگ جلاتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ اس آگ میں داخل ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیوں کہ آپ کو علم ہے کہ آگ جلا دیتی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یا انسان کو کس نے یہ بتایا کہ آگ جلا دیتی ہے؟ اس اپنی ہی زندگی میں مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ جیسے ایک چھوٹا بچا ہوتا ہے جو ابھی ناسمجھ ہوتا ہے تو اسے اگر زبان سے کہا جائے کہ بیٹا آگ کو نہیں چھونا تو ایسا

نہیں ہے کہ وہ بات مان جائے گا بلکہ جیسے ہی اسے موقع ملے گا وہ آگ کو چھوئے گا اور آگ اسے جلائے گی تو فوراً اس سے دور بھاگے گا۔ اور آئندہ جب بھی اسے آگ نظر آئے گی وہ اس کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ جب تک اسے علم نہیں تھا تب تک اگر کوئی بھی کہتا تو وہ باز آنے والا نہیں تھا لیکن جب اس نے آگ کو چھوا تو اسے علم ہوا کہ یہ تو جلا کر تکلیف دیتی ہے۔ بچے کو یہ علم ہونا آگ کا اس کے ساتھ کلام تھا کہ میں جلانے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور اس کے بعد جب کبھی بھی آگ نظر آئے گی تو فوراً بچے کے ذہن میں آجائے گا کہ یہ جلا دیتی ہے وہ جو آگ کو دیکھ کر ذہن میں آنا ہے وہ اس وقت آگ بچے کو کہہ رہی ہوتی ہے کہ اگر میرے قریب آئے تو جلا دوں گی جس وجہ سے بچہ آگ کے قریب نہیں جاتا۔ عربی میں اسے کہتے ہیں کسی سے کلام کرنا۔ یہی عربی زبان ہی اور کائنات کی ہر مخلوق کی زبان عربی ہے یعنی عربی زبان فطرت ہے۔

اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کو سفر کی حاجت پیش آتی ہے اور اس کے لیے آپ کے سامنے گدھا اور گھوڑا دونوں موجود ہوتے ہیں۔ جب آپ گدھے کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ کے ذہن میں بہت سی باتیں آئیں گی جیسے کہ گدھا سست رفتار ہے اس پر سفر میں کافی وقت لگے گا وغیرہ اور جب آپ گھوڑے کی طرف نظر کریں گے تو گدھے کے برعکس باتیں ذہن میں آئیں گی کہ گھوڑا تیز رفتار ہے سفر جلدی ہو جائے گا وغیرہ تو یہ گدھے اور گھوڑے کا آپ سے بات کرنا تھا۔ گدھے نے آپ سے کہا کہ میں تو سست رفتار ہوں گھوڑے کی نسبت اور گھوڑے نے آپ کو کہا کہ میں گدھے سے تیز رفتار ہوں اس لیے مجھ پر سفر کرو۔

بلکل اسی طرح وہ دابہ بھی جب آئے گا انسان سے گزرے گا تو انسان اس دابے کے بارے میں علم ہوگا اس کی خصوصیات اس کے سامنے ہوں گی تو اس انسان پر اس دابے کی خصوصیات کے ذریعے یہ واضح ہو جائے گا کہ اگر صلی کی یعنی سفر کے لیے اللہ کا خلق کیا ہوا ہی ذریعہ استعمال کیا یعنی سفر کی حاجت کو اس کے اپنے مقام پر رکھا تو یہی ہے صلاۃ قائم کرنا جو کہ اس کی حاجت پوری نہیں کر سکے گی اس وجہ سے کہ دنیا کے حالات کا تقاضہ ہی ایسا ہوگا کہ اگر صلاۃ قائم کی جائے گی یعنی ہر شئے کو اس کے مقام پر رکھا جائے گا تو ایسے انسان کے لیے دنیا جہنم بن جائے گی۔ تو انسان صلاۃ کو چھوڑ دے گا اللہ کے خلق کردہ ذریعے سے اپنی حاجت پوری کرنے کی بجائے دابے کو اختیار کرے گا تو دابہ اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔ اگلی روایت میں چند الفاظ کا اضافہ ہے اس لیے آگے ان الفاظ کو ہی سامنے رکھیں گے۔

رسول الله ﷺ قال: انها تخرج من شعب أجياد، ونها تمس السحاب

وما خرجت رجلاها من الارض. هداية السالک

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلے گا دابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے ساتھ عالی شان، پرسکون، آرام دہ تیز رفتار سواریوں سے۔، پس اس کا سر چھوئے گا بادلوں کو، اور جن پر وہ چلتا ہوگا (جیسے انسان ٹانگوں پر چلتا ہے) یعنی ٹانگیں اس کی زمین میں ہوں گی جو وہ نکلے گا دشوار گزار پہاڑی دروں، گھاٹیوں، گہری کھائیوں وغیرہ سے۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة من شعب بالأجياد، راسها تمس السحاب، وما خرجت رجلها من الأرض، تاتی الرجل، وهو يصلی، فتقول: ما الصلاة من حاجتک؟ ما هذا الا تعوذ أو رياء فتخطمه. الدر المنشور، هداية السالک

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلے گا دابہ دشوار گزار گھاٹیوں، پہاڑی رستوں، گھنے جنگلات والے پہاڑی سلسلوں، گھاٹیوں، کھائیوں، بلند و بانگ پہاڑوں کے درمیان دریاؤں، سرنگوں، مشکل ترین اور کٹھن رستوں، علاقوں وغیرہ سے ساتھ عالی شان، پرسکون، آرام دہ تیز رفتار سواریوں سے۔، پس اس کا سر چھوئے گا بادلوں کو، اور جن پر وہ چلتا ہوگا (جیسے انسان ٹانگوں پر چلتا ہے) یعنی ٹانگیں اس کی زمین میں ہوں گی جو وہ نکلے گا دشوار گزار پہاڑی دروں، گھاٹیوں، گہری کھائیوں وغیرہ سے۔ آئے گا شخص کے پاس اور وہ صلی کر رہا ہوگا پس دابہ کہے گا کیا ہے صلاۃ تیری حاجت سے یعنی صلاۃ تیری حاجت کو پورا نہیں کر سکتی۔ نہیں ہے یہ مگر یہ کہ اس کیساتھ پناہ لی جائے یا دوغلا پن، منافقت ہے پس اس کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔

جیاد. عالی شان، آرام دہ، پرسکون، تیز رفتار مہنگی ترین سواریاں۔

ریاء. دوغلا پن، منافقت، مثال کے طور پر دو انسان جو آپس میں دشمن ہوں اور ایک تیسرا انسان جس کے لیے ان دونوں میں سے دوستی کے لیے ایک کا ہی انتخاب کرنا ہو تو وہ شخص ایک کی بجائے دونوں کو ایسے اپنا دوست بنانے کا دعویٰ کرے کہ جب ایک کے پاس ہو تو اسے کہے یا اس کے سامنے یہ ثابت کرے کہ میں تمہارا ہی دوست و وفادار ہوں اور جب دوسرے سے ملے تو اس کے سامنے بھی ایسا ہی کرے۔

اس روایت کے شروع میں جیاد لفظ کا اضافہ ہے جس کے معنی بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے اس لفظ کے استعمال سے یہ کھول کر واضح کر دیا کہ دابہ جیاد یعنی عالی شان آرام دہ پرسکون تیز رفتار سواریاں ہوں گی۔ اور جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ دابہ کے وقت جو بھی صلاۃ قائم کرے گا تو اس کے لیے دنیا جہنم بن جائے گی تو اکثریت کا زبان سے تو یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ مومن ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہوگی وہ منافقت اختیار کیے ہوئے ہوں گے۔ ایک طرف وہ صلاۃ قائم کرنے کے دعویدار ہوں گے تو دوسری طرف وہ دابہ بھی استعمال کریں گے۔ تو یہی دابہ کہہ رہا ہے کہ صلاۃ نہیں ہے اگر ہے تو وہ یہ کہ صلاۃ پناہ گاہ ہے صلاۃ تو انسان کو ایسی تمام اشیاء سے بچاتی ہے جن میں اللہ کی نافرمانی ہو اور جس صلاۃ کے تم دعویدار ہو وہ تو منافقت ہے نہ کہ صلاۃ زبان سے تو صلاۃ کے دعویدار لیکن عمل اس کے برعکس دجّال کی جنت کے مزے لوٹ رہے ہو۔ پس وہ ایسے انسانوں کے منہ پر ماسک چڑھا دے گا۔ آج وہ ماسک چڑھا ہوا بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہی دابہ جب دھواں چھوڑتا ہے تو آبوہوا کو اتنا زہریلا کر دیا کہ لوگوں نہ بچنے کے لیے منہ پر ماسک چڑھا لیے یعنی یہ ماسک لوگوں نے خود نہیں بلکہ دابہ نے چڑھائے اپنے دھوکے کی وجہ سے۔

آج ہم یہ سب اپنی آنکھوں سے نہ صرف دیکھ رہے ہیں بلکہ انہی حالات و واقعات سے گزر رہے ہیں۔ آج اکثریت اللہ کے دابہ سے اپنی حاجت پوری کرنے یعنی صلاۃ قائم کرنے کی بجائے دجّال کا دابہ استعمال کر رہی ہے اور الٹا فخر کیا جاتا ہے۔ کسی کو اس کا اندازہ ہی نہیں ہے عام لوگوں کا تو معاملہ قدرے مختلف ہے لیکن بڑے بڑے نامور علماء ہونے کے دعویدار جبے و قبے والے بھی دجّال کو اپنا ربّ بنائے ہوئے ہیں سفر کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے اسی دابے پر سوار ہوتے ہیں یہی تو ہے دجّال کو رب بنانا۔ انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کا دل زندہ ہو جس کی آنکھیں ہوں جس کے کان ہوں۔ جس طرف بھی نگاہ دوڑائیں اندھے، بہرے اور مردہ دلوں والے ہی نظر آتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: أنها الدابة التى تخرج عند قيام الساعة تكلم الناس وتسم وجه المومن والكافر. اخبار مكة، هداية السالک

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ وہ ہوگا دابہ جو نکلے گا ساعت کے قیام کے پاس اپنے عوامل سے کلام کرے گا لوگوں سے اور وہ زہر آلود کردے چہرہ مومن کا اور کافر کا۔

تکلم. ت جمع کلم. کلم کلام کرنا اور شروع میں ت کا استعمال یہ واضع کرتا ہے کہ کلام براہ راست نہیں بلکہ اپنے عوامل کے ذریعے کلام کرے گا یعنی اس کی حرکتیں اس کا کلام ہوں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ وہ دابہ ہوگا جو ساعت کے قیام کے پاس نکلے گا۔ ساعت کہتے ہیں اچانک آنے والی تباہی کو جیسے اچانک آنے والا زلزلہ، سیلاب، طوفان، ایسی ہی کوئی بھی بڑی تباہی جو اچانک آجاتی ہے ایسی ہی تباہیاں جب آتی ہیں تو وہ بڑھتے بڑھتے بڑھتی چلی جاتی ہیں یہاں تک کہ اچانک ایک ایسی بڑی تباہی آتی ہے جو تاریخ کا دھارہ یکسر تبدیل کر کے رکھ دیتی ہے اب اس ساعت کی شروعات ہوچکیں عنقریب وہ بڑی ساعت کسی بھی لمحے اچانک آجائے گی۔لیکن ساعت کا یوم شروع ہو چکا آج ہم اپنی آنکھوں سے ایسے زلزلے اور تباہیاں پے در پے آتی دیکھ رہے ہیں۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بار بار واضع کردیا کہ ساعت انسانوں کے اپنے ہی کیے ہوئے فساد کی وجہ سے آئے گی۔ آج انسان نے زمین کی ہر شئے میں فساد کردیا اور بڑی بڑی تباہیاں آرہی ہے آج وہ ساعت اتنی قریب آچکی ہے کہ آج جو لوگ حیات ہیں ان کی اکثریت جو القارعہ میں بچ جائے گی وہ آخری ساعت کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گی جو دنیا میں حیات کا خاتمہ کردے گی ایک عظیم زلزلہ ہوگا۔ تو اسی وقت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا کہ وہ جو نکلے گا وہی دابہ ہوگا۔ آج ہم اس دابہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن کوئی بھی پہچاننے کو تیار ہی نہیں۔ آج اس دابہ نے کوئی مومن ہو یا کافر ہر ایک کے چہرے زہر آلود کردئے ان زہریلے ذرات سے جو یہ دابہ دھویں کی شکل میں خارج کرتا ہے۔

اس دابے کو چھوڑے ہوئے دھویں کی وجہ سے ہی آج آسمان پھٹ چکا، آسمان دھویں سے بھر چکا جو کہ عذاب الیم بن چکا ہے۔اور انہیں وجوہات کی بنا پر آج دنیا کہ اکثر سائنسدان یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ عنقریب زمین پر زندگی کا خاتمہ ہوجائے گا۔

زمین پر زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہی اس دابہ کا کلام کرنا تھا جس کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے اور اس کے رسول محمد ﷺ نے کہا تھا۔

دابہ کا صفا مروہ سے نکلنا۔

رسول الله ﷺ قال: انها تخرج من بين الصفا والمروة. الدر المنشور، هداية السالک

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نکلے گا صف اور مروہ کے درمیان سے۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة من صدعٍ فی الصفا کجری الفرس.

ابن ابی شیبه، نعیم بن حماد، الدر المنشور، ابن ابی حاتم

صدعٍ. زمین کا اس طرح پھٹنا یا پھاڑا جانا کہ زمین اس طرح دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی درمیان خندق نظر آنے لگے۔ یعنی جیسے زمین میں کوئی نہر کھودی جاتی ہے۔

جری. اس کا مادہ جر ہے جس کے معنی ہیں۔ پکھڑ نڈی، لانا، واپس لے جانا، کھینچ کر اپنے اوپر کرنا اور اتار دینا، گھسیٹنا، چلنا۔

جری بہنے کو بھی کہتے ہیں جیسے کشتی پانی میں بہتی ہے اور ایسی سواری کو جو پکھڑ نڈی کی طرح ہو اور اپنے اوپر وزن اٹھا کر چلتی ہو۔ وزن اپنے اوپر رکھتی ہو اور اسی طرح اتار دیتی ہو۔

اور "ک" کے معنی جیسے کے ہیں۔

اس کے علاوہ عربی میں یہ پورا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ کجری جس کے معنی ہیں جس میں عیش و آرام ہو۔

تصویری معنی۔

جیسے تصاویر میں پکھڑ نڈیاں دیکھائی گئی ہیں بلکل اسی طرح کی ایسی سواری ہوگی جو رینگ کر چلے گے جو سواریوں کو اپنے اوپر اٹھا کر لے جائے گی اور واپس لے آئے گی۔ اپنے اوپر سے اتار دے گی

سعودی حکومت آئے دن صفا مروہ میں کچھ نہ کچھ تبدیلیاں کرتی رہتی ہے۔ چند سال قبل یعنی ۲۰۱۲ یا ۲۰۱۳ میں میرے ایک دوست کے عزیز حج کر کے آئے تو اس وقت انہوں نے بتایا کہ صفا مروہ کے درمیان الیکٹرانک بیلٹ یعنی زمین کے برابر بچھی ہوئی الیکٹرانک ایسکیلیٹر چلا دیا گیا ہے۔ لیکن لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ تجربہ کامیاب نہ رہا جس کی وجہ سے اسے ہٹا دیا گیا۔ میں نے اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے سعودی عرب میں موجود کچھ پرانے لوگوں سے سے پوچھا تو مجھے اس بات کی گواہیاں ملیں کہ بلکل ایسا کیا گیا اور انہوں نے صفا مروہ کے درمیان اس شئے کو دیکھا۔ یوں محمد رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق صفا مروہ سے دابہ نکل چکا اور خوبخو بلکل ویسا ہی جیسا محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا۔ اس کے علاوہ سعودی حکومت ایک بار پھر ایسا ہی کچھ کرنے کا سوچ رہی ہے جس سے صفا مروہ کے درمیان پیدل چکر لگانے کی بجائے سواریوں کا استعمال کیا جائے۔ صفا مروہ سے نکلنے والے دابہ کو سمجھنے کے لیے درج ذیل تصاویر دیکھیں۔

سعودی حکومت کا مستقبل قریب میں صفا مروہ کے درمیان دابہ نکالنے والے نئے منصوبے کو بیان کرتی تصویر

دابہ کس مواد سے بنا ہوگا

رسول الله ﷺ قال: الدابة مؤلفة، ذات زغب وريش فيها من ألوان الدواب كلها. الدر المنثور

رسول الله ﷺ قال: الدابة ذات وبر وريش مؤلفة، فيها من كل لون.

الدر المنثور

ان دونوں روایات کو ہم اکٹھا ہی سمجھیں گے۔

ذات. بذات خود، اپنے آپ میں، جس سے بنایا جس سے وجود میں آیا۔

مؤلفة. مختلف اشیاء یا پرزہ جات وغیرہ کا مرکب، مختلف پرزہ جات یا مواد کا بنا ہوا، لکھا ہوا۔

زغب. روئی، اون اور اس طرح کا وہ تمام نرم مواد جس سے صوفے، بیڈ، بستر، کمبل وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور جیسے مختلف جانوروں کے جسم پر ایسے بال ہوتے ہیں جو اُون کی طرح ہوتے ہیں یا درختوں اور پودوں پر ایسا مواد اُگتا ہے جو روئی کی طرح ہوتا ہے۔

ریش. کرسیاں، صوفے وغیرہ۔ جیسے انسان کے جسم پر لباس ہوتا ہے اس طرح کسی بھی شئے کا اس مواد سے ڈھکا ہونا تہہ چڑھا ہونا جس مواد سے بال یا پرندوں کے پنکھ وجود میں آتے ہیں آج اس مواد کو پینٹ کا نام دیا جاتا ہے جب کسی بھی شئے پر کیا جاتا ہے تو باریک سی پلاسٹک کی طرح کی تہہ وجود میں آجاتی ہے جیسے آج گاڑیوں، جہازوں وغیرہ پر جو پینٹ کیا جاتا ہے۔ اور کپڑے یا ایسے مواد سے ڈھکا ہونا۔

لون. رنگ

وبر. ہر طرف سے یا بہت زیادہ یا زیادہ تر حصہ اس مواد سے ڈھکا ہونا تہہ چڑھا ہونا جس مواد سے بال یا پرندوں کے پنکھ وجود میں آتے ہیں آج اس مواد کو پینٹ کا نام دیا جاتا ہے جب کسی بھی شئے پر کیا جاتا ہے تو باریک سی پلاسٹک کی طرح کی تہہ وجود میں آجاتی ہے جیسے آج گاڑیوں، جہازوں وغیرہ پر جو پینٹ کیا جاتا ہے۔

جب ہم ان تمام الفاظ کے معنوں کو ذہن میں رکھ لیں تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دابہ ان اشیاء سے وجود میں آئے گا۔ دابہ بہت سے پرزہ جات، مختلف مواد اور اشیاء کا مرکب ہوگا۔ اس مین نرم نرم کرسیاں صوفے ہوں گے روئی، اون اور اسی طرح کے مواد سے بنے ہوئے۔ ہر طرف سے پینٹ کی تہہ چڑھا ڈھکا ہوا ہوگا۔ اس میں کرسیاں روئی کی طرح کے مواد سے بنی ہوئی اور نرم ملائک کپڑے یا ایسے ہی مواد سے تہہ چڑھی ڈھکی ہوئی ہوں گی۔ اور دابہ ہر رنگ میں ہوگا۔

میں قربان جاؤں اپنے خلیل و مولا محمد رسول اللہ پر۔ آج ان کے الفاظ کے عین مطابق جو کچھ انہوں نے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہا تھا آج وہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ آج ہم اسی وقت میں موجود ہیں آج وہ دابہ ہمارے درمیان موجود ہے۔ ہم کتنے نازک اور خطرناک وقت میں ہیں شاید ہی کسی کو اس کا ادراک ہو۔ عظیم تباہی ہمارے سر پر منڈلا رہی ہے لیکن ہم ہیں کے اندھوں کی طرح چوپائیوں سے بھی کم تر بنے ہوئے ہیں۔ جس کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے فساد کی آخری حد کہا اسے ہم ترقی و خوشحالی کا نام دیتے ہیں۔ جس دابہ کا نکلنا انسان کے لیے خسارہ ہی خسارہ تھا آج وہ نکل چکا لیکن کسی کو کوئی فکر ہی نہیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس سے بھی واضع الفاظ کوئی اور ہو سکتے ہیں اس دابہ کو واضع کرنے کے لیے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ایمان نہ لایا اور عمل صالح نہ کیے تو اس پر اتمام حجت کے علاوہ دوسرا کوئی رستہ نہ ہوگا اور روز محشر اس کے لیے کوئی عذر نہ ہوگا۔

تصاویر کی زبان میں دیکھیں

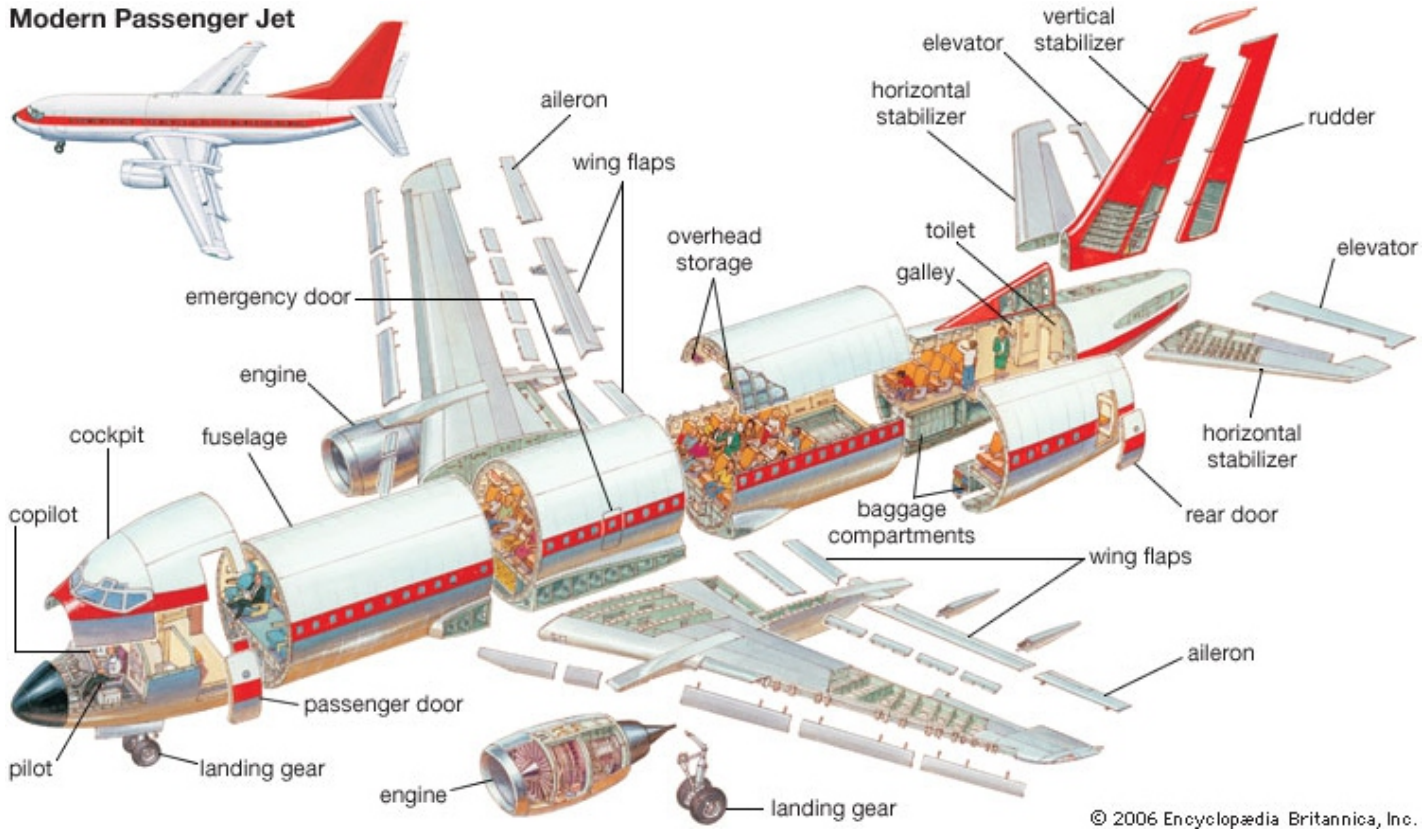
Modern Passenger Jet
vertical stabilizer
elevator
horizontal stabilizer
rudder
aileron
wing flaps
overhead storage
toilet
galley
elevator
emergency door
engine
cockpit
fuselage
horizontal stabilizer
copilot
baggage compartments
rear door
wing flaps
aileron
passenger door
pilot
landing gear
engine
landing gear
© 2006 Encyclopædia Britannica, Inc.

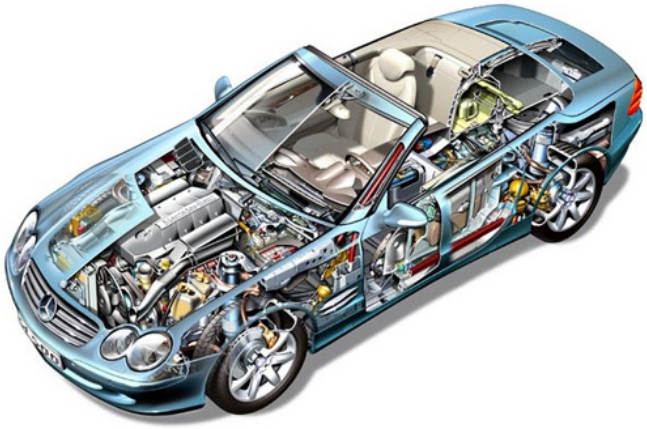

رسول الله ﷺ قال: دابة الارض ذات وبر، تنال رأسها السماء. الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا زمین کا دابہ ہوگا اپنے آپ میں وبر (پینٹ کی تہہ چڑھا ہوا)، اس کا راس یعنی اس کا بلند ترین پوائنٹ ہوگا آسمان۔

آج جتنی بھی ایسی مخلوقات ہیں جو رینگتی ہیں، چلتی ہیں اور ہوا میں اُڑتی ہیں یہ سب کا سب دابہ ہے۔ان میں سے وہ تمام جو پانی سے خلق ہوئی وہ اللہ کا دابہ ہے اور جو باقی بچا جو زمین کے عناصر سے وجود میں آیا جیسے کہ لوہا، تانبہ، پلاسٹک، خام تیل سے بننے والی تمام مصنوعات سے وجود میں آیا حقیقتاً زمین سے نکلا یہ وہ دابہ ہے جس کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا۔اس دابہ کا راس یعنی مجموعی طور پر اس دابہ کا بلند ترین مقام آسمان ہے۔آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اس دابہ میں سے کچھ تو زمین پر چلتے ہیں اور کچھ جو کہ اس کا بلند ترین مقام ہے وہ آسمان میں ہے یعنی خلا میں زمین سے بلند پر۔

رسول الله ﷺ قال: أن رأسها يبلغ السحاب. بهيقى، الدر المنثور

رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ دابہ کا بلند ترین مقام پہنچے گا بادلوں کو۔

کیا کوئی شک رہ جاتا ہے اب بھی دابہ کو پہچاننے میں؟

رسول الله ﷺ قال: (الدابة) تجرهم. ابن كثير

جرح۔ زخمی کرنا، گہرا زخم لگانا، جسمانی نقصان پہنچانا، ٹکر مار کر چوٹ لگانا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا دابہ انہیں زخمی کرے گا، ٹکریں مار کر چوٹیں لگائے گا، انہیں گہرے زخم لگائے گا، انہیں جسمانی نقصان پہنچائے گا۔

اللہ اکبر، آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہے ہیں روزانہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں لوگ

گاڑیوں وغیرہ کے حادثات میں شدید زخمی ہوتے ہیں اوران میں سے کچھ بچ جاتے ہیں اور کچھ موت کا شکار ہوتے ہیں۔ اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ کے عین مطابق دابہ یہی کچھ کر رہا ہے۔

ایک طرف اللہ سبحان وتعالیٰ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف انسان کا بنایا ہوا دابہ سالانہ لاکھوں انسانوں کے قتل کا سبب بنتا ہے۔ لاکھوں کو یتیم کرتا، لاکھوں کو بیوا کرتا ہے۔ لاکھوں ماؤں کی گودیں اجاڑ دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر کوئی اس دابہ کو مسیحا قرار دیتا ہے اس کا صرف ایک ہی رخ دیکھتا ہے۔ یہی تو دجل ہے اور یہی تو دجال ہے کہ جو دنیا و آخرت تباہ کر رہا ہے وہی مسیحا نظر آتا ہے۔ ذرا تصور کریں اگر آپ کا بیٹا، بیٹی، ماں، باپ، بہن یا بھائی وغیرہ اس دابہ کی ٹکر سے موت کا شکار ہو جائے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ کیا آپ کو یہ دابہ مسیحا نظر آئے گا؟ یہی فرق ہے آج پوری دنیا میں خوراک ہے ہی خبیث جسے کھا کر انسان خود غرض ہو چکے ہیں کوئی بھی ایسا نہیں جو خود کو دوسرے کی جگہ رکھ کر اس کا دکھ محسوس کرے جب اپنے سر پر پڑتی ہے تب ہی کچھ نظر آتا ہے ورنہ آج سب ہی اندھے بہرے اور گونگے ہیں۔ سب کے دل مردہ ہو چکے ہیں۔

رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الدابة فيها من كل لون. الدر المنثور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اس میں کچھ شک نہیں دابہ ہوگا اس میں ہر رنگ کا دابہ ہوگا۔

آج یہ دابہ ہر رنگ میں موجود ہے۔جیسا کہ ہم تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: مثل امتی ومثل الدابة حين تخرج كمثل حين بنى ورفعت حيطانه وسدت ابوابه وطرح فيه من الوحش كلها ثم جيءَ بالأسد فطرح وسطها فارتعدت وأقبلت الى النفق تلحسه من كل جانب، كذلک امتی عبد خروج الدابة لايفر منها احد الا مثلت بين عينيه، ولها سلطان من ربنا عظيم. ابو نعيم، الديلمی

دابة. زمین پر تمام کی تمام جاندار مخلوقات مثلا جو ٹانگوں پر چلتے ہیں خواہ وہ انسان ہوں یا جانور، جو رینگتے ہیں، جو اُڑتے ہیں۔لیکن یہ وہ دابہ ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے خلق کیا۔قیامت کے قریب نکلنے والے جس دابہ کا ذکر ہے وہ اللہ کا خلق کیا ہوا نہیں بلکہ وہ انسان کا خلق کیا ہوا دابہ ہے۔دابہ کی قرآن سے تفصیلات پیچھے گزر چکیں۔

حیط. محاصرہ، گھیراؤ، حصار، ایسی جگہ جو ہر طرف سے بند ہو جس کے باہر نکلنا ممکن نہ ہو سوائے اس کے دروازے سے اگر دروازہ موجود ہو تو۔ورنہ اسی کے اندر رہنا ہو۔

سد . مادی یا غیر مادی رکاوٹ۔غیر مادی رکاوٹ کے معنی مادی پر غالب ہیں۔

ابواب. داخل ہونے اور باہر نکلنے کے رستے۔دخول اور خروج کے مقامات۔

طرح. شئے بنا کر اسے لانچ کرنا، شئے بنا کر اسے متحرک کرنا، شئے خلق کر کے اسے کہیں چھوڑ دینا۔

وحش. ایسی عجیب الخلقت مخلوق جو موجود نہ ہو تو تصوراتی مخلوق اور اگر موجود ہو تو بہت زیادہ مشہور و معروف مخلوق۔

ایسی مخلوق جو بے قابو اور ہر طرف سے نقصان پہنچائے۔

ایسی مخلوق جو جہاں موجود ہو اسی کو اتنا فساد زدہ کر دے کہ وہ شئے تباہ ہو جائے۔

ایسی مخلوق جو بے قابو ہو کر ہر طرف کے در و دیوار توڑ دے۔

ایسی مخلوق جو عیب دار ہو۔

ایسی مخلوق جو قوت وزور ہر طرح کی صلاحیتوں میں بہت بڑھ کر ہو۔
ایسی مخلوق جو اپنے وزن اور حجم کے اعتبار سے بہت لمبی، چوڑی، اونچی یا بڑی ہو۔
عجیب الخلقت مخلوق جو خلاف قانون خلق کی جائے۔
ایسی مخلوق جو انتہائی پرخطر یعنی خطرے سے بھری ہوئی ہو۔
ایسی مخلوق جس کے سامنے اس سے پہلے موجود مخلوقات طاقت، زور، صلاحیتوں سمیت ہر لحاظ سے بہت کم اور بے بس ہو جائیں۔
ایسی مخلوق جو جہاں موجود ہو وہاں موجود مخلوقات میں سے طاقتور ترین مخلوق پر بھی غالب آجائے۔
ایسی مخلوق جس کے سامنے شیر صفت بھی چوہے سے کم تر نظر آئے۔

لفظ وحش کے یہ چند معنی ہیں جو غالب ترین معنی ہیں۔ان کے علاوہ وحش لفظ کے معنی بہت وسیع ہیں لیکن ہم نے کوشش کی کہ جو معنی غالب ترین ہیں جو باقی معنوں کا احاطہ کریں وہی بیان کیے جائیں۔

اسد. جس کا باقی سب پر رحب اور دبدبہ ہو، جسے باقیوں پر قدرت واختیار دیا جائے جو اس کے قانون کی خلاف ورزی کرے اسے دبوچ لے۔ یہ سب صفات جنگل کے جانوروں میں سے شیر میں پائی جاتی ہیں اسی وجہ سے شیر کو عربی میں اسد کہا جاتا ہے کیونکہ شیر کے سامنے جنگل کے تمام جانور دب کے رہتے ہیں۔شیر کو سب پر قدرت واختیار حاصل ہوتا ہے۔

ارتعد. کانپنا، تھرتھرانا، ہلنا، کپکپی۔

سلطان. کسی شئے میں یا پر اثر انداز ہونے کا اختیار، اختیارات منتقل کرنا، کمانڈ، بالادستی، اثر ورسوخ، طاقت، قوت، خودمختاری، سلطنت، حکومت، گرفت، مہارت، کسی شئے پر اثر انداز ہونے کا مکمل اختیار، غیر منصفانہ استعمال، مطلق العنانیت، آمرانہ پن، حکم دینے کا اختیار، اطاعت کروانے کی قدرت، غلبہ پانا، جانچ پڑتال، دبنگ پن، بادشاہی، کسی شئے کو سیاسی نظام کے ذریعے اپنے تابع رکھنا، سیاسی اختیار وغیرہ۔

رسول الله ﷺ قال: مثل امتی ومثل الدابة حين تخرج كمثل حين بنى ورفعت حيطانه وسدت ابوابه وطرح فيه من الوحش كلها ثم جيءَ بالأسد فطرح وسطها فارتعدت وأقبلت الى النفق تلحسه من كل جانب، كذلک امتی عبد خروج الدابة لايفر منها احد الا مثلت بين عينيه، ولها سلطان من ربنا عظيم. ابو نعيم، الديلمی

میری اُمت کی مثال اور دابہ کے نکلنے کے وقت کی مثال اس وقت کی سی ہے ایک ایسی تعمیر کی جائے اور بلند کی جائے کہ وہ محاصرہ، گھیراؤ، حصار بن جائے اور اس کے تمام داخلی اور خارجی مقامات پر رکاوٹیں کردی جائیں اور خلق کر کے تمام کے تمام وحش اس میں متحرک یعنی چھوڑ دیئے جائیں پھر لایا جائے ایک شیر جسے پس چھوڑ دیا جائے ان کے درمیان، پس وہ حصار تھرتھرانا، کانپنا شروع کردے جہاں سے اسے کھوکھلا کردیا گرنا شروع کردے اس (شیر) پر ہر جانب سے۔ دابہ نکلے گا تو بلکل یہی مثال میرے غلام اُمتی کی ہوگی کوئی ایک بھی بھاگ نہیں پائے گا اس سے مگر اس کے درمیان لا چھوڑا جائے گا، اور اس کے لیے ہے یعنی دابہ کے لیے ہے سلطان ہمارے ربّ عظیم سے۔

رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی لرزا دینے والی مثال بیان کی۔ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آج ہم اپنے ارد گرد غور و فکر کریں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ مثال میں چھپے وقت کی نشاندہی بخوبی ہو جاتی ہے کہ آج ہم اسی وقت میں ہیں۔ جیسے آپ کوئی ایسی بڑی عمارت تعمیر کریں جو بلکل حصار کی مانند ہو اس میں کچھ ایسے وحشیوں کو چھوڑ دیں جو بے قابو ہوں اور طرف ٹکریں مارنا شروع کردیں اور کسی ایسے کو بھی اس میں داخل کر کے اس کے باہر نکلنے کے دروازے بند کردیں جو بہت طاقت والا ہو۔ اس حصار میں وہ ان وحشیوں کے سامنے بے بس نظر آئے گا اور وحشی ٹکریں مار مار کر اس عمارت کو کھوکھلا کردیں اور وہ عمارت لرزا اٹھے، کانپنا شروع کردے تو کھوکھلے پن کی وجہ سے وہ عمارت ہر طرف سے گرنا شروع کردے گی۔ ایسے جیسے کہ اینٹوں کی جگہ جگہ بارش ہو رہی ہے۔ اور اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی جسے اس حصار میں ان وحشیوں کے

درمیان داخل کر دیا تھا۔ وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو وہ ان کے سامنے بے بس و مجبور ہوگا۔

سبحان اللہ، اللہ اکبر، محمد رسول اللہ ﷺ نے کتنی ہی پیاری مثال دی ہے۔ اس سے بڑھ کر احسن مثال کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ جو اللہ کے نبی نے اس وقت بیان کی جس وقت ایسے حالات و واقعات کو بیان کرنے کے لیے الفاظ ہی موجود نہیں تھے۔ لیکن جس احسن انداز سے رسول اللہ ﷺ نے یہ مثال بیان کی اس سے بلکل ایسے لگتا ہے جیسے کہ کوئی اس دور میں موجود ہے اور ان سارے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس کے بعد الفاظ کا انتخاب کر کے مثال بیان کرے۔

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بار بار اپنی آیات میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔ جب غور و فکر کریں تو پتہ چلتا ہے اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے بھی بلکل واضح قرآن میں بتا دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین پر سب کا کیسے محاصرہ کیا ہوا ہے۔ کیسے گھیراؤ یعنی حصار قائم کیا ہوا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے جہاں ہر شئے اور اپنے علم سے محاصرہ کیا ہوا ہے تو وہیں زمین کے گرد تہہ در تہہ سات پردے بنا کر بھی محاصرہ کیا ہوا ہے جیسے کہ آپ تصاویر میں دیکھ سکتے ہیں۔

تصاویر کی مدد سے سمجھیں۔

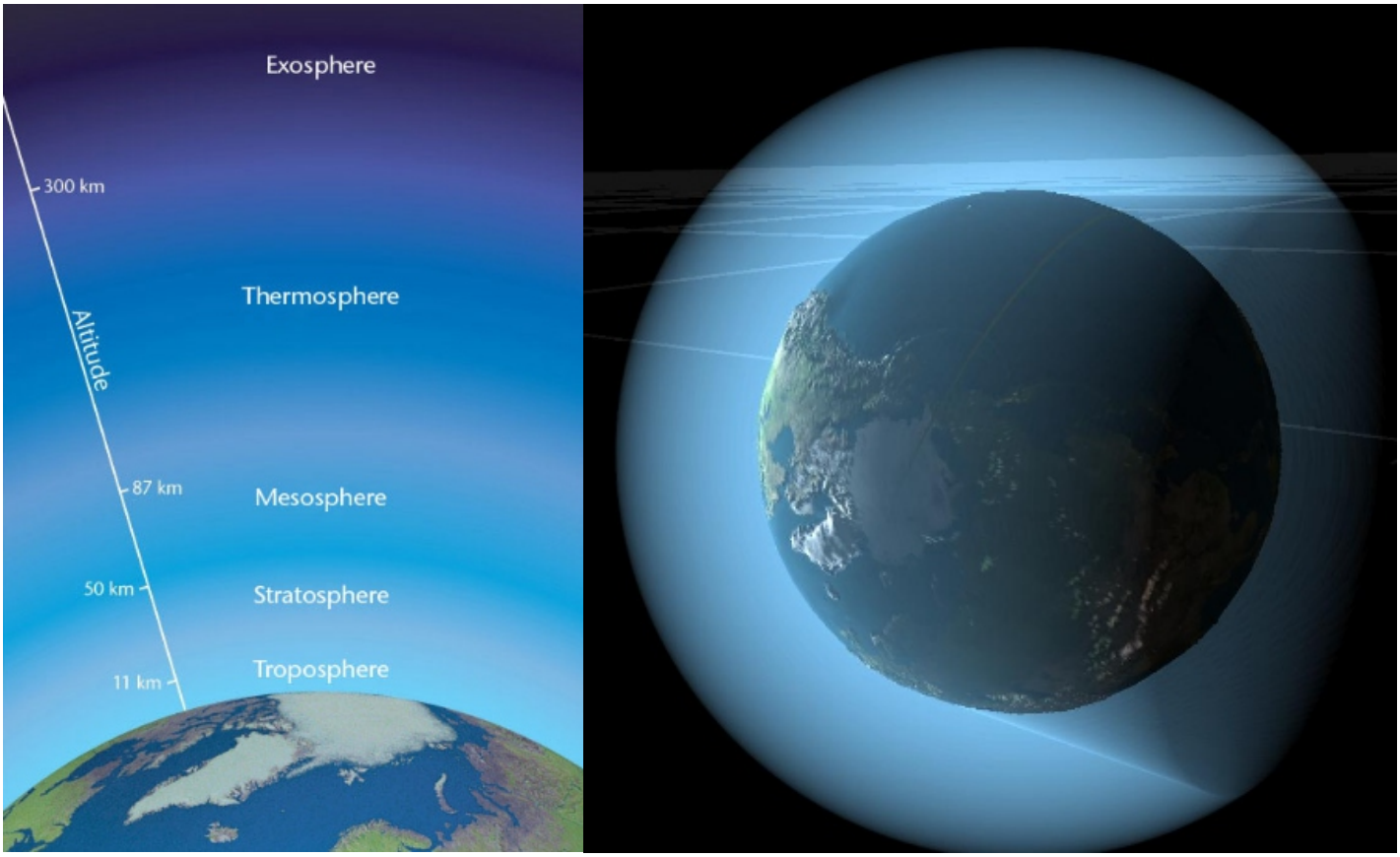

جیسے انسان کو گرم سرد موسمی اثرات سے بچنے کے لیے لباس کی ضرورت ہوتی ہے بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین کو بھی لباس پہنایا ہوا ہے۔ زمین کی مقناطیسی قوت ہے اور زمین کے گرد گیسوں کی سات تہیں ہیں جنہیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین کے سات آسمان بھی کہا ہے۔ زمین کی مقناطیسی قوت اور یہ گیس کی سات تہیں زمین کے گرد اللہ سبحان وتعالیٰ کا حصار ہیں۔ اسی حصار کے اندر انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ اس حصار کے اندر اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو خلق کیا اس سے پہلے اسکے داخلی اور خارجی رستے بند کر دیئے۔

زمین کی یہ سات گیس کی تہیں ہر لحاظ سے اللہ سبحان وتعالیٰ کا زمین کے گرد حصار ہے۔ یہی گیسوں کی تہیں سورج کی نقصان دہ شعاعوں کو زمین پر آنے سے روکتی ہیں اگر وہ براہ راست زمین پر آجائیں تو زمین پر زندگی کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ سورج سے اٹھنے والے آگ کے طوفان انہیں تہوں کی وجہ سے زمین پر نہیں آپاتے ورنہ ایک لمحے سے بھی کم وقت میں زمین پر سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے۔ یہ حصار زمین پر بخارات کی شکل میں اوپر اٹھنے والے پانی کو باہر خلاء میں جانے سے روکتا ہے اور پھر وہ پانی واپس زمین پر بارش کی صورت میں اترتا ہے۔ یہی گیسوں کی تہیں لاتعداد پتھروں وشہابیوں کو زمین پر آنے سے روکتی ہیں ورنہ زمین پر ہر شئے تباہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ اگر ان پر لکھا جائے تو کئی کتابیں لکھیں جاسکتی ہیں۔ ہمارا مقصد اللہ سبحان وتعالیٰ کے اس حصار کو سمجھنا مقصود ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایک مثال سے بیان کیا۔

پھر اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین کے اندر بھی انتہائی پیچیدہ نظام بنا دیا۔ اور اسی طرح زمین کے اوپر بھی انتہائی پیچیدہ نظام بنا دیا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمام مخلوقات کو خلق کر کے جس جس مقصد کے لیے خلق کیا انہیں ان کے مقامات پر رکھ کر اس مقصد کو پورا کرنے پر لگا دیا۔ اگر کوئی بھی مخلوق اپنے مقام سے ہٹ جائے گی تو پھر زمین کا توازن برقرار نہیں رہے گا۔ پھر زمین پر بھی ہر طرف سے اسی طرح تباہیاں آئیں گی جیسے مثال میں اس حصار کا بیان کیا۔

وحش کے معنی اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ جن الوحش نے اللہ سبحان وتعالیٰ کے خلق کیے ہوئے حصار میں ہر طرف فساد و تباہی برپا کرنا تھی اس کو رسول اللہ ﷺ نے دابہ کہا۔

وحش یعنی وہ کون سی ایسی عجیب الخلقت مخلوقات ہیں جو پہلے موجود نہیں تھیں اور اب موجود ہیں؟ یا پھر ابھی بھی موجود نہیں؟ اور ایسی مخلوقات جن کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے غلام اُمتی بے بس ہو جائیں گے۔ جو اللہ سبحان وتعالیٰ کے بنائی ہوئی عمارت یعنی اس زمین کو اتنا کھوکھلا کر دیں گے جس سے یہ لرزے گی، کانپے گی یعنی زلزلے آئیں گے۔ ہر طرف سے اس پر تباہیاں آئیں، اللہ کی تمام مخلوقات میں خرابیاں اور تباہیاں ظاہر ہوں گی۔

کیا آج یہ سب نہیں ہو رہا؟

آج کوئی ایک بھی شئے ایسی نہیں جو فطرت پر ہو۔لاتعداد بیماریاں،زلزلے،طوفان،آندھیاں،سیلاب،موسموں میں غیر معمولی تغیر وتبدل،سمندروں کے نظام میں تباہی،سمندری مخلوقات کا لاتعداد قتل عام، بے وقت بارشیں، سانس لینے کے لیے آکسیجن بھی خالص نہیں،نہ کھانے کو،نہ پینے کو،نہ رہنے کو حتیٰ کہ اللہ کی کوئی ایک بھی خلق زمین پر خالص نہیں رہی،خرابیوں سے پاک نہیں رہی۔اور ایسی حالت میں اللہ کے غلاموں کی بلکل وہی کیفیت ہے جو کیفیت اس شیر کی جو اس حصار میں تھا اور ہر طرف سے عمارت اس پر گر رہی ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ یہ سب تب ہوگا جب دابہ خلق کر کے نکالا جائے گا۔اس دابہ کا خالق اللہ نہیں بلکہ خود انسان ہوگا۔اللہ سبحان ہے وہ ایسا دابہ خلق نہیں کرتا جو اللہ کے قانون کے ہی خلاف کام کرے سوائے اس کے جسے اختیار دیا اور وہ نافرمان ہوگیا یعنی انسان۔

یہ دابہ ظلم کرنے والا ہے اللہ کی تمام مخلوقات کے مقام میں کمی کرنے والا ہے۔اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن میں بار بار کہتے ہیں کہ اللہ انسانوں پر ظلم نہیں کرتا مگر انسان خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔اور اللہ سبحان وتعالیٰ یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ عالمین کے لیے ظلم نہیں چاہتا۔اور دنیا میں جو بھی ہلاکت وتباہی آتی ہے وہ انسانوں کے ہی کیے ہوئے ظلم کی وجہ سے آتی ہے۔ظلم کرنے سے فساد ہوتا ہے اور فساد تباہی کا باعث بنتا ہے۔قرآن میں ایسی درجنوں آیات ہیں ان میں سے صرف چند درج ذیل ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ. آل عمران ۱۰۸

اور نہیں اللہ چاہتا عالمین کے لیے کمی کیا جانا۔

وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. آل عمران ۱۱۷

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ خود ہی ظلم کرتے ہیں۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. الاعراف ۱۶۰

اور نہیں ظلم کیا ہم نے اور لیکن تھے یہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. التوبہ ۷۰

پس نہیں تھا اللہ ان کے لیے ظلم کرنے والا اور لیکن تھے یہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. یونس ۴۴

اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ انسانوں کی کسی شئے میں کمی نہیں کرتا اور لیکن انسان خود ہی کمی کرتے ہیں

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ. ھود ۱۰۱

اور نہیں ظلم کیا ہم نے اور لیکن یہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. النحل ۳۳

اور نہیں ان کے لیے ظلم کرتا اللہ اور لیکن تھے یہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ. النحل ۳۴

پس انہیں مصیبتوں، تکلیفوں، پریشانیوں، بے چینیوں نے آلیا ان کے بُرے اعمال کرنے سے اور ہر طرف سے گھیر لیا انہیں اس کیساتھ جو وہ تھے اس سے استہزا کرتے یعنی اللہ کے شریک بنتے ہوئے اس کی آیات یعنی مخلوقات میں پنگے لیتے تھے ان میں چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور جب انہیں منع کیا جاتا تھا سمجھایا جاتا تھا کہ اس کے رد عمل میں دنیا میں ہر طرف سے تباہیاں آئیں گے تو بات ماننے کی بجائے ہوا میں اڑا دیتے تھے۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا. الکھف ۵۹

اور یہ ہیں وہ اللہ کی باغی بستیاں ہلاک کیا ہم نے انہیں جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور کردی ہم نے ان کے لیے ہلاکت جو وعدہ کیا گیا تھا۔ یعنی کہ اللہ کی آیات جو کہ تمام کی تمام اللہ کی خلق کردہ مخلوقات ہیں میں چھیڑ چھاڑ کرنے سے منع کیا تھا ان کو ان کے مقام سے ہٹانے سے منع کیا تھا یعنی کسی بھی قسم کی کمی کرنے سے منع کیا تھا اور متنبہ کر دیا تھا کہ اگر ایسا کرو گے تو جان لو اللہ کی خلق تبدیلی کی متحمل ہے ہی نہیں جب ایسا کرو گے تو ردعمل میں تباہیاں آئیں گی مگر وہ نہ مانے اور ٹیکنالوجی و ترقی کے نام پر ظلم کیا تو اسی ظلم کے سبب جو ردعمل آیا تو اس نے ان کو ہلاک کر دیا۔

الوحش یعنی عجیب الخلقت مخلوقات جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور آج سے کچھ ہی عرصہ پہلے کوئی وجود نہیں رکھتی تھیں جو کہ

آج موجود ہیں اور ہر طرف موجود ہیں جو بہت مشہور و معروف ہیں اتنی واضح ہیں جیسے دن کے وقت سورج جسے دیکھنے سے آنکھ چندھیا جائیں۔یعنی سورج اتنا واضح ہوتا ہے لیکن وہ دیکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔آج بلکل اسی طرح وہ الوحش دھندناتے پھر رہے ہیں لیکن کسی کو نظر نہیں آ رہے اور اللہ کی زمین پر ہر شئے میں تباہی مچا رہے ہیں اور مومن اللہ کے غلام اس شیر کی طرح بے بس نظر آ رہے ہیں۔

تصاویر کی زبان میں۔

اللہ کا دابہ اللہ کا غلام اور اللہ کے مقابلے پر انسان کا دابہ الوحش جو تباہی مچا رہا ہے اور زمین کے کانپنے کا سبب بن رہا ہے۔

CAT
CATERPILLAR
CAT

KOMATSU
PC8000

GUIL

AK
239

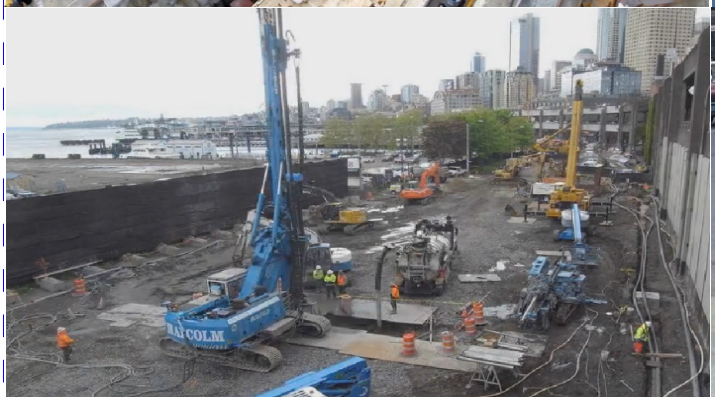
MALCOLM

23

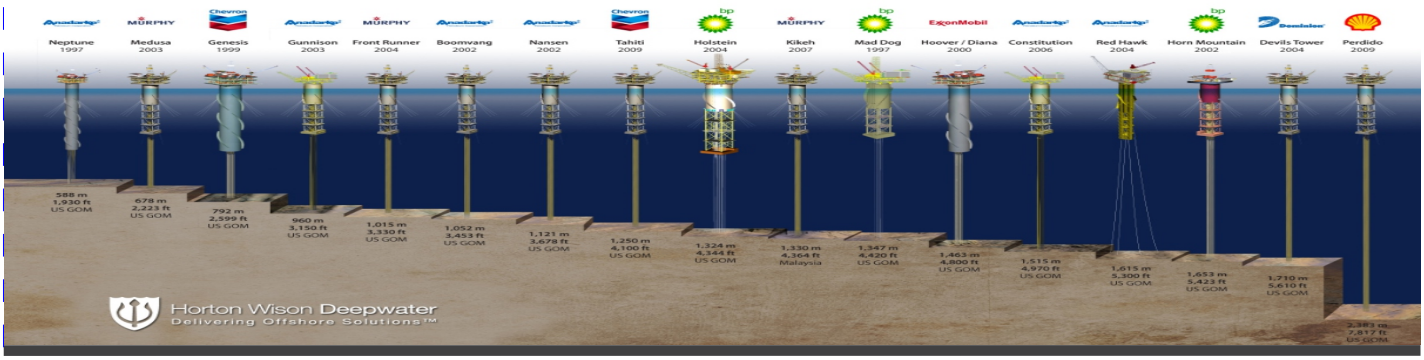
Anadarko Nepture 1997
MURPHY Medusa 2003
Chevron Genesis 1999
Anadarko Gunnison 2003
MURPHY Front Runner 2004
Anadarko Boomvang 2002
Anadarko Nansen 2002
Chevron Tahiti 2009
bp Holstein 2004
MURPHY Kikeh 2007
bp Mad Dog 1997
ExxonMobil Hoover / Diana 2000
Anadarko Constitution 2006
Anadarko Red Hawk 2004
bp Horn Mountain 2002
Devils Tower 2004
Shell Perdido 2009
588 m 1,930 ft US GOM
678 m 2,223 ft US GOM
792 m 2,599 ft US GOM
960 m 3,150 ft US GOM
1,015 m 3,330 ft US GOM
1,052 m 3,453 ft US GOM
1,121 m 3,678 ft US GOM
1,250 m 4,100 ft US GOM
1,324 m 4,344 ft US GOM
1,330 m 4,364 ft Malaysia
1,347 m 4,420 ft US GOM
1,463 m 4,800 ft US GOM
1,515 m 4,970 ft US GOM
1,615 m 5,300 ft US GOM
1,653 m 5,423 ft US GOM
1,710 m 5,610 ft US GOM
2,383 m 7,817 ft US GOM
Horton Wison Deepwater
Delivering Offshore Solutions™

تصاویر میں نظر آنے والی مشینوں سمیت باقی آج جتنی بھی مشینیں ہیں جن میں ہر قسم کی گاڑیاں بھی ہیں یہ تمام وہ وحوش ہیں جن کا نہ صرف قرآن میں بھی ذکر ہے بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کے عین مطابق آج مومن دابہ کے سامنے ان وحوش کے سامنے بلکل بے بس ہے۔ان وحوش نے دابہ نے اللہ کی بنائی ہوئی اس عمارت زمین کو ہر طرف سے اتنا کھوکھلا کر دیا کہ یہ عمارت آج ہر طرف سے گر رہی ہے۔زلزے، سیلاب،طوفان، بیماریاں، زمین کا دھنسنا،مصائب، تکالیف، جنگ وجدل سمیت ہر طریقے اور ہر طرف سے اللہ کی عمارت گر رہی ہے اور مومن اس شیر کی طرح بے بس ہے جو ان وحوش کے درمیان لا کر چھوڑ دیا گیا اور عمارت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اگر کوئی مومن ہو تو اسے اس کا بخوبی ادراک ہے۔

یہ تھا زمین سے نکلنے والا دابہ۔ یہ اس وقت نکلنا تھا جب انسانوں پر اللہ کا قول حق ہو جانا تھا تب قول کے واقع ہونے کی صورت میں یہ دابہ نکلنا تھا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنا دابہ سارے کا سارا پانی سے خلق کیا اور یہ دابہ جس مواد سے بنا ہے وہ سب کا سب زمین سے نکلا ہے۔ لوہا ہو یا تانبہ، تیل ہو، پلاسٹک ہو، پینٹ ہو یا جو کچھ بھی اس دابہ میں استعمال ہوا ہے وہ سب کا سب زمین سے نکلا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتی ہے کہ یہ وہ دابہ نہیں ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں دابۃ الارض کا نکلنا ساعت کی آخری شرط دخان سے پہلے بتایا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی کہا کہ جب دابہ نکل آئے گا تو پھر وقت ختم ہو جائے گا۔ جب دابہ نکل چکا جو کچھ اس نے کرنا تھا وہ کر چکا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو ابھی بھی دجال نظر نہیں آ رہا تو کیا دجال دابہ کے بعد نکلنا تھا؟ دجال تو دابہ سے بہت پہلے نکلنا تھا۔ دابہ سے پہلے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا تھا جب کسی نفس کو ایمان لانا کچھ نفع نہیں دینا تھا الا یہ کہ وہ اصلاح کرنے والے اعمال کر لے۔ پھر یاجوج اور ماجوج کو بھی دابہ سے پہلے کھلنا تھا تو جب دابہ آ چکا تو یاجوج ماجوج کیوں نہ آئے؟ چور کبھی چوری کر کے نہیں مانتا کہ اس نے چوری کی وہ چور ہے اسی طرح جو یاجوج اور ماجوج ہیں وہ خود تھوڑا ہی مانیں گے کہ یاجوج اور ماجوج کھل چکے۔ اسی طرح جو آگ نکلنی تھی جس پر پیچھے پورا باب گزر چکا وہ بھی دابہ کے وقت ہی نکلنا تھی تو وہ بھی نکل چکی لیکن کسی کو نظر ہی نہیں آ رہی۔

اے دنیا کے لوگو۔۔۔! آنکھیں کھول لو ساعت تمہارے سر پر آ چکی ہے جو آج زندہ ہیں وہ اپنی آنکھوں سے عنقریب القارعہ ''تباہ کن عالمی ایٹمی جنگ جو سات دن اور آٹھ راتیں مسلسل جاری رہے گی'' دیکھیں گے اور اس میں اکثریت کفر کرنے والوں کی ماری جائے گی اور جو بچیں گے ان کی اکثریت پر ساعت قائم ہو گی۔ مجھے معلوم ہے کہ بہت کم ایسے ہوں گے جو اس دعوت پر ایمان لائیں گے کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جب قول حق ہو جائے تو پھر اکثریت کفر ہی کرتی ہے۔ نوح علیہ السلام کے وقت بھی ایسا ہی ہوا اور یہی سنت ان کے بعد کی قوموں نے بھی اپنائی سو ان کا انجام کیسا ہوا؟ آج بھی اکثریت اسی سنت کو اپنائے گی مجھے معلوم ہے کہ میری باتوں کا تم مذاق اڑاؤ گے اور مجھے پاگل کہو گے اپنے تیروں کا رخ میری طرف کرو گے اور دشمنی کا پورا پورا حق ادا کرو گے لیکن یاد رکھو عنقریب تمہارا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو پہلوں کا ہوا۔ مجھے تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے بھیجا ہی اسی لیے اور میری زندگی کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ میں دنیا کے لوگوں پر حق کھول دوں اس سے پہلے کہ عذاب آ جائے۔ اے کفر کرنے والو انتظار کرو عنقریب تمہاری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ بے شک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

دخان

دخان یعنی دھواں اس کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں بہت صراحت کیساتھ ذکر کیا ہے اور جب یہ دھواں ظاہر ہوگا تو اس وقت زمین پر انسان کو دی گئی مدت ختم ہو جائے گی اور ساعت بلکل سر پر کھڑی ہوگی۔ یہ دھواں ساعت کی سب سے آخری علامات میں سے ایک ہے۔اس کو مکمل صراحت کیساتھ وضاحت سے سمجھتے ہیں۔

حم. الدخان ۱

حم. یہ سورت الدخان کی پہلی ہی آیت ہے۔ جو ایک مکمل آیت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے معنی کیا ہیں۔اور یہاں اس آیت کو بیان کرنے کا مقصد کیا ہے۔اس کا جواب اگلی ہی آیت میں کسی حد تک واضع ہو جائے گا۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ. الدخان ۲

اور کتاب مبین۔

یعنی کہ حم ایک کتاب ہے اور اس کے علاوہ ایک اور کتاب بھی ہے جو کتاب مبین ہے۔مبین یعنی جو بلکل کھلم کھلی واضع ہے جسے ہر کوئی دیکھ سکتا ہے اس میں غور وفکر کر سکتا ہے۔حم کو مزید کھل کر سمجھنے کے لیے ہمیں پہلے کتاب مبین کو سمجھنا ہوگا جب ہم نے کتاب مبین کو سمجھ لیا تب ہم پر حم خود بخود ہی واضع ہو جائے گا۔

کتاب کہتے ہیں جس میں کچھ کتب کیا ہوا ہو۔اور کتب کرنے کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ کوئی الفاظ جو سیاہی سے قلم کیساتھ

لکھے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر موجودہ دور سے ہی ایک مثال لے لیجئے۔جیسے پہلے انسان کو کچھ محفوظ کرنا مقصود ہوتا تھا تو وہ اسے سیاہی سے قلم کیساتھ لکھ کر محفوظ کرتا تھا جسے وہ بعد میں پڑھ سکتا تھا لیکن آج جیسا کہ کمپیوٹر موجود ہے۔ہم بہت کچھ کمپیوٹر میں لکھتے ہیں، محفوظ کرتے ہیں، ریکارڈ کرتے ہیں، یہ محفوظ کرنا، لکھنا اور ریکارڈ وغیرہ کرنا سب عربی میں کتب کرنا کہلاتا ہے۔ اب کمپیوٹر میں تو کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہوتی جو ہمارے سامنے کاغذ وغیرہ کے اوراق کی شکل میں ہوتی ہے۔ بلکہ کمپیوٹر کے اندر ایک حصہ ہوتا ہے جسے ہم ہارڈ ڈسک کہتے ہیں اس ہارڈ ڈسک میں ایک خاص قوت ہوتی ہے جو اپنے اندر آواز، تصاویر، ویڈیوز وغیرہ کا لکھ کر محفوظ کرنے کی صلاحیت رکھتی۔ ہارڈ ڈسک کو عربی میں کمپیوٹر کی کتاب کہا جائے گا اور اس میں کوئی بھی شئے محفوظ کرنا لکھنا یعنی کتب کہلائے گا۔

مبین کہتے ہیں جو شئے ہر طرف کھلم کھلی موجود ہو۔

اب اگر ہم کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک میں غور کریں تو ہمیں دو باتیں نظر آئیں گی۔ایک یہ کہ جو کچھ اس کی ہارڈ ڈسک میں محفوظ ہوگا وہ ایسی کتاب کہلائے گی جو مبین نہیں ہوگی۔ جو پوشیدہ ہوگی اسے ہر کسی میں پڑھنے، دیکھنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی۔اور دوسری بات یہ کہ جو کچھ اس میں محفوظ کیا ہوا ہے یعنی اگر کوئی ویڈیو بنائی ہوئی ہے تو جس شئے کی ویڈیو بنائی گئی وہ تو کھلم کھلی موجود تھی اور اپنی جگہ پر موجود ہے۔وہ بھی کتاب کہلائے گی لیکن وہ کتاب مبین ہوگی یعنی کھلی ہوئی کتاب۔

بلکل اسی طرح ایک کتاب مبین ہے اور دوسری کتاب جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے حم کہا۔فرق یہ ہے کہ حم پہلے ہے یعنی وہ ایک تھیوری ہے اور کتاب مبین اس تھیوری کا پریکٹیکل ہے یعنی عملی مظہر ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔یا یوں سمجھ لیجئے کہ حم جو کہ اصل کتاب ہے اس کو جب کھولا گیا تو اس کا کھولنا ہی مبین کہلائے گا۔کتاب ایک ہی ہے لیکن اس کی صورتیں دو ہیں۔دو صورتوں میں موجود ہے۔ایک نقشے یعنی تھیوری کی شکل میں اور دوسری پریکٹیکل یعنی عملی طور پر بلکل واضع موجود ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ بھی ان کے درمیان ہے اس سب کو کتاب مبین کہا ہے۔یعنی تمام کے تمام عالمین اللہ سبحان وتعالیٰ کی کتاب مبین ہیں۔اور جس تھیوری کو پریکٹیکل یعنی عمل میں لایا گیا جس سے یہ کتاب مبین سامنے آئی وہ تھیوری حم ہے۔

وہ نقشہ ہے، ایک بلیو پرنٹ ہے جس کے مطابق یہ پریکٹیکل ہو رہا ہے۔

اب ایک بات جو ذہن میں ہونا لازمی ہے وہ یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے کسی بھی شکل میں کوئی اس کائنات کی تھیوری کی کوئی کتاب مرتب کی ہوئی ہے بلکہ ایسے الفاظ کا استعمال اس لیے کیا گیا تا کہ کسی بھی انسان کو بات سمجھنے

میں کوئی مشکل پیش نہ آئے ورنہ اگر اللہ سبحان وتعالیٰ ایسے الفاظ استعمال کرتے جو بلکل اصل کی وضاحت کرتے تو مخلوق میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو ان کو سمجھ سکتا۔ اس لیے اللہ سبحان وتعالیٰ کا ہر کام مخلوق کی استطاعت کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی ہر کسی پر اتنا ہی بوجھ لادا جاتا ہے جس کا وہ مکلّف ہے نہ کہ اس سے زائد۔

حقیقت یہ ہے کہ مثال کے طور پر آپ کوئی کام کرنا چاہتے ہیں جس کے لیے پہلے آپ اپنے دماغ میں ایک فارمولا بنا لیتے ہیں کہ آپ اسی کے مطابق کام کریں گے۔ بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے خلق سے پہلے علم وحکمہ کی بنیاد پر ایک قانون ایک نقشہ وضع کیا۔ جسے ہم تھیوری کہہ سکتے ہیں اس تھیوری کو مجموعی طور پر قرآن میں ''الف لام میم، الم'' کہا گیا۔ پھر اس تھیوری کے مختلف حصے ہیں جیسے کسی کارخانے میں مختلف شعبے ہوتے ہیں اسی طرح ''الم'' جو کہ اللہ کی تمام خلق کی مکمل تھیوری ہے اس کو مختلف بنیادی شعبوں یا حصوں میں تقسیم کریں تو جتنے حصے بنیں گے ان کا الگ الگ نام رکھا جائے گا۔ یعنی ان کی پہچان کے لیے الگ الگ نام سے پکارا جائے گا بلکل اسی طرح اس تھیوری کے مختلف حصے ہیں جن میں سے ایک ''حم'' ہے

الحمدللہ میں نے کوشش کی کہ بات کو آسان سے آسان الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ سب کی سمجھ میں با آسانی آجائے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہلی آیت میں ایک نقشے یعنی ایک تھیوری کا ذکر کیا اور دوسری آیت میں اس تھیوری کے پریکٹیکل یعنی عمل کا ذکر کیا۔ جو کہ اللہ کی کائنات ہے کتاب مبین۔

اب آگے آنے والی آیات میں یہ واضح کیا جائے گا کہ تھیوری جسے ہم کتاب ہی کہیں گے کو کیسے وضع کیا گیا اس میں کیا قانون رکھا ہے اس میں قانون کی کیا کیا شقیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جس پر عمل سے کائنات یعنی کتاب مبین قائم ہے۔ آگے دونوں کی صراحت کیساتھ وضاحت آئے گی۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ. الدخان ۳

اس میں کچھ شک نہیں ہم نے اتارا اسے برکات والی رات میں اس میں کچھ شک نہیں ہم تھے منذرین۔

لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ. دونوں الفاظ کے نیچے دو دو زیریں ہیں۔ کسی بھی لفظ کے نیچے دو زیروں کے آجانے سے پھیلاؤ، وسعت آجاتی ہے اور اس کے برعکس دو زبروں کے آنے سے سکڑ پن آجاتا ہے۔

لَيۡلَةٍ. یہ ایک ہی رات ہے لیکن اس سے مراد ہماری رات نہیں بلکہ پوری کائنات یعنی ساتوں آسمانوں اور زمینوں پر جو رات ہوگی وہ رات۔ جب اس رات میں داخل ہوں گے تو وہ آگے مزید چھوٹی چھوٹی راتوں میں تقسیم ہو کر کئی راتوں پر مشتمل ہو جائے گی۔ پھر ان میں سے ہر رات میں داخل ہوا جائے گا تو وہ ہر رات تقسیم ہو کر کئی راتوں میں تقسیم ہو جائے گی یہی سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ کائنات کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے پر جو رات کہلاتی ہے وہاں نہ پہنچ جائیں۔

مزید آسان مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ جیسے کے آپ کا ایک کارخانہ ہو اور آپ کے پاس ایک کام کی تھیوری ہو وہ تھیوری آپ اس کو دیں جسے آپ نے کارخانہ چلانے کے لیے دیا ہوا ہے کہ وہ اس پر عمل کرے یعنی اس نقشے کے مطابق وہ شئے بنائے۔ آپ نے تو ایک ہی بار پورے کام کا نقشہ تھما دیا۔ اب آپ ایسا کریں گے کہ اس نقشے کو مختلف حصوں میں تقسیم کریں گے۔ اور ہر شعبے کے سربراہ کو اس کا حصہ تھما دیں گے۔ اب ہر شعبے کا سربراہ اپنے اپنے حصے کو لیکر متعلقہ کام کرنے والوں کو لمحہ بہ لمحہ ہدایات دیتا رہے جب تک کہ کام مکمل نہ ہو جائے۔ بلکہ اسی طرح سب سے پیچھے اللہ سبحان وتعالیٰ کا ایک ہی امر ہے۔ جو کہ بہت مفصل امر ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کے شروع میں سورت البقرۃ کی پہلی ہی آیت میں ''الم'' کہا۔ کائنات کی مکمل تھیوری اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان قوتوں کو تھما دی جو کائنات کو چلا رہی ہیں یعنی ملائکہ۔ اس مقام پر وہ لیل کہلائے گی لیکن جب اس سے آگے یعنی کائنات میں مزید اندر داخل ہوا جائے گا تو وہ تھیوری مزید تقسیم ہو کر مزید نیچے والے ماتحت قوتوں کے پاس جائے گی۔ وہاں ان سب کو جب امر کیا گیا تو وہاں جو پیچھے ایک ہی لیل ہے وہ ایک سے زائد میں تقسیم ہو گئی۔ اسی طرح بتدریج نیچے اندر آتے چلے جائیں تو لیل مزید تقسیم ہوتے ہوتے بہت چھوٹی سطح پر جو ہمارے نزدیک لیل ہے وہ اس اس سے بھی نچلی سطح پر جو لیل ہے اس سطح پر آ جائے گی۔

جیسے ایک مشین کی مختلف گراریاں ہوتی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی ہو، دوسری اس

سے چھوٹی، تیسری اس سے چھوٹی اسی طرح بتدریج سوتک چلے جائیں۔ اگر سب سے اوپر بڑی گراری کا ایک چکر مکمل کیا جائے گا تو ضروری نہیں ہے کہ باقی تمام گراریوں پر بھی ایک ایک چکر ہی آئے گا یا آیا ہو۔ بلکہ ہر ایک پر چکروں کی تعداد مختلف ہوگی۔ ہر بڑی گراری کے مقابلے میں چھوٹی گراری پر زیادہ چکر آئیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ایک بڑی گراری کا ایک چکر اس سے چھوٹی کے لیے سو چکر بن جائیں۔ بلکل اسی طرح قرآن میں اصل حقیقت کے اعتبار سے اس لیل کا ذکر ہے لیکن کائنات میں جس سطح پر ہم موجود ہے ہم پر وہ لیل کس لحاظ سے ہوگی وہ الگ بات ہے یعنی ہمارے لیے وہ ایک لیل ہماری ہر وہ لیل ہوگی جو ہماری زندگی میں آتی ہے اور آئے گی اور جو پیچھے گزر چکیں۔

جیسے ہم نے لیل کو سمجھا بلکل وہی مثال اس لفظ ''مُّبٰرَكَةٍ'' کی بھی ہے۔

مُنْذِرِيْنَ. نذر سے ہیں انگلش میں وارن کرنے کو کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر جیسے کسی خطرناک شئے کی خطرنا کی سے بچانے کے لیے کسی کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جائے۔ تا کہ اگر اسے خطرے سے آگاہ نہ کیا جاتا تو ممکنہ طور پر وہ ایسا فعل انجام دیتا جس سے وہ اس خطرے کا شکار ہو جاتا اور تباہی و ہلاکت یعنی تکلیف میں پڑ جاتا۔ اسے عربی میں نذر کہتے ہیں۔ جیسے انبیاء کے لیے لفظ نذیر استعمال کیا گیا۔

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ. الدخان ۴

اس میں الگ الگ ہو جاتے ہیں تمام کے تمام امر حکیم۔

پیچھے لفظ لیلۃ کی تفصیل میں یہ بات بھی سمجھنے کے لیے گزر چکی کہ کیسے اس میں تمام امر تقسیم ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود مختصراً پھر سے سمجھ لیتے ہیں۔ درج ذیل تصویر کے ذریعے۔

ساتوں آسمانوں اوران میں سب سے نچلے آسمان میں ہماری زمین تک کو واضح کرتی تصاویر

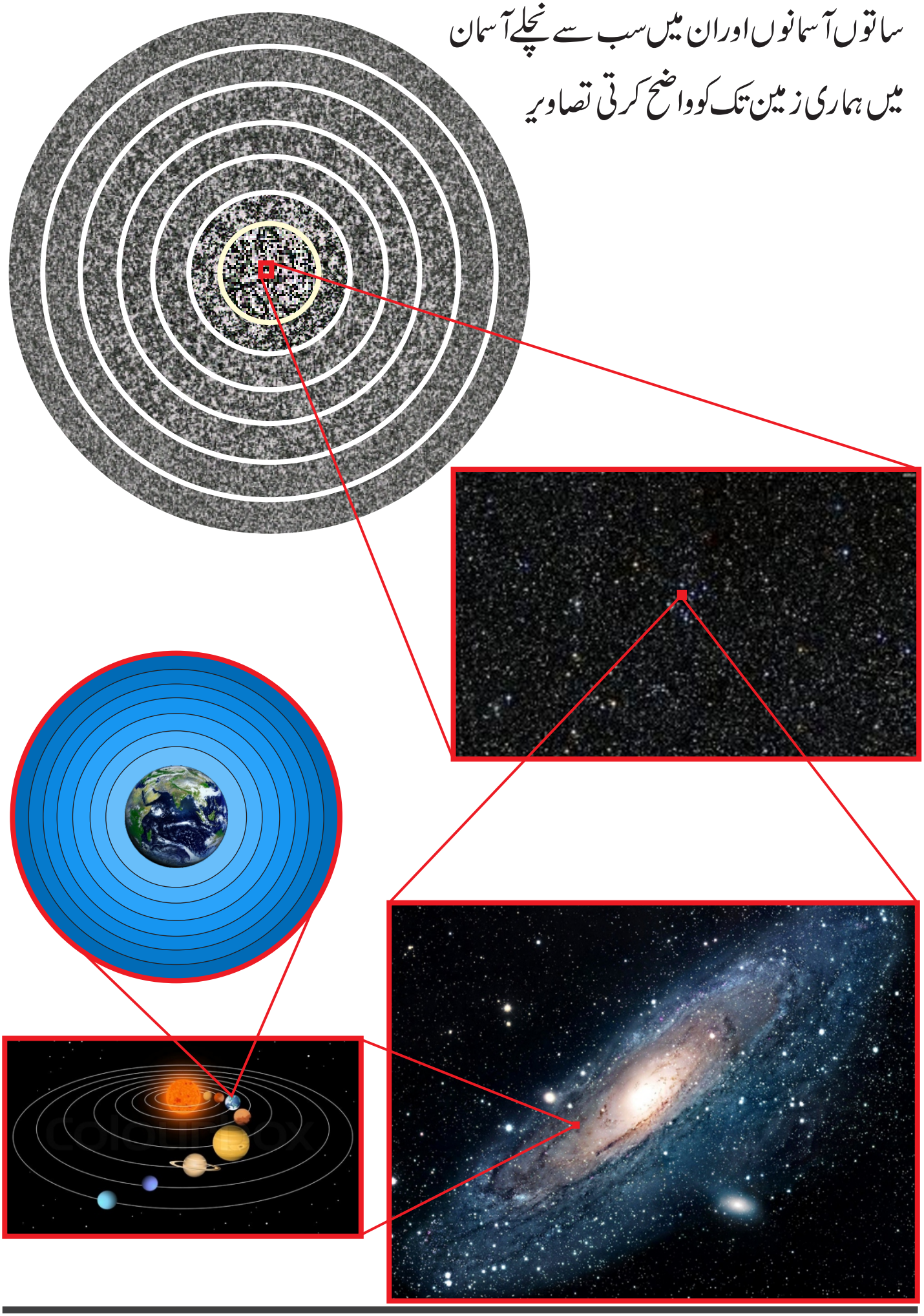

پوری کائنات کے لیے ایک امر۔

کائنات میں سات آسمان ہیں۔وہ ایک امر سات میں تقسیم ہوکر الگ الگ ساتوں آسمانوں کی طرف چلا گیا۔

پھر ہر آسمان میں لاتعداد کہکشائیں۔ایک آسمان میں جتنی بھی کہکشائیں ہیں وہ امر تقسیم ہوکر الگ الگ ہر کہکشاں کی طرف چلا جائے گا۔

پھر ہر کہکشاں میں جتنے بھی نظام شمسی ہیں۔وہ امر تقسیم ہوکر الگ الگ ہر نظام شمسی کی طرف چلا جائے گا۔

پھر ہر نظام شمسی کا امر تقسیم ہوکر الگ الگ اس میں موجود ہر ستارے اور سیارے کی طرف چلا جائے گا۔

پھر ہر ستارے اور سیارے میں جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ امر تقسیم ہوکر الگ الگ ہر مخلوق کی طرف چلا جائے گا۔

پھر اسی طرح یہ عمل جاری رہے گا یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹے ذرے تک پہنچ جائے۔

لیل اور نہار بھی اللہ کی خلق ہے لیکن لیل پہلے اور نہار بعد میں اس لیے پہلے امر لیل کی طرف جاتا ہے اور اس میں سے نہار کی طرف۔اس لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے لیل کا ذکر کیا۔لیل نقطہ آغاز ہوتا ہے۔

یہ آیات اپنے اندر بہت وسعت رکھے ہوئے ہیں اس لیے کوشش یہ ہے کہ مختصر سے مختصر کرتے ہوئے بات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

ہماری دنیا یعنی زمین پر جو امر آتا ہے وہ دن اور رات سے باہر نکلا جائے تو لیل ایک سال کی مدت کہلائے گی۔اس لیل کے اندر داخل ہوں گے تو وہ لیل تین سو پینسٹھ لیال میں تقسیم ہو جائے گی۔اور یہ جو لیل تین سو پینسٹھ میں تقسیم ہوئی اگر اس سے پیچھے جو لیل ہے اس کو جانا جائے تو وہ مزید اس سے بھی بڑی ہوگی یعنی اس میں ہمارے سال کی مدت کی لاتعداد لیال ہوں گی۔اس لیے ہمیں زیادہ پیچھے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارا مقصد موضوع کا پھیلاؤ نہیں بلکہ سمجھنا مقصود ہے۔اس لیے ہم اپنے سامنے یہ رکھیں گے کہ زمین پر ایک سال کا امر آتا ہے اور وہ امر تین سو پینسٹھ امور میں تقسیم ہوکر زمین پر ہر لیل کی طرف الگ الگ جاتا ہے۔یعنی ہر رات میں ایک پہر ایسا ہوتا ہے جس میں آئندہ چوبیس گھنٹے میں کیا کیا کیسے کیسے ہونا ہے وہ حکم آتا ہے۔اسی کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان کیا انتہائی سادہ اور آسان الفاظ میں کہ اللہ ہر رات کے پچھلے پہر آسمان دنیا پر نزول کرتا ہے۔اللہ کا آسمان دنیا پر وہ نزول یہ امر والی بات تھی جو رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی سادہ اور آسان ترین الفاظ میں بیان کر دی۔

حکیم. حکمہ سے ہے جس کو ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ کو چاولوں کا پلاؤ بنانا ہے۔اس کے لیے کیا کیا کتنی کتنی مقدار میں درکار ہوگا اور کہاں کہاں سے ملے گا یہ سب علم کہلائے گا۔اور اس علم کا احسن استعمال حکمت کہلاتا ہے یعنی کہ کب آگ جلانی ہے کتنی جلانی، کب برتن رکھنا ہے، کب گھی ڈالنا ہے، اسی طرح کب کب کون کون سی شئے ڈالنی اور کتنا کتنا پکانی ہے جس سے زبردست پلاؤ بن جائے گا یہ حکمت کہلاتی ہے۔اگر علم ہو اور حکمت نہ ہو تو ایسا علم فائدے کے بجائے نہ صرف نقصان بلکہ پھانسی کا پھندہ بن جاتا ہے۔نہ صرف انسان خود گمراہ ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

پھر اللہ سبحان وتعالیٰ نے امور کیساتھ لفظ حکیم کا بھی ذکر کیا۔یعنی کہ یہ امر حکمت سے بھرپور ہوتے ہیں۔غیر تصور حد تک بھی ان میں کوئی خامی یا نقص نہیں ہوتا۔ایسا نہیں کہ بس امر کر دیا بلکہ پوری حکمت کیساتھ۔اللہ سبحان وتعالیٰ خالق ہیں تمام عالمین کے اس لیے انہیں علم ہے تمام عالمین کا، کائنات کی تمام کی تمام پیچیدگیوں کا جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، انسان کیا اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں کوئی بھی جو تصور کر سکے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے جب امر کے تقسیم ہونے کی وضاحت کی تو ساتھ اگلی آیت میں اس کچھ مزید وضاحت بھی کر دی۔کیونکہ اس سے کوئی یہ مراد بھی لے سکتا ہے کہ جی اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ نے ایک ہی امر کیا جو کائنات کی ابتداء میں تھا اور آج جو امر ہم تک تقسیم در تقسیم ہوتے ہوئے پہنچ رہا ہے وہ براہ راست تو ہم تک نہیں پہنچ رہا بلکہ درمیان میں کوئی ذریعہ ہے اور وہ ملائکہ ہیں۔اور اگر کوئی ملائکہ پر قدرت پالے انہیں اپنے لیے مسخر کر لے تو امر بھی اس کے اختیار میں آجائے گا اور وہ جیسے جی چاہے رد بدل کر سکتا ہے۔اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کیوں کہ انسان وقت کی قید میں ہے اس لیے اسے ماضی اور مستقبل کے نام پر وقت کو بہت گہرا احساس ہوتا ہے تو وہ اسی قید کے اندر رہ کر اپنی سوچیں پروان چڑھاتا ہے۔اور اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔حالانکہ اگر انسان اللہ سبحان وتعالیٰ کیساتھ اپنا تعلق قائم کرے تو وہ جسمانی طور پر تو دنیا میں موجود ہوگا وقت کی قید میں ہوگا لیکن روحانی طور پر وقت کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے یعنی اس کی حقیقت وقت کی قید سے آزاد ہوتی ہے اس کے لیے ماضی و مستقبل کا کوئی وجود نہیں رہتا۔ایسے انسان کی بصیرت خالص اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے اور انتہائی غیر معمولی ہوتی ہے۔

پھر دوسری بات یہ کہ جب امر اس طرح تقسیم ہو رہے ہیں تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کائنات میں کوئی خرابی ظاہر ہو جائے۔مثلاً ایسا کہ کائنات میں ہر مخلوق کا کسی نہ کسی دوسری مخلوق کیساتھ گہرا تعلق ہے۔اگر کائنات میں کوئی ایک مخلوق اپنی ذمہ داری میں

لا پرواہی کرتی ہے خالق کے امر کے مطابق عمل نہیں کرتی تو بلاشبہ اس سے خامی پیدا ہوگی اور پھر اس خامی کا اثر جس مخلوق پر ظاہر ہو اس کے لیے وہ مخلوق جس نے لا پرواہی کی مستقبل کا وجود رکھتی ہو۔یعنی کہ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ سورج اور زمین کی مخلوقات کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔سورج اگر کوئی لا پرواہی کرے گا تو اس سے متعلقہ مخلوقات جن کا اس سے نقصان ہو سکتا ہے ان کو آگاہ کیا جائے گا کہ اس نقصان سے بچنے کے لیے اسی کے مطابق عمل کریں۔اور ہم آج جانتے ہیں کہ سورج اور زمین کے درمیان فاصلے کی وجہ سے ہم سورج کا ماضی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔یعنی اس لمحے اگر سورج کوئی کام کرے تو ہم تک اس کی آگاہی اگلے آٹھ منٹ اور چند سیکنڈ کے بعد پہنچے گی۔

جب ہم تک آگاہی ہی اس وقت پہنچے گی تو ہم اپنا بچاؤ کیسے کر پائیں گے۔یہ تو سورج کی بات ہے ہم جو رات کو ستارے دیکھتے ہیں ہم ان کا کھرب ہا سال پیچھے ماضی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔اسی طرح اگر کوئی انسان ہی ایسا عمل کرے جو اچانک ہو تو اس سے کیسے بچاؤ ہو سکے گا جب کہ عمل آج کیا گیا لیکن کائنات کو چلانے کا قانون ماضی کی بات ہے۔جب انسان غور کرے تو ایسے لاتعداد سوالات پیدا ہوتے ہیں۔کہ جب امر تقسیم در تقسیم ہو کر کائنات میں ملائکہ کے ذریعے مخلوقات تک پہنچتا ہے تو ممکن ہے کوئی نہ کوئی خرابی ہو جائے۔یہ عام انسانوں کے لیے نہ صرف بہت پیچیدہ ترین سوالات ہیں بلکہ اگر کوئی انسان مومن نہیں ہے اور وہ علم میں کافی مہارت حاصل کر لے تو وہ انہیں سوالات کو لیکر یہ سمجھ بیٹھے گا کہ وہ کائنات میں ان قوتوں جو کہ نظام چلا رہی ہیں پر قابض ہو کر براہ راست کائنات پر قابض ہوا جا سکتا ہے۔

اُس کے لیے یہ ہوگا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی خالق ہے تو وہ کائنات میں موجود یہی قوتیں ہیں جنہیں قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ملائکہ کہا ہے۔اور اگر کوئی ان کے علاوہ بھی کوئی اور قوت ہو تو ان پر قابض ہونے کے بعد اس تک بھی پہنچا جا سکتا ہے۔جیسا کہ آج موجودہ سائنسدان یاجوج اور ماجوج کر رہے ہیں۔

ان تمام سوالات کے جوابات اللہ سبحان وتعالیٰ نے اگلی آیات میں دے دیئے۔

اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِ نَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ. الدخان ۵

امر ہمارے پاس سے ہے اس میں کچھ شک نہیں ہم ہی بھیجے والے ہیں۔

رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ اِنَّهٗ هُوَا السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡم. الدخان ٦

رحمت یعنی ہر لحاظ سے حفاظتی حصار ہے تمہارے ربّ سے، اس میں کچھ شک نہیں وہ السمع العلیم ہے۔

یعنی کہ ایسا ہرگز نہیں کہ کائنات میں ان قوتوں جنہیں کائنات کا نظام چلانے پر معمور کیا ہے کو صرف اتنا ہی امر کر دیا کہ کائنات کو چلاؤ بلکہ کائنات کو چلانے کے لیے مجموعی امر جس میں وہ تمام امور جو تقسیم در تقسیم ہو کر ایک ایک خلق تک جاتے ہیں وہ ہمارے ہاں سے ہی ہیں۔ یہ درمیان میں تو صرف ایک ذریعہ ہیں۔

اگر کوئی اللہ کے امر کے خلاف عمل کرے گا تو پھر ایسا نہیں کہ وہ آزاد ہے اور اس سے باقی مخلوقات کو نقصان پہنچے گا بلکہ اللہ کا امر رحمت ہے تیرے رب سے۔ رب کے معنی کو سامنے رکھ کر ہی آیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ رحمت کہتے ہیں حفاظت کو۔ اللہ سبحان وتعالیٰ تمام عالمین کا ربّ کا۔ جب رب وہ ہے تو صرف اور صرف اسے ہی علم ہے کہ اس نے کیسے خلق کیا۔ اسے ہی علم ہے کہ کون کیا کرے گا تو اس کا ردعمل کیا نکلے گا۔ یعنی اگر کائنات میں کوئی بھی عمل اللہ کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو اس کا رد عمل کیا ہوگا یہ بھی اللہ کے علم میں ہے۔ اس لیے کہ اس نے ہی وہ تھیوری وضع کی جس کا عملی مظہر یہ کتاب مبین یعنی کائنات ہے۔ اور پھر اگر کوئی اللہ کے امر کے خلاف کام کرے گا تو ایسی نوبت کس وجہ سے آئے گی۔ ہر عمل کا کوئی نہ کوئی ردعمل اللہ سبحان وتعالیٰ نے رکھ دیا۔ عمل کیسے ہوگا اس کا علم بھی اللہ کو اور اس کا ردعمل کب کہاں کیسے اور کتنا ظاہر ہوگا یہ علم بھی اللہ کو تو جب ہر شئے کا پہلے سے ہی علم ہے تو پھر پہلے سے ہی ردعمل سے نپٹنے کا قانون بنانا کون سا ناممکن ہے یا مشکل ہے۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر۔

ان آیات کے اصل مخاطب عام سادہ لوح انسان نہیں ہیں جو پہلے ہی فطرت پر زندگی گزار رہے ہوں بلکہ یہ آیات ان کے لیے ہیں جو اللہ کی آیات کا کفر کرنا چاہتے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک بننا چاہتے ہیں کہ کائنات میں جو انہیں ذمہ داری دی گئی اس سے تجاوز کریں۔ اللہ کے کاموں میں شریک بنیں جیسا کہ آج ہو رہا ہے۔ یہ آیات ان مفسدوں کے لیے ہیں تا کہ وہ کسی غلط فہمی میں نہ رہیں۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ قرآن ہر دور میں راہنمائی کرتا ہے تو اس حوالے سے ہر دور کے مفسدوں سے یہ خطاب ہے۔ کہ ایسا ہرگز نہیں کہ تم قدرت کے قوانین جان کر فطرت کو اپنے لیے مسخر کر کے اللہ کی کائنات میں فساد کرتے رہو مخلوقات کے لیے تباہی کا سبب بنتے رہو اور کوئی ایسی دوسری طاقت نہیں ہے جو ان مخلوقات کی تم سے حفاظت نہ کر سکے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ تم تو سمجھتے ہو کہ اگر فطرت کو تحقیقات و تجربات سے مسخر کر لیا جائے تو وہی کام تم خود کرنے کے قابل ہو جاؤ گے

اور کائنات کا کنٹرول اپنے ہاتھوں لے لو گے کہ بس یہ فطرت ہی ہے جو سب کچھ ہے، فطرت ہی خالق ہے تو یہ صرف اور صرف تمہارا جہل اور کم عقلی ہوگی۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ. الدخان ۷

ربّ ہے یعنی ایک ایسی ذات ہے جب آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا وجود نہیں تھا تو ان سب کو وجود دینے والا، تمام کی تمام مخلوقات کی ضروریات خلق کرنے والا، ایک پیچیدہ ترین نظام کے ذریعے ان کی ضروریات خلق کرنے کے بعد ان تک پہنچانے والا۔ سب کو ان کے مقام پر رکھنے والا، ان کی لائن وضع کرنے والا یعنی ہر ایک پر یہ واضع کرنے والا کہ اسے کس مقصد کے لیے خلق کیا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے راہنمائی کرنے والا، اطاعت کا بدلہ حسن اور نافرمانی و بغاوت کا بدلہ دینے والا۔ یعنی مختصراً یہ کہ تم ہرگز یہ مت سمجھ بیٹھو کہ فطرت ہی وہ قوت ہے جو اس کائنات کی حقیقت ہے اگر تم فطرت کو مسخر کر لو گے جیسا کہ آج کسی حد تک کر چکے ہو تو تمہیں کوئی زوال نہیں آئے گا۔ تم کائنات کے مالک بن بیٹھو گے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سب کے پیچھے ایک ذات ہے۔ اگر تم اس دھوکے کا شکار ہو کر کائنات میں اس کے ساتھ شریک بنو گے تو انجام بہت برا نکلے گا۔ کائنات میں تباہی آجائے گی اس لیے کہ تمہیں باقی کائنات کا کچھ علم نہیں کہ وہ کیسے چل رہی ہے۔ کتنی پیچیدہ ہے۔ تم یہ گمان کرتے ہو کہ یہ کائنات ایک خودکار نظام کے ذریعے چل رہی ہے۔ وہ خودکار نظام فطرت ہے۔ اگر اس میں کوئی تبدیلی کی جائے گی تو پورے خودکار نظام میں اس کے مطابق تبدیلی ہو کر کائنات میں کوئی خرابی نہیں ہوگی۔ یعنی جیسے اگر گاڑی کی رفتار بڑھائیں تو گاڑی کے تمام پرزے خودکار طریقے سے اسی طرح متحرک ہو جاتے ہیں۔ کہ آپ کسی ایک جگہ پر کوئی تبدیلی کریں تو باقی پوری گاڑی میں اس کے مطابق تبدیلی کرنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ خود بخود ہی سب کچھ اسی کے مطابق تبدیل ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

یہ سب کسی خودکار نظام کے تحت نہیں چل رہا جو کہ تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ فطرت ہی ہے جو ایک خودکار نظام ہے اگر اس میں کوئی چھیڑ چھاڑ کی جائے تو کوئی خرابی نہیں ہوگی بلکہ خود بخود باقی سب اسی کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر چلا جائے گا۔ ایسا نہیں بلکہ اس کو چلایا جا رہا ہے۔

اگر تمہیں مخلوقات میں چیر پھاڑ کر کے ایسا گمان ہوتا ہے تو یہ تمہاری نہ صرف کم عقلی ہے بلکہ تم بہت بڑے جاہل بے وقوف ہو۔ اگر تم ہو یقین کرنے والے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ. الدخان ۸

نہیں ہے کوئی بھی ایسی ذات جس کی بات مانی جائے جس کی غلامی کی جائے مگر وہی ہے۔ چھوٹے چھوٹے ذرات کو اکٹھا کر کے ایک ظاہری شئے بناتا ہے اور ظاہر شئے کو چھوٹے چھوٹے ذرات میں تبدیل کرتا ہے۔ تمہارا ربّ اور تمہارے آباء جو تم سے پہلے تھے ان کا ربّ۔

تمہارا ربّ بھی وہی ذات ہے اور تمہارے آباء جو تم سے پہلے تھے ان کا ربّ بھی یعنی جو تم سے پہلے تھے انہوں نے کیا کیا اور ان کا انجام کیا ہوا تمہارے سامنے ہے اگر تم بھی وہی کچھ کرو گے جیسے انہوں نے فساد کیا اس ذات کی غلامی کرنے کی بجائے اوروں کی غلامی کی کائنات میں فساد کیا تو پھر تمہارا انجام بھی وہی ہوگا۔
اگر ہم اللہ کی غلامی کریں گے تو ہمارے آباء انبیاء، شہداء، صلحا و صدیقین ہوں گے اور اگر ہم نے اللہ کی غلامی کے بجائے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور کی بات مانی تو پھر ہمارے آباء، فرعون، نمرود، ہامان، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ اور انہی کی طرح ہمارا بھی انجام ہوگا۔

بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ. الدخان ۹

بلکہ یہ شک میں پڑے لعب کر رہے ہیں۔

پیچھے اللہ سبحان وتعالیٰ نے کائنات کے بہت سے عاجز کر دینے والے حقائق کو بیان کیا اس کے باوجود قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ انسان کے بارے میں یہ انکشاف کر رہے ہیں۔ کہ سب کچھ واضع ہو جانے کے باوجود بھی وہ وہی سب کر رہے ہیں جس سے منع کیا گیا ہر لحاظ سے کھول کھول کر حق واضع کر کے ان کو بتا دیا کہ اگر کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی بات مانی تو ایسے عمل کا ردعمل کائنات میں خرابیوں کا باعث بنے گا۔ یہ تو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی ایک بھی بات ماننے کا نتیجہ ہے اور اگر کوئی انسان پورے کا پورا اللہ کا باغی اور شیطان کا غلام بن جائے تو کائنات کا انجام کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں بلکہ آج یہ سب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

یلعبون. لعب سے ہے جس کے معنی بہت وسیع ہیں لیکن موضوع کے اعتبار کے ہم یہاں ان میں سے چند معنی بیان کریں گے۔

کسی شئے کا غلط استعمال کرنا۔

کسی ایسے کام میں وقت ضائع کر دینا جس سے کچھ حاصل نہ ہو۔

ایسے رستے پر چلنا جس کی منزل کا واضع علم نہ ہو کہ جدھر رستہ نظر آیا ادھر ہی رُخ کر لیا۔

بے مقصد کام کے پیچھے پڑنا۔

حساس اور نازک اشیاء و معاملات میں چھیڑ چھاڑ کرنا۔

فطرت میں چھیڑ چھاڑ کر کے اسے ردعمل پر مجبور کرنا۔

غیر سنجیدہ ہونا۔

کھیل کود۔

فضول کاموں میں وقت کا ضیاء۔

کسی شئے میں غیر سنجیدگی سے چھیڑ چھاڑ کرنا جس سے وہ خراب ہو جائے وغیرہ۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. الدخان ۱۰

پس انتظار کرو اس یوم کا آ جائے آسمان کھلم کھلے ہر طرف سے دھویں کے ساتھ۔

یوم کہتے ہیں پیریڈ کو، ایک مدت کو

السَّمَآء. اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر شئے کا جوڑا بنایا۔ اسی طرح آسمان کا بھی جوڑا ارض بنائی۔ ارض کہتے ہیں مادی اجسام کو اور السماء کہتے ہیں خلا کو جسے انگلش میں سپیس کہا جاتا ہے۔

یہاں یہ ذہن میں رہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے صیغہ واحد استعمال کیا ہے نہ کہ جمع اس لیے یہاں ایک آسمان مراد ہے۔

دخان. مختلف ایسے عناصر جو کسی بھی شئے کے استعمال سے فضلے کی صورت میں خارج ہوتے ہیں وکاربن ذرات وغیرہ ملی گیسوں کو دخان کہتے ہیں جسے دھواں بھی کہتے ہیں۔ دھند بھی کہتے ہیں۔

مبین. جو شئے ہر طرف موجود ہے جدھر بھی نگاہ دوڑائی جائے ادھر ہی اس کی موجودگی پائی جائے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین کے گرد گیسوں کی سات تہیں بچھائی ہوئیں ہیں جنہیں سبع السماوات یعنی سات آسمان بھی کہا ان میں سے پہلا آسمان دھویں سے بھر جائے گا۔ یہ پہلا آسمان سطح زمین جس پر حیات آباد ہے سے لیکر ۳ سے ۱۲ کلومیٹر بلندی تک خلاء یا فضا کو کہتے ہیں۔ تصویر میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

جو آسمان ہر طرف سے دھویں سے بھر جائے گا اس کو تصویر سے سمجھ لیں۔

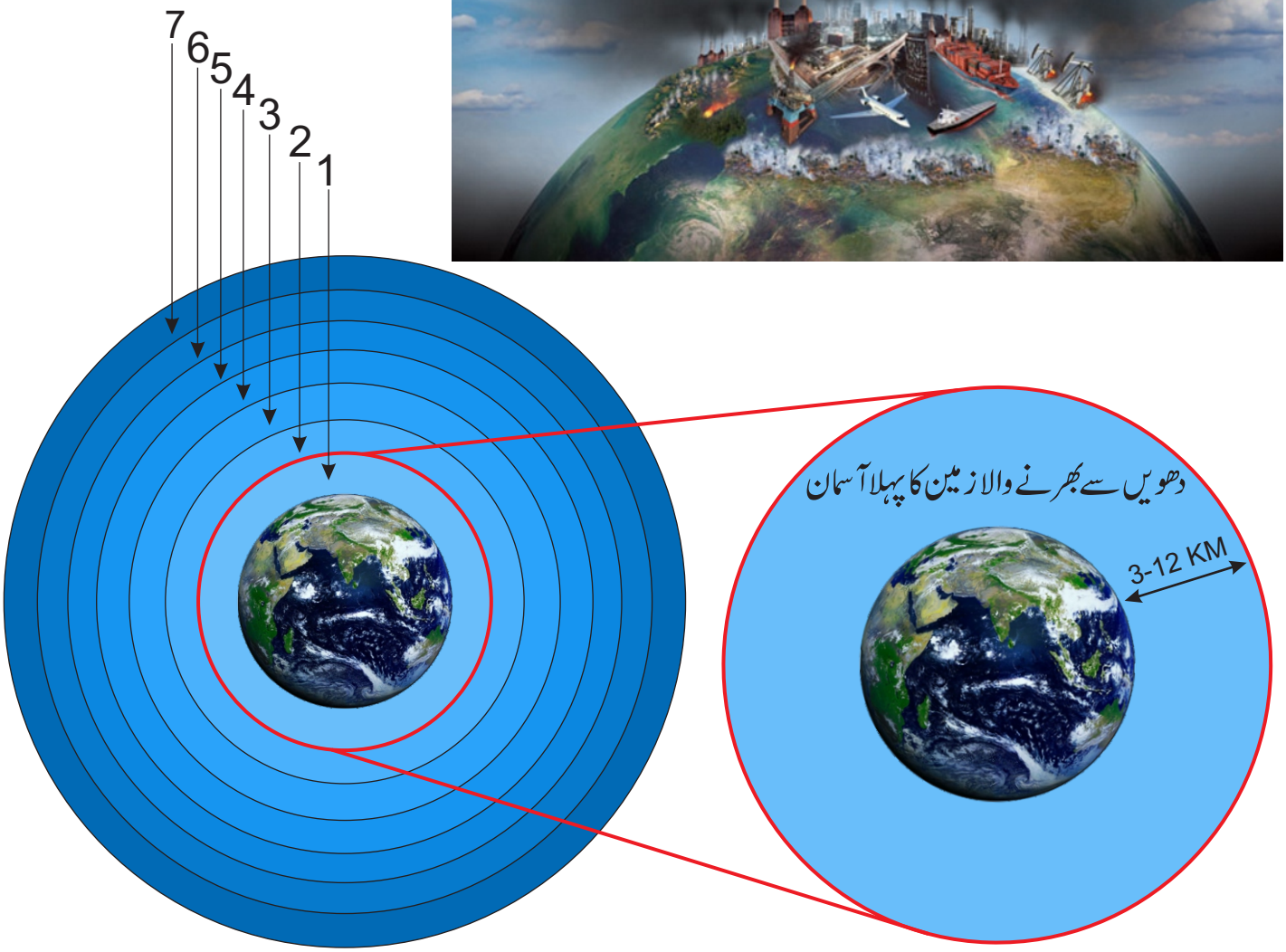

دخان ہی ہمارا موضوع تھا جس کے لیے ہم نے اس سورت پر اس سے پچھلی آیات پر تفصیل سے بات کی تا کہ ہمارے لیے حق کو سمجھنا بلکل آسان ہو جائے۔ تا کہ ہم اس بہت ہی اہم موضوع کو دیو مالائی کہانی نہ بنا دیں جس سے ہم نہ صرف قرآن کی اس پوری سورت کو ہی نہ سمجھ پائیں بلکہ ہمیں وقت کی نزاکت کا اندازہ ہی نہ ہو کہ ہم کس نازک ترین وقت میں موجود ہیں اور دنیا و آخرت میں خسارے والوں میں سے ہو جائیں۔

یہ دخان کیوں آئے گا اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کا سارا پس منظر پیچھے واضع کر دیا کسی قسم کا کوئی ابہام پیچھے نہیں رہتا نہ ہی کوئی مشکل پیش آتی ہے اس معاملے کو سمجھنے میں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بلکل کھلم کھلا صراحت کیساتھ حکم دے دیا کہ کائنات میں تم نے صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرنی ہے۔ تمہیں جو ذمہ داری دی گئی اس ذمہ داری سے تم نے رائی برابر بھی تجاوز نہیں کرنا۔ اللہ کے کاموں میں شریک نہیں بننا، کائنات میں چھیڑ چھاڑ نہیں کرنی۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اور پھر تم اگر کرو گے تو کیا کرو گے؟

صرف اور صرف یہی مقصد تمہارا ہو گا کہ دنیا کو جنت بنا لیں۔ اپنے لیے آسائشیں خلق کرو گے۔ جس کے لیے تم کائنات میں چھیڑ چھار کرو گے۔ اللہ کی آیات کی تکذیب کرو گے۔ تمہارا رب اللہ ہے لیکن تم اللہ کو ربّ تسلیم نہیں کرو گے۔ اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ضروریات خلق کیں اگر تم اللہ کی خلق کردہ ضروریات پر اکتفاء کرو گے تو تمہارا رب اللہ ہو گا لیکن تم اللہ کو اپنا ربّ نہیں بناو گے تم اللہ کے مقابلے پر آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے میں مداخلت کر کے اپنے لیے اپنی مرضی کے مطابق ضروریات خلق کرو گے جب تم ایسا کرو گے تو کیا ہو گا؟ اس کا نتیجہ دخان کی صورت میں نکلے گا۔

آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ مجموعی طور پر اور پر ایک الگ الگ اپنی جگہ پر ایک کارخانہ ہے۔ اس کارخانے یا ان کارخانوں میں جو بھی عمل ہوتا ہے اس سے فضلہ بھی خارج ہوتا ہے یعنی کائنات کا مکینزم ہی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسا بنا دیا کہ اس کائنات میں جو کام بھی ہوتا ہے اس کے لیے ایک توانرجی درکار ہوتی ہے اور دوسرا عمل کے دوران اس سے فضلہ خارج ہوتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کائنات میں ایسا نظام بنا دیا کہ کسی کا فضلہ کسی دوسری مخلوق کی خوراک ہے اور یوں ایک توازن قائم کر دیا۔ کچھ کم یا زیادہ نہیں ہوتا سب کچھ ٹھیک رہتا ہے۔ لیکن اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور کائنات میں کوئی دخل انداز کرے گا اللہ کا شریک بنے گا یعنی خلق کرے گا تو اس کے ان عوامل سے خارج ہونے والا فضلہ جو کہ مختلف گیسوں کی صورت میں خارج ہوتا ہے اسے ٹھکانے لگانے کا اس کے پاس کوئی بندوبست نہیں ہو گا اور یوں وہ گیسیں بڑھتے بڑھتے ہر طرف بھر جائیں گے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے تمہارے لیے جو ضروریات خلق کیں ان سے خارج ہونے والے فضلے کو ٹھکانے لگانے کے لیے اللہ نے

بہت سی ایسی مخلوقات خلق کیں جن کی خوراک ان کا فضلہ ہے یوں کائنات میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی کائنات میں میزان قائم رہتا ہے لیکن جب تم اپنی مرضی سے اپنی ضروریات خلق کرو گے تو یہ اللہ کے ساتھ شرک اکبر ہوگا۔ پھر تمہارے خلق کے مراحل کے دوران جو فضلہ دھویں کی شکل میں خارج ہوگا وہ کائنات میں کسی کی خوراک نہیں ہوگا۔ جیسے جیسے تم یہ کام کرتے رہو گے آسمان یعنی خلا میں دھواں بھرتا رہے گا۔ بالآخر وہ وقت آئے گا جب خلا اس دھواں سے بھر جائے گی۔ اور پھر اس دھویں سے ہوگا کیا اللہ سبحان وتعالیٰ نے آگے اس کا بھی جواب دے دیا۔ تاکہ جب ایسا وقت آئے تو یہ اپنی عقلوں کے مطابق طرح طرح کی تاویلات کر کے راہ فرار بھی اختیار کریں گے اس لیے ان پر واضح ہو جائے اور ان کے لیے کوئی راہ فرار نہ رہے اور یہ بھی نہ ہو کہ کل کو یہ کہیں کہ اگر ہمیں اس انجام کے بارے میں آگاہ کر دیا جاتا کہ ایسا ہوگا تو ہم ایسا نہ کرتے ممکن تھا کہ ہم باز آ جاتے۔ اتمام حجت کے لیے اور راہ فرار کو بند کرنے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کی بھی وضاحت کر دی۔

يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ. الدخان ۱۱

جو انسانوں کو ڈھانپ لے گا، یہ سزائے الیم ہے۔

غشی۔ ہر طرف سے ڈھانپ لینا، ہر طرف سے چھا جانا، ہر طرف سے کسی کے اردگرد ایسے آ موجود ہونا جیسے کوئی شئے پانی کے اندر موجود ہوتی ہے تو پانی اس کے ہر طرف موجود ہوتا ہے۔ اور جسم کے ساتھ ٹکرا رہا ہوتا ہے۔

جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا۔

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى. الیل ۱

اور رات جب ہر طرف سے چھا جاتی ہے۔

رات کو جس طرح ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ بلکل اسی طرح خلا یعنی فضاء ان نقصان دہ کیمیائی اجزاء کے مرکب دھویں سے بھر جائے گی جو تمہارے اپنے ہی ہاتھ سے کیے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے ہوگا۔ یہ عذاب الیم ہوگا۔

عذاب کہتے ہیں سزا کو۔اور سزا کسی ایسے عمل کی دی جاتی ہے جو نافرمانی میں کیا ہوا۔جو مرضی کے خلاف کیا ہوا۔
اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ بتا دیا کہ جو بھی عذاب آتا ہے وہ انسان کے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے آتا ہے۔
اسے کے اپنے ہی کیے کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاس. الروم ۴۱

ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور سمندروں میں بھی انسانوں کے اپنے ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کے سبب۔

فساد کہتے ہیں اشیاء کے مقام کو یا ان میں تبدیلی کرنے کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع کر دیا کہ اللہ کی خلق کے لیے تبدیلی ہے ہی نہیں اللہ نے تمام مخلوقات کو جس جس مقام پر رکھ دیا ان میں رائی برابر بھی تبدیلی اگر کی گئی تو ان میں خرابیاں ہوں گے جس کی وجہ سے تباہیاں آئیں گی بلکل اسی طرح خشکی وسمندروں میں آج انسانوں نے جو کرتوت کیے کہ اللہ کی مخلوقات میں تبدیلیاں کر دی یہ ہے فساد اور ان تبدیلیوں کا ردعمل جو کہ نقصان اور تباہی کی صورت میں نکلتا ہے وہ اس فساد کا ظاہر ہونا کہلاتا ہے۔آج ہم اس فساد کو اپنی آنکھوں سے ظاہر ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔جیسا کہ درج ذیل تصاویر میں دیکھیں۔

آج دنیا میں کوئی ایک بھی مخلوق ایسی نہیں رہی جس میں انسان کے اپنی ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کی وجہ سے ہونے والا فساد ظاہر نہ ہو گیا ہو۔ انسان ٹیکنالوجی یعنی ایجادات کو اپنے لیے مسیحا سمجھ کر دن رات اصلاح کے دعوے کرتا رہا لیکن آج انسان کے ان تمام کرتوتوں کا نتیجہ جب ظاہر ہو چکا تو کھل کر واضح ہو گیا کہ فطرت سے ہٹ کر جو کچھ بھی انسان نے بنایا وہ سب کا سب فسادہ تھا اور ہے نہ کہ اصلاح لیکن عقل کے اندھوں، خواہشات پرستوں کی اکثریت کو آج سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہونے کے باوجود بھی نظر نہیں آ رہا۔ دین کو پوجا پاٹ بنا لیا حالانکہ اللہ سبحان ہے پوجا پاٹ تو بتوں کی ہوتی ہے اللہ تو غنی ہے۔ اللہ نے اپنی غلامی کا کہا اور فطرت پر قائم ہونے کو ہی دین قرار دیا لیکن کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کی بات کو ماننے کو تیار ہو۔

یہ سب انسان کے اپنے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بار بار واضع کر دیا کہ اللہ کے لیے حمد ہے اور حمد اس میں ہوتی ہے جس میں رائی برابر بھی خامی، خرابی و نقص وغیرہ نہ ہو۔ اور اللہ ظلم نہیں کرتا بلکہ انسان خود ہی ظلم کرتے ہیں اور اس ظلم کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں اور اُلٹا اس ظلم وفساد کو ترقی کا نام دے کر دجل کے پردے میں چھپا دیا جاتا ہے۔ اس فساد کو اصلاح کے طور پر دیکھایا جاتا ہے کہ ہم تو اصلاح کر رہے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ. آل عمران ۱۰۸

اور نہیں اللہ چاہتا عالمین کے لیے کمی کیا جانا۔

وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. آل عمران ۱۱۷

اور نہیں ظلم کرتا ان کے لیے اللہ اور لیکن یہ خود ہی ظلم کرتے ہیں۔

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. الاعراف ۱۶۰

اور نہیں ظلم کیا ہم نے اور لیکن تھے یہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. التوبہ ۷۰

پس نہیں تھا اللہ ان کے لیے ظلم کرنے والا اور لیکن تھے یہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. یونس ۴۴

اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ انسانوں کی کسی شئے میں کمی نہیں کرتا اور لیکن انسان خود ہی کمی کرتے ہیں

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ. هود ۱۰۱

اور نہیں ظلم کیا ہم نے اور لیکن یہ خود ہی ظلم کرنے والے ہیں۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ. النحل ۳۳

اور نہیں ان کے لیے ظلم کرتا اللہ اور لیکن تھے یہ خود ہی ظلم کرنے والے۔

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ. النحل ۳۴

پس انہیں مصیبتوں، تکلیفوں، پریشانیوں، بے چینیوں نے آلیا ان کے بُرے اعمال کرنے سے اور ہر طرف سے گھیر لیا انہیں اس کیساتھ جو وہ تھے اس سے استہزا کرتے یعنی اللہ کے شریک بنتے ہوئے اس کی آیات یعنی مخلوقات میں پنگے لیتے تھے ان میں چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور جب انہیں منع کیا جاتا تھا سمجھایا جاتا تھا کہ اس کے رد عمل میں دنیا میں ہر طرف سے تباہیاں آئیں گے تو بات ماننے کی بجائے ہوا میں اڑا دیتے تھے۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا. الکھف ۵۹

اور یہ ہیں وہ اللہ کی باغی بستیاں ہلاک کیا ہم نے انہیں جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور کردی ہم نے ان کے لیے ہلاکت جو وعدہ کیا گیا تھا۔ یعنی کہ اللہ کی آیات جو کہ تمام کی تمام اللہ کی خلق کردہ مخلوقات ہیں میں چھیڑ چھاڑ کرنے سے منع کیا تھا ان کو ان کے مقام سے ہٹانے سے منع کیا تھا یعنی کسی بھی قسم کی کمی کرنے سے منع کیا تھا اور متنبہ کر دیا تھا

کہ اگر ایسا کرو گے تو جان لو اللہ کی خلق تبدیلی کی متحمل ہے ہی نہیں جب ایسا کرو گے تو ردعمل میں تباہیاں آئیں گی مگر وہ نہ مانے اور ٹیکنالوجی و ترقی کے نام پر ظلم کیا تو اسی ظلم کے سبب جو ردعمل آیا تو اس نے ان کو ہلاک کر دیا۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. الاعراف ۹۶

پس پکڑا ہم نے انہیں جو وہ کسب کرتے تھے ان کے سبب۔

کسب کہتے ہیں انسان جو اپنی قوت سے اللہ کی مخلوقات میں کرتا ہے جیسے آج ٹیکنالوجی سے زمین و آسمان میں ہر طرف فساد کیا جا رہا ہے یہ انسان کے کسب ہیں۔ دنیا کو آج جن جن عذابوں کا سامنا ہے وہ انسانوں کے اپنے ہی کرتوتوں کے سبب ہیں۔ اگر زمین کا خون نکالیں گے تو کیا زلزلے نہیں آئیں؟ اگر بیج اور فصلوں میں تبدیلیاں کریں گے تو کیا عمریں کم نہ ہوں گی؟ بچے مفلوج پیدا نہ ہوں گے؟ طرح طرح کی بیماریاں لاحق نہ ہوں گی؟ اسی طرح اللہ کی کائنات میں جہاں جہاں پنگے لیں گے تو ظاہر ہے ردعمل بھی تو آئے گا نہ اور وہی ردعمل اللہ کا عذاب، اللہ کی پکڑ کہلاتا ہے۔ قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے اور یہی تو اصل امتحان تھا یہی تو ابلیس نے دعویٰ کیا تھا کہ ان کو تیرا باغی بناؤں گا کہ یہ تیرے ہی مقابلے پر آ کھڑے ہوں گے تیرے کاموں میں مداخلت کریں گے یعنی تیرے شریک بنیں گے۔

ایسا ہرگز نہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ الگ سے کوئی عذاب خلق کرتے ہیں بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے کائنات کا نظام ہی ایسا بنا دیا کہ اگر کائنات میں کوئی انسان ایسا عمل کرے گا جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہو تو اس کا ردعمل انسان کے حق میں ظاہر ہوگا جس سے نہ صرف انسان بلکہ باقی مخلوقات کو بھی فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔ یہ اللہ کی طرف سے انسان کے صالح اعمال کا دنیا میں ہی بدلہ ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی انسان مومن ہو تو اس سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی احسن بدلے کا وعدہ کیا ہے۔

اور اگر یہی انسان کو ایسا کام کرے جو اللہ کی بغاوت پر مبنی ہو جو اللہ کے واضع کیے ہوئے احکامات کے خلاف تو کائنات میں ایسے عمل کا جو ردعمل ظاہر ہوگا وہ انسان کے لیے تکلیف دہ، نقصان دہ، پریشان کن، ہوگا۔ جس نوعیت کا عمل ہوگا اسی کے اعتبار سے جو اللہ کے قانون میں ہے ردعمل بھی ظاہر ہوگا۔ اور ایسے انسان کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے آخرت میں بھی دردناک سزا

کا وعدہ کر رکھا ہے۔

کوئی بھی انسان اگر کوئی ایسا عمل یا فعل کرے جو انفرادی نوعیت کا ہو تو اس کے اثرات محدود نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک سے زیادہ انسان معاشرتی سطح پر کوئی عمل انجام دیں تو اس کے نقصانات بھی اسی سطح پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر دنیا کے کسی ایک کونے میں دھویں پیدا کیا جائے گا تو اس کا ایک فوری ردعمل ہوگا اور دوسرا ردعمل بعید۔ فوری ردعمل اس مقام تک محدود ہوگا جس مقام پر دھواں موجود ہوگا اور بعید ردعمل کا ہوسکتا ہے انسان کو دنیا کی زندگی میں سامنا نہ کرنا پڑے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہی کام پوری دنیا میں کیا جانے لگے تو فوری ردعمل تو ظاہر ہوگا ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ بعید ردعمل بعید کی بجائے دن بدن قریب ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ انسان کو اس کا ذائقہ بھی چکھنا پڑے گا۔

بلکل یہی آج انسانوں نے کیا۔ جو پیچھے تفصیل گزر چکی۔ جن خطرات سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ ایسا نہ کرنا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے آج انسان نے وہی سب کیا۔ آج انسان نے آسمان کو دھویں سے بھر دیا اور یہی دھواں اس کے لیے دنیا میں عذاب الیم بن گیا۔ یعنی اس کے اپنی ہی کرتوت اس کے لیے عذاب بن کر سامنے آ گئے۔ اس دھویں سے آج ہر سال لاکھوں اموات ہو رہی ہیں۔ کروڑوں نہیں بلکہ اربوں انسان لاتعداد قسم کی طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ بچے مفلوج پیدا ہو رہے ہیں۔ معذور ہو رہے ہیں۔ ایسی ایسی بیماریاں ہیں کہ جن کا آج سے پہلے انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اسی دخان کی وجہ سے آج آسمان پھٹ چکا جس کی خبر اللہ نے قرآن میں دی تھی جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

یہاں پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ کون سا آسمان ہے جو دھویں سے بھر جائے گا۔ اسے درج ذیل تصویر کی مدد سے سمجھیں۔

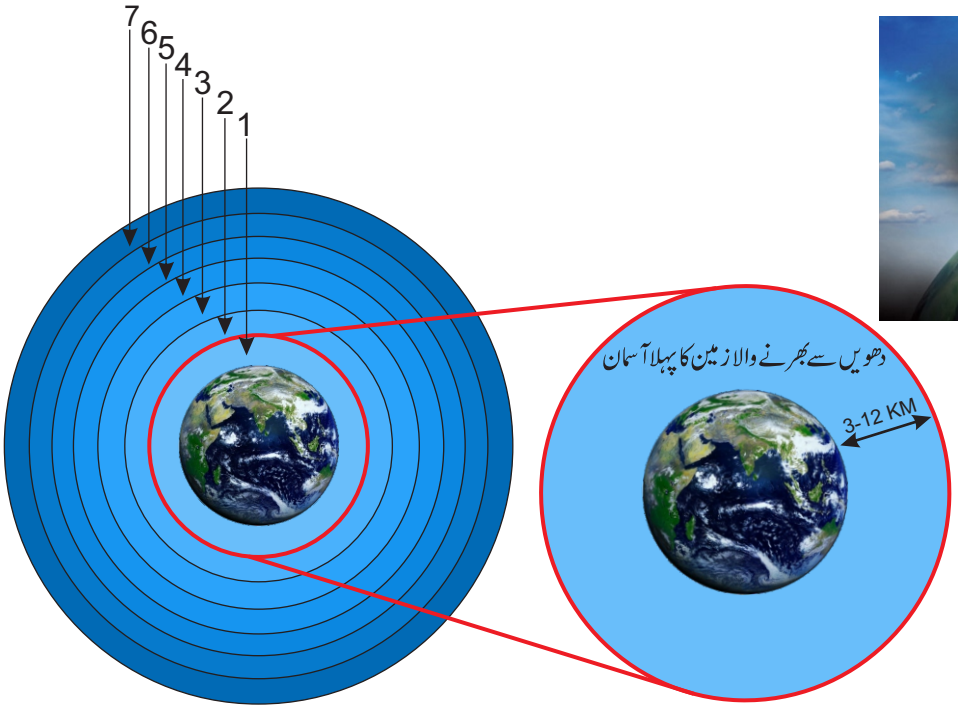

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ. الدخان ۱۲

ہمارے ربّ ہٹادے ہم سے عذاب کو اس میں کچھ شک نہیں ہم ایمان لاتے ہیں اور تیری ہی غلامی کریں گے۔

یہاں ربنا کا لفظ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ پہلے انسان اپنی پوری کوشش کریں گے کہ وہ اس سے نمٹ لیں اس دھویں کا کوئی نہ کوئی حل نکالیں لیکن حتی الامکان کوششوں کے باوجود عاجز آجائیں گے اور علی الاعلان تو نہیں لیکن اندر ہی اندر سے اس وقت تقریباً تمام انسانوں اور بلخصوص جو اس دھویں کے متاثرین ہوں گے ان کی یہی خواہش ہوگی کہ اگر یہ عذاب ہم سے دور ہو جائے تو ہم دوبارہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گے کہ جس سے دوبارہ ہم اپنے ہی کیے کا شکار ہو جائیں۔ یہ ان کے ضمیر کی آواز ہوگی لیکن ان کی چاہت یا خواہش یہ نہیں ہوگی اسی لیے اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ایسے الفاظ استعمال کیے جو عام طور پر ہم کسی کے بارے میں گمان کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی انسان کسی مصیبت کا شکار ہو تو ہم گمان کرتے ہیں کہ اگر آج اس کی مدد کر کے اسے اس مصیبت سے نکال دیا جائے تو یہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ اس مصیبت کے وقت اس شخص کے چہرے کے تاثرات یہی بتا رہے ہوتے ہیں اور اس کے ضمیر کی بھی یہی آواز ہوتی ہے لیکن جیسے ہی وہ اس مصیبت سے نجات پاتا ہے وہ سب کچھ بھلا کر نئے سرے سے پہلے سے بڑھ کر وہی حرکت یہ کہتے ہوئے دہراتا ہے کہ پہلے مجھ سے فلاں جگہ غلطی ہوئی جس کی وجہ سے معاملہ ہاتھ سے نکلا تھا لیکن اب میں وہ غلطی ہونے ہی نہیں دوں گا یعنی ایسی کوئی نوبت ہی نہیں آنے دوں گا اور ہم اپنی زندگی میں بہت بار ایسے مشاہدات کر چکے ہیں کہ دوسری بار انسان پہلے سے بھی بڑی مصیبت کا شکار ہوتا ہے لیکن تب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے تو بلکل یہی بات اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے بارے میں بیان کر رہے ہیں۔ آیت قطعاً یہ نہیں بیان کر رہی کہ یہ ان کے دلوں کی آواز ہوگی بلکہ اس مجبوری کی حالت میں جو ان کے تاثرات ہوں گے وہ بیان کیے جا رہے ہیں کہ جب وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ناکام ہو جائیں اور ان پر واضح ہو جائے کہ اب وہ اس کی وجہ سے مجموعی طور پر کسی بھی وقت بڑی ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں م تو ایسے وقت میں اگر انہیں اس کی پیشکش کی جائے کہ اگر یہ مصیبت آپ سے دور کر دی جائے تو آئندہ ایسی حرکت تو نہیں کریں گے تو جواب میں با آواز بلند یہی کہیں گے کہ ہمارے باپ دادا کی بھی توبہ لیکن حقیقت ایسی نہیں ہے۔ بہر حال اس کی آگے ضرور وضاحت آجائے گی۔

اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ. الدخان ۱۳

کہاں ہے ان کے لیے یاددہانی اور تحقیق آ گیا ان کے پاس رسول مبین۔

یہ اللہ سبحان وتعالیٰ کا قانون ہے کہ جب تک سی قوم کی طرف رسول یعنی اللہ کا بھیجا ہوا نہ آ جائے تب تک عذاب نہیں آتا۔ رسول کہتے ہیں جو اس وقت جسمانی طور پر موجود ہو اور ان پر ان کے اعمال کی حقیقت واضع کر دے کہ اگر انہوں نے یہی روش اپنائے رکھی تو ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ اور مبین کہتے ہیں ایسے واضع اور کھلی شئے کو جو ہر طرف جدھر بھی نگاہ دوڑائیں، دیکھا جائے یا غور کیا جائے تو موجود ہو۔ رسول مبین کہتے ہیں اللہ کا ایسا بھیجا ہوا جو ہر لحاظ سے ہر بات کو کھول دے۔ انسان جو کرتوت کر رہے ہوتے ہیں ان کے کرتوتوں کی حقیقت ایسے کھول دے کہ یا تو وہ ایمان لے آئیں اور اللہ سے رجوع کرتے ہوئے عمل صالح کریں ورنہ حجت پوری ہو جائے اور جس کے بعد انہیں اللہ کا عذاب آ گھیرے۔ بنیادی طور پر رسول اسی وقت بھیجا جاتا ہے خوہ کسی کے پاس انفرادی طور پر یا کسی قوم کے پاس جب ہدایت یا اتمام حجت کا وقت آ چکا ہو۔ تو آج بھی اللہ کے عذاب سے پہلے ایسا ہو کر رہے گا کوئی ایسا انسان جس کا اللہ سبحان وتعالیٰ انتخاب کریں گے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرے گا یعنی وہی دین کھول کر واضع کر دے گا جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے تھے جس سے پوری دنیا کے انسانوں جن کے لیے ہدایت یا اتمام حجت درکار ہو گا پر حق کھل کر واضع ہو جائے گا لیکن اکثریت حق کا انکار کر دے گی اور حجت پوری ہو جائے گی اور بہت ہی کم ایسے ہوں گے جو ایمان لائیں گے یعنی حق کو تسلیم کریں گے اور مفسد اعمال کو ترک کر کے صالح اعمال کریں گے۔ رسول اور نبی پر صراحت کیساتھ وضاحت الگ موضوع کے تحت آئے گی۔

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ. الدخان ۱۴

پھر پلٹ گئے یعنی پھر گئے واپس اسی روش پر چلے گئے اور رسول کی دعوت کا جواب یوں دیا کہ سیکھایا گیا مجنون ہے۔

ایسا انسان جب آئے گا اور اللہ کی طرف دعوت دیگا اور ان پر واضع کرے گا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا انجام کیا ہے تو وہ اپنی

روش پر نہ صرف قائم رہیں گے بلکہ الٹا اسی کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے اس وقت کے علماء کہلانے والے اس کیخلاف سب سے آگے ہوں گے جو اس کے خلاف طرح طرح کے فتوے جاری کریں گے کہ یہ شخص دین کوئی نیا دین لے کر آ گیا یہ جو بیان کرتا ہے ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے بھی ایسا نہیں سنا یعنی اس کی باتوں میں مت آنا یہ تو کوئی پاگل انسان ہے۔ اس کو کسی نے برین واش کر دیا اس لیے یہ اس طرح کی باتیں کرتا رہتا ہے۔

اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلاً اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ. الدخان ۱۵

اس میں کچھ شک نہیں ہٹایا ہم نے عذاب تھوڑا اس میں کچھ شک نہیں تم پھر وہی کرنا شروع ہو گئے دوبارہ اسی رواش کو اختیار کر لیا۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ ایک عظیم خبر دے رہے ہیں اور وہ خبر یہ ہے کہ جب دخان عذاب الیم کی شکل اختیار کرے گا اور انسان جب اس سے عاجز آ جائیں گے تو بہت تھوڑی مدت تک کے لیے ان سے دخان کو ہٹا دیا جائے گا۔ جیسے ہی ہٹا دیا جائے گا اس کے بعد جیسے ہی انہیں موقع ملے گا وہ دوبارہ اسی روش پر قائم ہو جائیں گے۔ اور جب ایسا کریں گے تب ان کا انجام کیا ہو گا اس کا بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے آگے ایک عظیم خبر کی صورت میں اعلان کر دیا۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ج اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ. الدخان ۱۶

ہم پکڑیں گے اس یوم بہت بڑی پکڑ اس میں کچھ شک نہیں ہم انتقام لیں گے۔

یہاں ایک بات جو ضروری ہے وہ بیان کرتے چلیں۔ پورے قرآن میں انداز بیان ایسا ہے کہ جیسے ماضی میں کچھ ہوا تو اس کی خبریں دی جا رہی ہیں۔ یہاں اس آیت میں الفاظ کے اصل معنی تو یہ بنتے ہیں کہ پکڑا ہم نے اس یوم بہت بڑی پکڑ اس میں کچھ شک نہیں ہم انتقام لینے والے تھے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ یہ کہا جا رہا ہو کہ ہم ایسا کریں گے بلکہ یہ ہے کہ ہم نے ایسا کیا

تھا۔قرآن سارے کا انداز بیان یہی ہے۔اور بہر حال حقیقت بھی یہی ہے کہ جنتی جنت میں ہیں اور دوزخی دوزخ میں۔
دونوں طرف سے یہ سوال ہوا کہ اے اللہ ہم نے جب کچھ کیا ہی نہیں تو ہم جہنم میں کیوں اور یہ جنت میں کیوں۔تو یہ دنیا کی زندگی اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے۔کہ ایسا ہرگز نہیں کہ بغیر کچھ کیے تمہارا فیصلہ کر دیا گیا بلکہ تم نے یہ سب کیا تھا جس کی وجہ سے تم جہنم میں اور یہ جنت میں ہے۔انسان کو اس کا ماضی دیکھایا جا رہا ہے۔جو وہ بھول چکا تھا۔
اس پر ہم مزید بات اس لیے نہیں کریں گے کیوں کہ ہمارا یہ موضوع نہیں ہے۔اس پر موضع کے اعتبار سے مفصل بات ہوگی اس لیے ہم اپنے موضوع کی طرف واپس پلٹتے ہیں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس سورت کی ان آیات میں جو عظیم خبریں رکھیں وہ یہ ہیں کہ انسان کے اپنے ہی کرتوتوں کے نتیجے میں جب فضا دھویں سے پھر جائے گی کہ عذاب الیم بن جائے اور انسان اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کے باوجود عاجز آ چکا ہوگا۔اسے اپنے انجام کی خبر مل چکی ہوگی تو اس کی اس وقت خواہش یہ ہوگی کہ اس عذاب کو ہٹا دیا جائے۔اور اگر ان پر ایمان لانے اور آئندہ فساد نہ کرنے کی شرط پیش کی جائے عذاب دور کرنے کے بدلے تو وہ اس شرط کو تسلیم کرنے کا قول دے دیں گے۔پھر ان سے عذاب ہٹایا جائے گا۔
یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عذاب کس طرح ہٹایا جائے گا؟
اس کا جواب قرآن بہت ہی صراحت کیساتھ دیتا ہے۔قرآن ایسی خبروں سے بھرا پڑا ہے ہم یہاں تفصیل کی بجائے مختصراً بات کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کا مجموعی طور پر قوموں پر سے اس طرح کے عذاب ہٹانے کا قانون یہ ہے کہ اگر عوام مجموعی طور پر توبہ کر لے ایمان لے آئے یعنی کہ وہ سابقہ تمام اعمال کو ترک کر کے اللہ کی غلام بن جائے فساد کرنا ترک کر دے اور اس کی بجائے اصلاح کرنے والے اعمال کرے تو خود بخود زمین کی اصلاح ہو جائے گی یوں وہ عذاب دور ہو جائے گا۔
دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ عوام ایسا کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور ساتھ میں یہ بھی کہتی ہے کہ ہم مجبور ہیں، ہم کمزور ہیں۔ نظام سے کٹ کر، ہٹ کر ہم زندہ نہیں رہ سکیں گے یا جان و مال محفوظ نہیں رہے گا۔مفسد قوتیں کئی گناہ زیادہ طاقت ور ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کے قانون میں کفر ثابت ہو چکا ہوتا ہے لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ غنی ہیں۔التواب بھی ہیں اس لیے اپنی ان صفات کے ناطے اللہ سبحان وتعالیٰ پھر ایک دوسرے ذریعے سے اس عذاب کو ہٹاتے ہیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ کو تو حقیقت کا علم ہے لیکن انسانوں کے لیے اتمام حجت کی غرض سے اللہ سبحان وتعالیٰ پھر ایک جماعت جو کہ مومن ہوتی ہے کے

ذریعے عذاب دور کرتے ہیں۔یعنی مومنوں کی ایک جماعت کومفسدین مشرکین پر چڑھا کر دنیا کوفساد سے پاک کرتے ہیں۔ یہ دوذریعے اللہ سبحان وتعالیٰ کا ایسے حالات میں قانون وضع ہوتا ہے۔اگر حالات اس کے برعکس ہوں تو صورت مختلف ہو جاتی ہے۔لیکن اس وقت اور حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ مومنوں کی ایک جماعت کے ذریعے پوری دنیا کوفساد سے پاک کردیا جائے۔لیکن جیسے ہی اللہ سبحان وتعالیٰ ان کی آزمائش کی خاطر حکومت انہیں منتقل کریں گے تو یہ پھر وہی سب کچھ کرنا شروع کر دیں گے جس وجہ سے دخان عذاب الیم بن کر آیا۔پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا چند سال کے بعد بہت بڑی پکڑ پکڑے جائیں گے۔دوبارہ بڑی پکڑ انہیں کو ہی پکڑا جائے گا جنہیں دخان کے عذاب سے نکالا گیا۔یعنی بڑی پکڑ میں ایسے انسان لازم ہوں گے جو دخان والے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد بچائے گئے ہوں گے۔

یعنی اگر غور کیا جائے تو ابھی جو خلافت قائم ہو چکی ہے یہی وہ جماعت اس کی وجہ بنے گی جس کے ذریعے دنیا کو بہت تھوڑے عرصے تک ٹیکنالوجی سے پاک کردیا جائے گا۔جب ٹیکنالوجی سے زمین پاک ہوگی تو دنوں اور ہفتوں کے اندر بادلوں، آب وہوا اور زمین وغیرہ کے نظام میں اصلاح ہو جائے گی۔لیکن یہ ایک چھوٹا سا عرصہ ہوگا۔قرآن میں غور وفکر کرنے سے بلکل واضع ہوتا ہے کہ یہ عرصہ نہ زیادہ اور نہ کم صرف سات سال کا ہوگا۔یعنی جس دن پوری زمین پر دین اسلام قائم ہو جائے اور دنیا ٹیکنالوجی پاک اور فطرت پر آجائے اس دن سے لیکر ٹھیک سات سال تک دنیا ایسے رہے گی لیکن اس کے بعد دوبارہ ٹیکنالوجی کا دور شروع ہوگا جو قرآن سے حاصل ہونے والی راہنمائی کی روشنی میں ٹھیک چالیس سال تک ہوگا پھر وہ بڑی پکڑ آئے گی جو کہ ایک عظیم زلزلہ ہوگا۔

دنیا کو ٹیکنالوجی سے پاک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا حادثہ انجام پائے جس کی زد میں آکر ٹیکنالوجی کا وجود مٹ جائے۔اور اس حوالے سے بھی قرآن بڑی صراحت کیساتھ خبر دیتا ہے وہ القارعہ ہوگی۔اور دوسری بات یہ کہ جیسے آگ جب ختم ہونے کو آتی ہے تو آخری بار پوری شدت سے ایک بار بھڑکتی ہے اس کے ساتھ ہی ٹھنڈی ہو جاتی ہے بلکہ اسی طرح القارعہ یعنی دنیا کی تاریخ کی پانچویں اور آخری عالمی ایٹمی جنگ کے نتیجے میں استعمال ہونے والے بموں کے دھویں سے بھی فضا مزید دھویں سے بھر جائے گی۔لیکن اس کے بعد دھواں مختصر مدت تک کے لیے ختم ہو جائے گا۔

یہ تو تھی قرآن کی روشنی میں دخان کی صراحت کیساتھ وضاحت۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دخان کے حوالے سے کیا الفاظ بیان کیے۔اور ایسا ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن سے ہٹ کر کوئی بات کریں۔

بہت سی روایات جن میں قیامت کی علامات کبریٰ کا ذکر موجود ہے ان میں سے ایک دخان ہے۔ دخان، دابۃ الارض کے بعد ظاہر ہونے والی قیامت کی بڑی شرط ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے جن وجوہات کی بنا پر قیامت آئے گی ان میں سب سے سب سے پہلی وجہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دوسری یاجوج اور ماجوج، تیسری آگ ہوگی جو بحر حضر موت، الحجاز، یثرب کے مشرق، ایران سے نکلے گی اور وہ قیمتی ترین شئے کا پہاڑ یعنی اتنی بڑی مقدار میں اتنی قیمتی شئے جس کے سامنے باقی سب کی قدر و قیمت ماند پڑ جائے فرات سے نکلے گی، چوتھی دجّال اور دابۃ الارض، پانچویں دخان، چھٹی کالے جھنڈے و مہدی، ساتویں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، آٹھویں القارعہ ہے۔ القارعہ کے بعد زمین سات سال تک فطرت پر رہے گی لیکن سات سال پورے ہونے پر جیسے ہی ابن مریم کی وفات ہوگی اس کے فوراً بعد زمین میں دوبارہ ٹیکنالوجی کا راج ہو جائے گا۔

ٹیکنالوجی پر دجل کا پردہ چڑھا ہوا تھا جس کی وجہ سے ہر کوئی اسے اپنا مسیحا سمجھتا تھا یعنی ٹیکنالوجی دجّال تھی تب دجّال نہیں رہے گی بلکہ سب پر ٹیکنالوجی کی حقیقت کھل چکی ہوگی یہی دجّال کا قتل ہوگا ٹیکنالوجی پر پڑا دجل کا پردہ چاک ہو جائے گا اور سب کو علم ہو جائے گا کہ یہ مسیحا نہیں بلکہ اسی کی وجہ سے دنیا میں تمام تر ہلاکتیں آ رہی ہیں۔ سب کو علم ہوگا کہ ٹیکنالوجی کی وجہ سے فساد ہوتا ہے اس کے باوجود اس کا بھرپور استعمال کیا جائے گا۔ یوں چالیس سال تک دنیا پر ٹیکنالوجی اپنے عروج پر پہنچ جائے گی اور ٹھیک چالیس سال پورے ہونے پر جمعہ کے روز عصر کے اختتام پر مغرب ہوتے ہی اچانک زمین ایک شدید ترین زلزلے سے لرز جائے گی اور زمین پر سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔

دخان کے بارے میں احادیث میں جو تفصیلات ملتی ہیں ان میں دو باتیں رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی چونکا دینے والی بتائیں۔ ان میں پہلی یہ کہ دخان کی وجہ دابہ من الارض بنے گا اور دوسری بات کہ دجّال کی جنت دخان والی ہوگی۔

جیسا کہ درج ذیل روایات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج الدابة فتسم الناس على خراطيمهم. طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا دابہ نکلے گا پس وہ زہر آلود کر دے گا انسانوں پر ان کی ناکیں یا اپنی خراطیم یعنی ناکوں پر انسانوں کی ناکوں کو زہر آلود کر دے گا۔

رسول الله ﷺ قال: معه مثل الجنة ومثل النار، وجنتة غبراء ذات

دخان. ابن عساکر، ابو یعلی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس کے ساتھ ہوگی جنت کی مثل اور آگ کی مثل اور اس کی جنت غبار والی ہوگی جو دھواں ہوگا۔

جیسے رسول اللہ ﷺ نے دجّال کے بارے میں کہا کہ وہ چالیس یوم رہے گا بلکل وہی الفاظ رسول اللہ ﷺ نے دخان کے لیے بھی استعمال کیے کہ دخان چالیس یوم تک رہے گا۔ یہ وہی دخان ہے جو دابہ اور دابہ سے مسلک عوامل سے نکلا اور نکل رہا ہے یہی وہ غبار ہے جو بذات خود دھواں ہوگا جو دجّال کی جنت میں ہوگا۔ یہی وہ دجّال کی جنت ہے جس میں آج یہ دھواں موجود ہے۔ دجّال کا دابہ اور دجّال کی اپنے غلاموں کے لیے خلق کرنے والی ضروریات کی وجہ سے کارخانوں سے یہ دھواں نکلا اور دھڑا دھڑ نکل رہا ہے۔

قلت یا نبی اللہ ﷺ وما الدخان؟ قال ھذہ الآیۃ: فارتقب یوم یاتی السماء بدخان مبین یملأ ما بین المشرق والمغرق یمکث أربعین یوما و لیلۃ. تفسیر قرطبی

ملأ. انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی ایک بہت بڑی تعداد کا غیر منظّم طریقے سے ایسا کام کرنا جس سے روکا گیا ہوا جس کی اجازت نہ دی گئی ہو یعنی حرام ہو جس کی وجہ سے ان کے عمل کا ردعمل بہت بڑی مقدار میں ظاہر ہو جائے۔

پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ اور کیا ہے دخان؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا یہ وہ آیت ہے پس قریب ہے جس یوم آئے گا آسمان ہر طرف سے دھویں کے ساتھ، انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی بہت بڑی غیر معمولی تعداد کے غیر منظّم طریقے سے ایسے اعمال کا ردعمل ہوگا کہ جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے روک دیا جو حرام ہیں ان کے ان اعمال کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے درمیان دھواں بھر جائے گا جو رہے گا چالیس یوم اور لیل۔

رسول الله ﷺ قال: أنه من اشراط الساعة لم يجي بعد، وأنه يمكث في الأرض اربعين يوما يملأ ما بين السماء والأرض. تفسير قرطبی

رسول اللہ ﷺ نے دخان کے بارے میں کہا کہ وہ ساعت کی اشراط میں سے ہے یعنی جن وجوہات کی بنیاد پر ساعت آئے گی دنیا میں آخری بڑی تباہی آئے گی جس سے دنیا میں حیات کا خاتمہ ہوگا ان میں سے ایک شرط ہے نہیں بچے گا کچھ اس کے بعد اور کہ وہ رہے گا زمین میں چالیس یوم۔ انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی بہت بڑی غیر معمولی تعداد کے غیر منظّم طریقے سے ایسے اعمال کا ردعمل ہوگا کہ جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے روک دیا جو حرام ہیں ان کے ان اعمال کی وجہ سے بھر جائے گا آسمان اور زمین کے درمیان۔

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ کہا کہ دخان چالیس یوم تک رہے گا تو اس سے مراد ہم زمین پر ہمارے چالیس دن مراد لے لیتے ہیں اور یہی وہ بنیادی وجہ بنتی ہے ان معاملات کے نہ سمجھ آنے کی۔ یوم عربی میں دن کو نہیں کہتے بلکہ یوم عربی میں ایک طے شدہ مدت کو کہتے ہیں یعنی جسے انگلش میں پیریڈ کہتے ہیں۔ جیسے کوئی شئے ایک نقطے سے سفر شروع کرے جب تک کہ وہ واپس اسی نقطے پر نہ پہنچ جائے اس کو یوم کہا جائے گا۔ لیکن یہ یوم اس شئے کا یوم کہلائے گا نہ کہ ان اشیاء کا جو اس کے علاوہ ہوں۔ مختصراً یہ کہ یوم کے معنی ہمارا چوبیس گھنٹے کا دن نہیں بلکہ وہ جس شئے کا یوم ہوگا اس شئے کو جان کر ہی اس کے یوم کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ اس شئے کا ایک یوم ہماری کتنی مدت کا ہوگا۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے عربی کے ان اصولوں کو سامنے رکھنا لازم ہوگا اس کے بعد ہی ہم کسی معاملے کو آسانی سے سمجھ پائیں گے۔

دجّال کی مدت بھی چالیس یوم اور دخان کی مدت بھی چالیس یوم۔ دجّال اور دخان میں چالیس یوم مشترک ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ممکنا طور پر دجّال اور دخان یعنی دھویں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اور جب ہم غور وفکر کریں تو جو بات کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے دجّال کی جنت کو بھی دخان والی کہا۔

رسول الله ﷺ قال: ومعه مثل الجنة ومثل النار، وجنتة غبراء ذات

دخان. ابن عساکر، ابو یعلی

رسول اللہ ﷺ نے کہا اس کے ساتھ ہوگی جنت کی مثل اور آگ کی مثل اور اس کی جنت غبار والی ہوگی جو دھواں ہوگا۔

اس سے صاف طور پر واضع ہو جاتا ہے کہ دجّال کی مدت چالیس یوم۔اس کیساتھ جنت اور آگ ہوگی۔تو پھر اس کی جنت اور آگ کی مدت بھی چالیس یوم ہی ہوگی۔جب جنت کی مدت چالیس یوم ہے اور جنت اس کی دخان والی ہوگی تو پھر یہ وہی دخان ہے جو دجال کی جنت میں ہوگا جس کی مدت رسول اللہ ﷺ نے چالیس یوم بتائی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دخان آئے گا کہاں سے؟

جب ہم اس سوال کے جواب کے لیے غور وفکر کریں تو جو جواب ملتا ہے وہ دجّال کو مزید کھول کر واضع کر دیتا ہے۔اس سلسلے میں رسول اللہ کے یہ الفاظ کھول کر راہنمائی کرتے ہیں۔

قلت يا نبى الله ﷺ وما الدخان؟ قال هذه الآية: فارتقب يوم ياتى السماء بدخان مبين يملأ ما بين المشرق والمغرق يمكث أربعين يوما و ليلة. تفسير قرطبى

ملأ. انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی ایک بہت بڑی تعداد کا غیر منظّم طریقے سے ایسا کام کرنا جس سے روکا گیا ہوا جس کی اجازت نہ دی گئی ہو یعنی حرام ہو جس کی وجہ سے ان کے عمل کا ردعمل بہت بڑی مقدار میں ظاہر ہو جائے۔

پوچھا اے اللہ کے نبی ﷺ اور کیا ہے دخان؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا یہ وہ آیت ہے پس قریب ہے جس یوم آئے گا آسمان ہر طرف سے دھویں کے ساتھ، انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی بہت بڑی غیر معمولی تعداد کے غیر منظّم طریقے سے ایسے اعمال کا ردعمل ہوگا کہ جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے روک دیا جو حرام ہیں ان کے ان اعمال کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے درمیان دھواں بھر جائے گا جو رہے گا چالیس یوم اور لیل۔

أنه من اشراط الساعة لم يجي بعد، وأنه يمكث في الأرض اربعين يوما يملأ ما بين السماء والأرض. تفسیر قرطبی

رسول اللہ ﷺ نے دخان کے بارے میں کہا کہ وہ ساعت کی اشراط میں سے ہے یعنی جن وجوہات کی بنیاد پر ساعت آئے گی دنیا میں آخری بڑی تباہی آئے گی جس سے دنیا میں حیات کا خاتمہ ہوگا ان میں سے ایک شرط ہے نہیں بچے گا کچھ اس کے بعد اور کہ وہ رہے گا زمین میں چالیس یوم۔ انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کی بہت بڑی غیر معمولی تعداد کے غیر منظّم طریقے سے ایسے اعمال کا ردعمل ہوگا کہ جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے روک دیا جو حرام ہیں ان کے ان اعمال کی وجہ سے بھر جائے گا آسمان اور زمین کے درمیان۔

یہ انسانوں اور غیر انسانی مخلوقات کے ان اعمال سے پیدا ہو کر زمین و آسمان کے درمیان مشرق و مغرب میں بھر جائے گا جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے بہت سختی سے روکا تھا۔ وہ کون سے ہمارے اعمال ہیں آج انہیں سمجھنا رائی برابر بھی مشکل نہیں۔ ہم اسے تصاویر میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

درج ذیل تصاویر میں دیکھئے۔

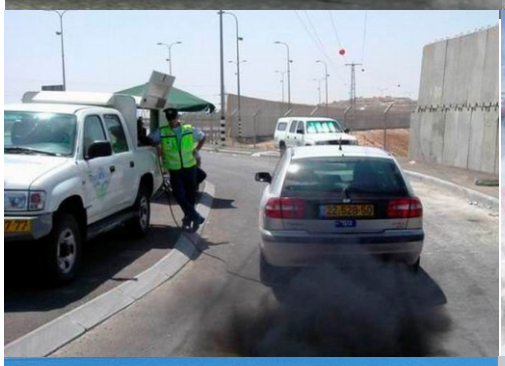

مشرق ومغرب کے درمیان آج دخان بھر چکا۔ دنیا کا کوئی ایک بھی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں آج یہ دخان بھرا نہ جا چکا ہو۔

مزید اور بہتر کوالٹی میں تصاویر دیکھنے کے لیے گوگل میں درج ذیل الفاظ سرچ کریں اور ویڈیوز دیکھنے کے لیے انہیں الفاظ کو یوٹیوب وغیرہ میں سرچ کریں۔

massive smoke, air pollution, air polluted cities

گوگل میں اردو میں تلاش کریں۔ فضائی آلودگی، فضائی آلودگی کے نقصانات، ماحولیاتی آلودگی۔

یہ دخان یعنی دھواں وہ دھواں ہے جس سے آج زمین کا پہلا آسمان بھر چکا ہے۔ جو دھواں دابہ خارج کر رہا ہے۔ جو دھواں مختلف فیکٹریوں وغیرہ سے پیدا کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ دخان ہے جو آج انسانوں کے لیے عذاب الیم کی صورت اختیار کر چکا ہے۔طرح طرح کی لاتعداد بیماریاں اسی دھویں کی وجہ سے ہیں۔اسی دھویں کی وجہ سے آسمان پھٹ چکا،اسی دھویں کی وجہ سے موسموں میں تباہ کن تبدیلیاں واقع ہو کر آب و ہوا اور بادلوں کا نظام درہم برہم ہو گیا جس سے زمین کا پیداواری نظام بھی درہم برہم ہو گیا۔اس دھویں کے کیا کیا نقصانات ہیں ہم آج اس بارے میں با آسانی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔آپ کے لیے دروازہ کھلا ہے جتنا جی چاہے اس کے نقصانات پر تحقیق کریں۔

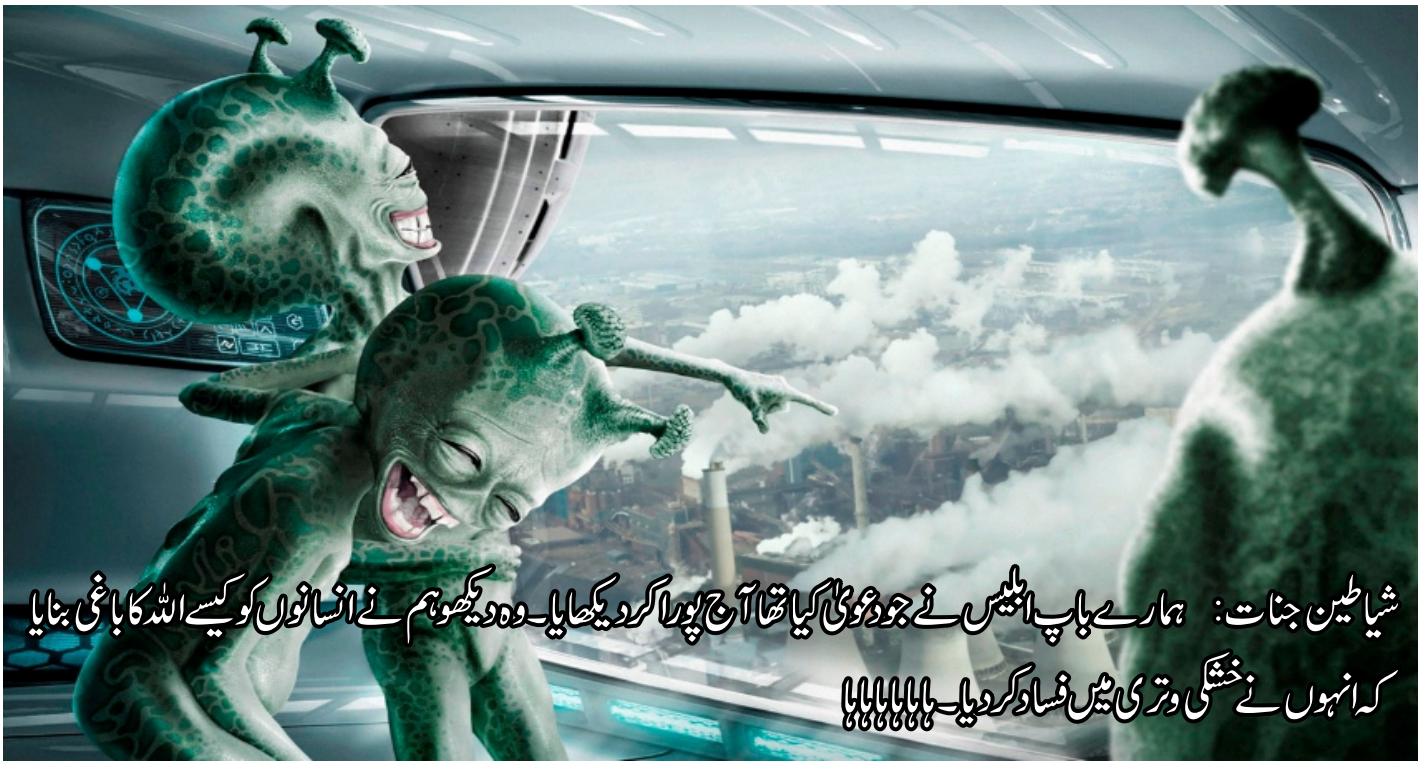

قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ساعت کی جن اشراط کا ذکر کیا ہے ان میں سب سے آخری یہ دخان تھا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اشراط الساعۃ میں سب سے آخری شرط دخان کوئی بتایا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے آج سے چودہ صدیاں قبل جو خبریں دیں وہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ اللہ کے فضل سے ہم نے دخان کو ہر لحاظ سے واضع کر دیا اور دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کر سکتی۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، یاجوج اور ماجوج کا کھلنا، دجال کا نکلنا، آگ کا نکلنا، آسمان کا پھٹنا اور دابۃ الارض سمیت جتنی بھی علامات تھیں وہ سب دخان سے پہلے تھیں اب ایسا قطعاً نہیں ہو سکتا کہ دخان دنیا کے مشرق و مغرب میں بھر چکا لیکن باقی کچھ نہ ہوا ہو۔ اس کے باوجود جو لوگ نہیں مانیں گے تو وہ جان لیں عنقریب ساعت آئے گی لیکن تمہارے باطل عقائد و نظریات کے مطابق دجال نہیں نکلے گا کیونکہ ایسا کوئی دجال وجود ہی نہیں رکھتا جس کے انتظار میں تم لوگ ہو۔ یہی سب پہلی قوموں نے کیا جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا جب وہ وعدہ پورا ہوتا تو وہ قومیں تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیتیں اور یہود کی مثال ہمارے سامنے ہے جو آج بھی اس مسیحا کے انتظار میں ہے جو دو ہزار برس سے زائد عرصہ پہلے آ کر بھی جا چکا اور یہ قیامت تک انتظار ہی کرتے رہیں گے اور بلکل ویسے ہی آج جو لوگ اپنے خود ساختہ باطل عقائد و نظریات کیمطابق ان سب اشراط کا انتظار کر رہے ہیں وہ بھی انتظار ہی کرتے رہیں گے اور عنقریب اچانک ساعت آ جائے گی تب سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہوگا۔ اس لیے اے وہ لوگو جو ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہو جان لو وقت ختم ہو چکا۔ اگر آخرت کے طلب گار ہو تو اصلاح کرنے والے اعمال کر لو اور اس عظیم عذاب سے بچنے کی فکر میں لگ جاؤ جو بلکل سر پر آ چکا ہے۔ میرے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے جو میں نے پہنچا دیا اور اللہ سبحان وتعالیٰ گواہ ہے۔

باب آسمانی آواز

☆ تخلیق آدم علیہ السلام سے قیامت تک کا وقت سات ہزار سال۔

☆ امت محمد ﷺ کی عمر پندرہ سو سال۔

☆ ابوبکر البغدادی حفظہ اللہ ہی مہدی آخر الزماں علیہ السلام ہیں۔

☆ اُمت محمد سے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا اُترنا عالمی جنگ سے کم از کم تین سال قبل یا ۱۴۳۷ سے ۱۴۴۲ ہجری کے درمیان ہوگا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے بعد تیسری اور مجموعی طور پر پانچویں عالمی نیوکلیئر تباہ کن جنگ ۱۴۴۰ سے ۱۴۴۳ ہجری کے درمیان کسی بھی وقت ہوگی۔

☆ ساعت ممکنہ طور پر ۱۴۸۹ ہجری میں آئے گی۔

قرآن کی ایک آیت کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ ساعت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ حقیقت ہے لیکن صرف آیت کے اتنے ہی حصے کو لیا جائے گا تو حق واضح نہیں ہوگا اور حق کیا ہے وہ تب واضح ہوتا ہے کہ آیت کے سیاق سباق کا خیال رکھا جائے اور قرآن میں باقی مقامات پر ساعت کے حوالے سے جو ذکر کیا ہے جب اسے سامنے رکھا جائیگا۔ ہم ان چند آیات کو ترتیب کیساتھ سامنے رکھیں گے تا کہ حق واضح ہو جائے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ. الاعراف ۱۸۷

سوال کرتے ہیں تجھ سے ساعت کے بارے میں کب آئے گی، جواب دو انہیں اس میں کچھ شک نہیں اس کا علم میرے ربّ کے پاس ہے نہیں ظاہر کرے گا اس کے وقت اسے مگر وہی۔

آیت میں بلکل واضح ہے کہ ایسا ہرگز نہیں کہ صرف یہی ہے کہ اس کا علم میرے ربّ کے پاس ہے بلکہ ساتھ یہ بھی ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ جب اس کا وقت آئے گا تو اس کا علم ظاہر کردے گا لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ. نہیں ظاہر کرے گا اس کا علم یعنی ساعت کا علم جب اس کے آنے کا وقت ہوگا مگر وہی یعنی جب اس کا وقت آجائے گا تب اللہ سبحان وتعالیٰ اس کا علم ظاہر کردے گا لیکن اس سے پہلے تک اس کا علم ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ وقت کب آئے گا جب اللہ سبحان وتعالیٰ ساعت کا علم ظاہر کردے گا اور ساعت آئے گی؟ ہم اس کا جواب بھی قرآن سے ہی لے لیتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ. لقمان ۳۴

اس میں کچھ شک نہیں اللہ ہی ہے اسی کے پاس رہے گا ساعت کا علم، اور وہی اُتارتا ہے بارش، اور اسے ہی علم ہے جو ارحام میں ہے یعنی ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضح کردیا کہ کب ساعت کا علم ظاہر کیا جائے گا یا کب ساعت آئے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ وہی بارش اُتارتا ہے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ آج انسان کے پاس بھی یہ صلاحیت آگئی ہے اور آج اللہ کے علاوہ انسان بھی بارش اُتار رہا ہے۔ اسی طرح جو رحموں میں ہوتا ہے اسے بھی آج انسان جاننے کی صلاحیت حاصل کرچکا ہے۔ تو آیت بلکل کھول کر واضح کررہی ہے کہ جب تک اللہ سبحان وتعالیٰ ہی بارشیں برسائیں گے، جب تک صرف اللہ کو

ہی علم ہوگا کہ ارحام میں کیا ہے تب تک ساعت کا علم بھی صرف اور صرف اللہ سبحان وتعالیٰ کے ہی پاس رہے گا لیکن جب ایسا نہیں رہے گا یعنی اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی بارشیں برسانا شروع کردے کوئی اور بھی ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے جاننے کی صلاحیت حاصل کرلے گا تب وہ وقت ہوگا جب اللہ سبحان وتعالیٰ ساعت کا علم بھی ظاہر کردیں گے اور وہی وقت ہوگا جب ساعت آئے گی۔ اور قرآن کے مطابق آج وہی وقت آچکا ہے جب ساعت کا علم ظاہر کیا جانا تھا۔ اور ساعت کا علم کیسے اور کہاں سے حاصل ہوگا یا کیسے ظاہر ہوگا تو اس کا جواب بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں رکھ دیا۔

وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ . الزخرف ٦١

اور اس میں کچھ شک نہیں وہ (یعنی قرآن) ساعت کے علم کے لیے ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے ساعت کا علم اسی قرآن میں رکھ دیا اور ان شاء اللہ قرآن ہی کی بنیاد پر ہم اس پر بھی بات کریں گے۔ لیکن یہاں تک یہ بات واضح ہوجانی چاہیے کہ آج تک جو پھیلایا گیا کہ ساعت کا علم اللہ کے لے علاوہ کسی کو نہیں لہذا اگر کوئی ایسا دعویٰ یا بات کرے تو وہ کافر، مشرک اور پتہ نہیں کیا کیا کے فتوے جاری ہوجاتے ہیں یہ سب سوائے جہالت کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ایسے لوگوں نے ہی سورت لقمان کی آیت کا ترجمہ یہ پھیلا دیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جو بارشیں برسائے اور اللہ کے علاوہ کسی کو علم نہیں کہ وہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے جان سکے۔ لیکن آج ہم خود دیکھ رہے ہیں کہ یہ سب صلاحیتیں آج انسان حاصل کرچکا ہے۔ تو کیا پھر قرآن غلط ثابت ہوگیا؟ اگر ایسے لوگوں کی بات مان لی جائے کہ قرآن کی آیت یہ کہتی ہے کہ صرف اللہ ہی بارشیں برساتا ہے اور صرف اللہ ہی کو علم ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے تو نعوذ باللہ قرآن کی آیات غلط ثابت ہوجاتیں ہیں اور ایسا صرف اس لیے ہوا کہ ان لوگوں نے پہلے سے قائم اپنے عقائد ونظریات کو سچ ثابت کرنے کے لیے اور دوسروں پر فتویٰ بازی کرنے کے لیے قرآن کی آیات کو اپنی مرضی کے مطابق توڑ مروڑ لیا۔

حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بلکل واضح کہہ دیا کہ تب تک اللہ ہی کے پاس رہے گا ساعت کا علم جب تک کہ صرف اور صرف اللہ ہی بارشیں برسائیں گا اور جب تک صرف اور صرف اللہ ہی کو علم ہوگا کہ ارحام میں کیا ہے مگر جب اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا یہ صلاحیت حاصل کرلے گا تو یہی وہ وقت ہوگا جب ساعت کا علم ظاہر کردیا جائے گا اور یہی وہ وقت ہوگا جب دنیا میں دی گئی مدت اپنے اختتام کو پہنچے گی اور ساعت آئے گی۔

اب ہم اللہ کے فضل سے قرآن سے ہی باقی علم حاصل کریں گے اور اللہ سبحان وتعالیٰ کا کلام ایسا نہیں ہے کہ اس میں کسی بھی

سوال کا جواب نہ ہو۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ. الحجر ۸۷

اور تحقیق کہ دیا ہم نے تجھے سات المثانی سے اور قرآن العظیم۔

اور تحقیق کہ دیا ہم نے تجھے سات، سات کا ساتواں یا سات سے ساتواں مثانی سے اور قرآن عظیم۔

اوپر آیت کے بیان کیے گئے دونوں تراجم لفظی تراجم ہیں جو کہ پوری کوشش کے باوجود بھی ٹھیک نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ترجمہ قرآن کو لامحدود سے محدود کر دیتا ہے کیونکہ قرآن کا ترجمہ کیا جا سکتا ہی نہیں۔قرآن کے الفاظ بہت وسعتوں والے ہیں بہر حال جو ہمارا موضوع ہے ہم اس کو سامنے رکھتے ہوئے اس آیت پر کچھ بات کریں گے تا کہ ہمارے لیے آگے آنے والے معاملات کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

یہاں اس آیت سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا سات، سات کا ساتواں یا سات سے ساتواں ہے جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں دیا مثانی سے؟ اس سوال کا جواب اپنے مقام پر آگے آئے گا لیکن اس سے پہلے ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم مثانی کو سمجھیں جب تک ہم مثانی کو نہیں سمجھیں گے تب تک ہم پر کچھ بھی نہیں کھلے گا۔

الْمَثَانِیْ۔ مثانی کہتے ہیں ایک کے بعد آنے والے دوسرے کو یعنی کسی کا اس کے بعد آنے والا دوسرا اس کا مثانی کہلاتا ہے۔ مثلاً اگر دس تک گنتی لکھی ہو تو دو ایک کے بعد آتا ہے اس لیے دو ایک کا مثانی ہے اسی طرح تین دو کا، چار تین کا، پانچ چار کا، چھ پانچ کا اور اسی طرح دس تک یا اس سے آگے جہاں تک بھی۔ بنیادی طور پر مثانی دو اشیاء کے درمیان قائم ربط کو بھی کہتے ہیں جیسے دو کا ایک سے ربط قائم ہے کہ ان کے درمیان کوئی تیسرا موجود نہیں۔

الْمَثَانِیْ کو مزید کھول کر سمجھنے کے لیے ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ کہاں کہاں پر آیا ہے۔تا کہ مثانی کی حقیقت مزید کھل کر ہم پر واضح ہو جائے۔قرآن میں سورۃ الحجر کی آیت کے علاوہ ایک اور مقام پر اس لفظ کا

استعمال ہوا ہے وہ مقام درج ذیل ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ . الزمر ۲۳

اللہ ہی ہے اُتاری جس نے احسن الحدیث، كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ.

كِتٰبًا۔ کتاب کسے کہتے ہیں اسے ہم پیچھے کتاب میں جان چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے جسے کتاب کہا ہے وہ ایک تو یہ کتاب مبین یعنی جو کھلم کھلی کتاب اللہ کی کائنات ہے اس میں تمام کی تمام مخلوقات اللہ کی آیات ہیں اور دوسری جو کہ پہلی ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے الف لام میم یا جنہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے یہ کتاب ہے جسے ہم اس کائنات کا نقشہ یا تھیوری کہہ سکتے ہیں جس کا پریکٹیکل یعنی عملی مظہر یہ کائنات اللہ کی کتاب ہے۔

یہ کتاب یعنی اللہ کی کائنات مُّتَشَابِهًا ہے اور مَّثَانِىَ بھی۔

متشابہہ کہتے ہیں جو شئے انسان کے سامنے تو ہو لیکن اس کے بارے میں راسخ علم نہ ہو۔ یعنی اللہ کی اس کتاب کائنات میں لاتعداد ایسی آیات یعنی مخلوقات ہیں جو انسان کے سامنے ہیں واضح ہیں یا اگر پہلے واضح نہیں تھیں تو اب اس کی پہنچ میں ہیں انہیں دیکھ، سن یا محسوس تو کر سکتا ہے لیکن ان کی موجودگی کا مقصد کیا ہے اس کا علم انسان کو نہیں دیا گیا۔ یعنی متشابہہ اس کو کہتے ہیں جو کسی نہ کسی لحاظ سے انسان پر واضح ہو لیکن اس کے بارے میں علم نہ دیا گیا ہو کہ اس شئے کی موجودگی کا اصل مقصد کیا ہے۔ یا بہت ہی مختصر یہ کہ متشابہہ کہتے ہیں جس کے بارے میں فیصلہ کن علم نہ دیا گیا ہو۔

تو اللہ کی کتاب یعنی کائنات میں جتنی بھی آیات یعنی مخلوقات ایسی ہیں وہ سب کی سب متشابہہ ہیں جن کے بارے میں انسان کو راسخ علم نہیں ہے یعنی جن کے بارے اللہ سبحان وتعالیٰ نے بلکل واضع فیصلہ کن علم نہیں دیا۔ اور پھر اللہ کی کتاب مَّثَانِىَ بھی ہے یعنی اللہ کی کتاب یعنی کائنات کی تمام کی تمام مخلوقات کا آپس میں ایسا ربط قائم

ہے جیسے ایک سے دس تک یا سو تک گنتی میں ربط قائم ہوتا ہے۔ یا جیسے ہم کسی مشین یا گاڑی کے انجن کی مثال لے لیں۔ کہ اس کے تمام پرُزوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق اور ربط قائم ہوتا ہے ہر پرُزے کا کسی دوسرے سے ربط ہوتا ہے اگر کوئی ایک کام کرنا چھوڑ دے، خراب ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس کے ساتھ مربوط دوسرا اور اس سے جڑا تیسرا اور اسی طرح پوری مشین یا تو کام کرنا چھوڑ دیتی ہے یا پھر مشین میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں وہ ٹھیک سے کام نہیں کرتی یوں بالآخر تباہی ہی اس کا انجام ہوتی ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں بلکل صراحت کے ساتھ کھول کر واضع کر دیا کہ بلکل اسی طرح اللہ کی کتاب بھی مثانی ہے خواہ وہ کتاب اللہ کی کائنات ہو اس میں تمام کی تمام مخلوقات اللہ کی آیات ہیں جو کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کے بہت سے مقامات پر کہا اور خواہ وہ الف لام میم یعنی اللہ کی کائنات کا نقشہ ہو جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے لوح محفوظ میں رکھا یعنی اس نقشے یعنی کتاب کو محفوظ کر دیا لاک لگا دیا کہ اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتی۔

اور پھر جو کتاب قرآن کی شکل میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں دے دی جو کہ نہ صرف اس کتاب جو لوح محفوظ میں ہے اسے بلکہ اس کھلم کھلی کتاب اللہ کی کائنات کو بہت قریب سے جاننے میں مدد دیتی ہے۔ یہ کتاب قرآن بھی مثانی ہے یعنی اس کی تمام کی تمام آیات کا ایک دوسرے کے ساتھ اسی طرح ربط قائم ہے۔ ایک آیت دوسری کے ساتھ مشروط ہے دوسری تیسری کیساتھ اور اسی طرح بتدریج پوری کتاب قرآن ہے۔ یعنی جیسے ایک کے بعد تین نہیں دو ہی آتا ہے اور دو کے بعد کوئی اور ہندسہ نہیں تین ہی آتا ہے اگر کہیں یہ ربط ٹوٹ جائے تو اس کا مطلب ہے کہ گنتی غلط ہو گئی بلکل اسی طرح اللہ کی کتاب قرآن کی تمام کی تمام آیات کا بھی معاملہ ہے جب تک آیات کا آپس میں ربط قائم رہے گا تب تک قرآن اپنے راز انسان پر کھولے گا ورنہ جہاں بھی یہ ربط ٹوٹ گیا کہ پچھلی آیت میں کچھ اور ہے اور اگلی آیت میں کچھ اور کہ دونوں میں کوئی تعلق ہی نہیں تو پھر قرآن اپنے راز نہیں کھولے گا۔

یہ ہیں لفظ مَّثَانِی کے معنی۔

اللہ کی وہ کتاب ہو جو لوح محفوظ میں ہے جسے اللہ نے الف لام میم کہا یا اس کا عملی مظہر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ کتاب ہو یا پھر ان دونوں کتابوں جو کہ اصل میں ایک ہی کتاب ہے نقشے اور

عمل کی صورت میں دونوں کو سمجھنے کے لیے ان کی گہرائیوں میں جانے کے لیے اللہ کا کلام اللہ کی کتاب قرآن ہو سب کا یہی معاملہ ہے سب مثانی ہیں۔ان میں تمام آیات کا آپس میں اسی طرح ربط اور تعلق قائم ہے جیسے کسی مشین کے تمام پرزوں یا ہمارے جسم کے تمام اعضاء کا آپس میں ربط قائم ہے کہ اگر کوئی عضو بھی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرے گا یعنی کہیں بھی یہ ربط کمزور ہوگا یا ٹوٹے گا تو پوری مشین یا پورے جسم میں خرابیاں اور موت ہوگی بلکل یہی مثال اللہ کی کائنات کی بھی ہے ایسے ہی تمام مخلوقات کا آپس میں ربط قائم ہے ایسے ہی اللہ کے کلام قرآن جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس آیت میں احسن الحدیث کہا ہے میں ربط قائم ہے۔اس کا جاننا بہت ضروری تھا اس لیے اس کو صراحت کیساتھ بیان کرنے کی کوشش کی۔

پھر اسی آیت کے شروع میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ اللہ ہی ہے اُتاری احسن الحدیث۔

احسن کہتے ہیں جس سے بہتر اور کوئی نہ ہو، ہر لحاظ سے بہترین اور حدیث کا مادہ حدث ہے جس کے معنی ایسے واقعے کے ہیں جو ماضی میں ہو چکا ہو۔اسی سے حدیث بنا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہاں قرآن کو احسن الحدیث کہا ہے یعنی جس کائنات میں ہم موجود ہیں حقیقت میں ہم ماضی میں موجود ہیں یہ سب کچھ پہلے ہو چکا ہے جس کی خبریں اللہ سبحان وتعالیٰ ہمیں دے رہے ہیں۔ہماری حقیقت کہیں اور موجود ہے جہاں پر ہمیں ہمارا ماضی دیکھایا جا رہا ہے جیسے ہم رات کو خواب دیکھتے ہیں۔ یہ کیوں دیکھایا جا رہا ہے اس کا جواب اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کے بہت سے مقامات پر دے دیا۔یہ ہمارا موضوع نہیں اس لیے اس پر یہاں مزید بات نہیں ہوگی۔بہر حال اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن کو احسن الحدیث کہا ہے تو یوں یہ تاریخ کی سب سے احسن کتاب ہے ایسی تاریخ کی کتاب جس میں کائنات کے اول تا آخر تک کی خبریں موجود ہیں جن میں رائی برابر بھی کوئی شک کی گنجائش نہیں۔

اب ہم آتے ہیں واپس اپنے موضوع کی طرف کیونکہ مثانی کو جاننا ہمارے لیے ضروری تھا جو کہ ہم تفصیل سے جان چکے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ. الحجر ۸۷

اور تحقیق دیا ہم نے تجھے سات المثانی سے اور قرآن العظیم۔

اور تحقیق کہ دیا ہم نے تجھے سات کا ساتواں مثانی سے اور قرآن عظیم۔

اب ہمیں اس سوال کا جواب جاننا ہے کہ وہ کون سا سات یا سات کا ساتواں یا سات سے ساتواں ہے جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں دیا ہے۔اور یہ اس وقت تک ہم پر واضع نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس آیت کا اس سے پہلے گزرنے والی آیات کے ساتھ ربط قائم نہ ہو یعنی تب تک نہیں جب تک کہ آیات مثانی نہ ہو جائیں جو کہ مثانی تو ہیں لیکن ہماری سمجھ میں مثانی جب تک نہ ہوں تب تک ہم پر یہ واضع نہیں ہوسکتا کہ یہاں کس سات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اس آیت سے پہلے جو آیات ہیں ہم ان کو سامنے رکھ کر ان کو سمجھیں گے تا کہ اس آیت میں اللہ کے چھپائے ہوئے رازوں سے پردہ اٹھے جو ہمارے لیے راہنمائی یا اتمام حجت کا کردار ادا کریں۔

اب ہم اس آیت سے پچھلی آیات میں غور وفکر کریں گے تا کہ حق بلکل کھل کر واضع ہو جائے۔اس کے لیے ہم پہلے سورت الحجر کی آیت ستاسی سے پہلے پچاسی اور چھیاسی آیات کو سمجھیں گے اس کے بعد جن کی وہ مثانی ہیں انہیں سامنے رکھیں گے۔ یعنی کہ اگر آیات کو دیکھا جائے تو تین حصے بنتے ہیں ایک حصہ یہی آیت ستاسی اور دوسرا حصہ اس سے پہلے کی دو آیات اور ان دو کا ان سے پہلے کی آیات کیساتھ گہرا تعلق اور ربط قائم ہے جو آخر تا شروع تیسرا اور شروع تا آخر پہلا حصہ بنتا ہے یوں ہم واپسی کی طرف سمجھتے ہوئے چلیں گے۔

پہلے حصے میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے پہلی تباہ شدہ اقوام کا ذکر کیا اور دوسرے میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہم پر واضع کیا جو ان پر واضع کیا گیا تھا کہ جس وجہ سے تباہی آئے گی یا پہلوں پر آئی اور تیسرے حصے میں جو راز رکھ دیا سب کی وضاحت اپنے اپنے مقام پر آگے آئے گی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ. الحجر ۸۵

اور نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ساعت آئے گی یا لائی جائے گی فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ۔

حق کیساتھ خلق کرنے کے معنی کیا ہیں اس کا ذکر کتاب میں پیچھے بہت صراحت کیساتھ اور تفصیل سے گزر چکا ہے یہاں مختصر بات کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ حق کیساتھ خلق کیا یعنی خلق کرنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے اور جس مقصد کے لیے خلق کیا اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مخلوق کو اس کے مقام پر رکھ دیا۔ جب تک تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے مقصد کو پورا کرتی رہیں گی تب تک آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے میں کسی قسم کا کوئی عیب، نقص یا خرابی وغیرہ نہیں ہوگی۔ اور اگر کوئی مخلوق اپنے مقام سے ہٹ گئی تو وہ مقصد پورا نہیں ہوگا جس کے لیے اسے خلق کیا گیا جس سے پھر آسمانوں اور زمینوں میں ضرور خرابیاں ہوں گی اور اس کے نتیجے میں تباہیاں آئیں گی۔ اسی کا آگے ذکر ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں وہ ساعت آئے گی۔ کون سی ساعت کا ذکر ہے اس کی وضاحت بلکل صراحت کیساتھ ہو جاتی ہے جب ہم آیت کے اگلے الفاظ پر غور کریں اور پیچھے گزرنے والی آیات پر نگاہ ڈالیں تو۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ. ان الفاظ کے معنوں کو ہم مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کے سامنے کوئی ایسا کام کر رہا ہے کہ جس سے ناقابل برداشت نقصان ہوگا آپ کو اس کا علم ہے اور آپ اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کریں لیکن وہ سمجھنے کی بجائے اس کام کے کرنے پر بضد رہے اور آپ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنا شروع کر دیں تو تصور کریں اس وقت آپ کی حالت کیا ہوگی؟ آپ کی اس انسان کے بارے میں کیا کیفیت ہوگی؟

یقیناً ایک تو خود کو بہت زیادہ تکلیف ہوگی کہ یہ انسان بات کیوں نہیں سمجھ رہا اور دوسرا دل چاہے گا کہ اس کو زندہ زمین میں گاڑ دیا جائے۔ اس طرح کی کیفیت ہوگی۔ اور آپ کو اپنی زندگی کے کئی مواقع پر اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہوگا۔

ایسے موقع پر اس کیفیت پر قابو پانے یعنی اس غصے، جذبات سمیت جو بھی کیفیت ہو جس سے اس انسان کو زندہ زمین میں

گاڑنے کا دل چاہے اس کو برداشت کرتے ہوئے اسے اس کے حال پر چھوڑتے ہوئے درگزر کرنے کو **الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡل** کہتے ہیں۔

آیت کے شروع میں اللہ سبحان وتعالیٰ کا یہ کہنا کہ اور نہیں خلق کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان ہے مگر حق کیساتھ اور اسکے بعد ساعت کے آنے کا ذکر کرنا اور آخر میں **فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡل.** تو اس سے آیت بہت کچھ کھول کر بیان کر دیتی ہے۔اس کے علاوہ جب اس آیت سے پیچھے گزرنے والی آیات کو سامنے رکھیں تو ان آیات میں اللہ سبحان وتعالیٰ پچھلی قوموں کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے فساد کیا۔انہوں نے اللہ کی مخلوقات کو ان کے مقام سے ہٹا دیا جسے فساد کہا جاتا ہے۔جس سے زمین میں خرابیاں ہوئیں ان کی طرف اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا ان رسولوں نے انہیں سمجھایا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کیساتھ خلق کیا ہے کہ جیسے تم اللہ کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کر رہے ہو اس کا نتیجہ بالآخر بڑی تباہی کی صورت میں نکلے گا۔اللہ کے رسولوں کے پاس علم ہوتا تھا جس کی بنیاد پر وہ جانتے تھے کہ جیسے یہ لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں۔ان میں تبدیلیاں کر رہے ہیں انہیں اپنی مرضی کیمطابق استعمال کر رہے ہیں تو اس کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی تباہیاں جیسے گاڑی کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو چھوٹی موٹی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس خرابی سے ہونے والے نقصان جو کہ چھوٹا ہی ہوتا ہے سے سبق سیکھ کر خرابی دور کرنے کی بجائے دور نہ کی جائے تو پھر گاڑی میں دوسری خرابی پھر تیسری اور اسی طرح پھر آخر کار وہ وقت آجاتا ہے جب پوری کی پوری گاڑی ہی تباہ ہو جاتی ہے بے کار ہو جاتی ہے۔بلکل اسی طرح اللہ کے رسول انہیں سمجھاتے تھے کہ کہ اللہ کی مخلوقات میں فساد کرنے سے دنیا میں اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے اللہ کی لاتعداد مخلوقات اپنے مقام سے ہٹ جائیں گی جس سے چھوٹی موٹی تباہیوں کے بعد بالآخر ایک بڑی تباہی آئے گی جو تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گی لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔وہ بھی بلکل آج کی طرح ترقی کے نام پر فساد کرتے رہے اور اس فساد کے نتیجے میں آخر کار وہ تباہی آتی جو انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی اور ان کی ٹیکنالوجی وغیرہ ان کے کچھ کام نہ آتی۔

اس نتیجے کو سامنے رکھ کر اللہ کے رسول جب انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے کہ یہ فساد چھوڑ کر فطرت پر قائم ہو جاؤ اور وہ اپنی روش پر قائم رہتے تھے تو ذرا تصور کریں اللہ کے رسولوں کی اس وقت کیا حالت ہوتی ہوگی؟ تو انہیں بھی اس وقت اللہ کا یہی حکم ہوتا۔ **وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ.**

اس طرح جب قرآن میں غور کریں تو پیچھے جن قوموں کو اس طرح آگاہ کیا گیا اور وہ اپنی روش پر قائم رہے جس کے نتیجے میں وہ مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ وہ چھ قومیں تھیں یعنی کہ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک چھ بار دنیا کی ان قوموں کو متنبہ کیا گیا جنہوں نے اللہ کی آیات پر ایمان لانے کی بجائے کفر کرتے ہوئے آسمانوں اور زمینوں میں چھیڑ چھاڑ کی مخلوقات کو ان کے مقام سے ہٹا دیا جس کے نتیجے میں انہیں مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ کیوں مٹا دیا گیا کیوں کہ اللہ کے آسمانوں اور زمینوں کی مثال بلکل ایک گاڑی کی سی ہے اگر گاڑی میں چھیڑ چھاڑ کی جائے گی اس کے پرزے نکال لیے جائیں گے۔ گاڑی کو بے احتیاطی سے استعمال کیا جائے گا۔ گاڑی میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی اصلاح کرنے کی بجائے مزید خرابیاں کی جائیں گی تو ایک دن ضرور آئے گا جب گاڑی مکمل بے کار ہو جائے گی۔

انسان اگر اپنی ہی مثال لے لے۔ تو انسان کے جسم میں کئی اعضاء ہیں ہر عضو میں لاتعداد مخلوقات ہیں کچھ چھپی ہوئی اور کچھ سامنے واضع۔ جب تک سب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہیں گی تب تک تمام اعضاء ٹھیک سے کام کریں گے اور تب تک انسان بلکل ٹھیک رہے گا۔ اور جب بھی کوئی مخلوق اپنی ذمہ داری ترک کرے گی یا لاپرواہی کرے گی تو اس سے متعلقہ عضو متاثر ہوگا جس سے جسم میں قائم توازن بگڑ جائے گا جسے ہم بیماری کہتے ہیں اور بیماری کا اگر علاج نہ کیا جائے تو پھر وہ بڑھتے بڑھتے انسان کو موت کی دہلیز تک لے جاتی ہے۔

انسان کا پورا جسم تب تک ٹھیک رہتا ہے جب تک اس کے تمام اعضاء ٹھیک کام کریں اور اعضاء تب تک ٹھیک رہتے ہیں جب تک جسم میں تمام لاتعداد مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی اپنی ذمہ داری بلکل ٹھیک سے ادا کریں اور وہ تب تک اپنے اپنے مقام پر رہ کر اپنی اپنی ذمہ داری ادا کر سکیں گی جب تک انہیں ان کی ضروریات مہیاء ہوتی رہیں اور ان کی ضروریات کیا ہیں ان کا معیار کیا ہے اس کا علم صرف اور صرف اسے ہو سکتا ہے جو ان کا خالق ہے یا خالق جس کو علم دے۔

تو آیت میں صرف انسان کا ذکر نہیں آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ بھی ان میں ہے سب کے سب کی یہی مثال ہے۔ اگر سب کی سب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہیں گی تو کوئی نقص نہیں ہوگا کوئی خرابی نہیں ہوگی اور تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر کیسے رہیں گی اس کا جواب قرآن اگلی آیت میں دیتا ہے۔

اِنَّ رَبَّکَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ. الحجر ٨٦

اس میں کچھ شک نہیں تیرا رب وہی ہے خلاق یعنی جو کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں اور جو ان کے درمیان ہے سب کو

اسی نے خلق کیا العلیم ہے۔

اگر سب کی سب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہیں گی تو کوئی نقص نہیں ہوگا کوئی خرابی نہیں ہوگی اور تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر کیسے رہیں گی اس کا جواب قرآن یوں دے رہا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ. اس میں کچھ شک نہیں تیرا رب یعنی جب تیرا وجود نہیں تھا تو جس نے تجھے خلق کیا اور کسی نہ کسی مقصد کے لیے خلق کیا اور جس مقصد کے لیے خلق کیا تو خلق ہو جانے کے وقت اس قابل نہیں تھا کہ اس مقصد کو پورا کر سکے پھر وہی ذات جس نے تجھے تیری تمام ضروریات مہیا کر کے پروان چڑھا کر اس مقام تک لایا جس مقام پر پہنچ کر تُو اس مقصد کو پورا کر سکے اور وہی ذات تجھے موت دے گی اور اسی کی طرف لوٹایا جائے گا اور اسے حساب دینا ہوگا کہ آیا وہ مقصد پورا کیا جس کے لیے تجھے خلق کیا تھا۔ هُوَ الْخَلّٰقُ. وہی ہے جس نے تمام مخلوقات کو خلق کیا یعنی ان کا رب بھی وہی ہے۔ جب سب کا سب خلق اسی نے کیا تو پھر وہی الْعَلِیْم ہے یعنی اسی کو علم ہے کہ انہیں کس کس مقصد کے لیے خلق کیا اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے کس کس کا کون کون سا مقام ہے اور کیسے سب کی سب مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہیں گی۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ. الحجر ۸۷

اور تحقیق دیا ہم نے تجھے سات المثانی سے اور قرآن العظیم۔

یہ بہت ہی چونکا دینے والی آیت ہے۔ رونگٹے کھڑے کر دینے والی آیت ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ اس آیت میں کہہ رہے ہیں ہم نے تجھے سات دیا مثانی سے۔ مثانی کہتے ہیں ایک کے بعد دوسرا آنے والا۔ ہمیں سات دیا تو یہ کس کا مثانی ہے یہ بلکل واضح ہے۔ یہ چھ کے بعد آنے والا ہے۔ ہم نے دیا تجھے سات مثانی سے تو سات کے پیچھے چھ رہ جاتا ہے۔

سَبْعًا پر دو زبریں آنے سے اس کا معنی یوں بنتا ہے مثلاً اگر کچھ نمبرز ہیں جو سات یا سات سے زائد ہیں تو ان میں سے ساتواں کہا جا رہا ہے۔ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِی ایک کے بعد دوسری آنے والی میں سے تجھے سات دیا۔

اب غور یہ کرنا ہے کہ ایک کے بعد دوسری آنے ولی میں سے ہمیں سات دیا گیا تو سات سے پہلے چھ کسی کو دیا جا چکا، چھ سے پہلے پانچ، پانچ سے پہلے چار، چار سے پہلے تین، تین سے پہلے دو اور دو سے پہلے ایک کن کو دیئے جا چکے۔ کن کن کو دیئے جا چکے اور یہ کیا ہیں اس کی وضاحت بہت صراحت سے ہو جاتی ہے۔ یہ آیات جس ضمن میں یہاں بیان کی گئیں اس کی صراحت کیساتھ وضاحت ہو چکی ہے۔ اور ان آیات سے پہلے پچھلی آیات میں ان قوموں کا ذکر ہے جو ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل تباہ ہو چکیں۔ پچھلی آیات کو ہم یہاں موضوع لمبا ہونے کے ڈر سے بیان نہیں کریں گے کیوں کہ اصل مقصد تو یہ جاننا ہے کہ پچھلی آیات میں کیا ہے اور ان میں پچھلی تباہ شدہ اقوام کا ذکر ہے۔ اور پیچھے چھ قومیں گزر چکیں ہمیں ان میں سات دیا گیا یعنی ہم ساتویں قوم ہیں جن سے اللہ سبحان وتعالیٰ اسی طرح مخاطب ہیں اسی طرح تنبیہ کر رہے ہیں جس طرح ہم سے پہلے چھ قوموں کو کی جا چکی ہے اور ان کا انجام بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھ دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے بعد بھی کوئی اُمت ہوگی۔ تو اس کا جواب بھی اسی آیت میں ہے۔ اگر **سَبْعًا** سے زبریں ہٹا دی جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ مجموعی تعداد بھی سات ہی ہے۔ اب اگر آیت میں مزید غور کریں تو اس کے معنی یہ بنیں گے۔ **سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِی.** ہم نے دیا تجھے ایک کے بعد دوسرا آنے والا سات میں سے ساتواں۔ یعنی ہم ساتویں اور آخری اُمت ہیں۔

اب اگر ہم اس آیت کو پچھلی آیات کے ساتھ ملائیں اور ان کے معنی پر غور کریں تو اس کے معنی مزید وسیع ہو جائیں گے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ.

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ.

اور نہیں ہم نے خلق کیا آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور اس میں کچھ شک نہیں وہ ساعت آئے گی یا لائی جائے گی۔ اس میں کچھ شک نہیں تیرا رب وہی ہے سب کو خلق کرنے والا العلیم ہے اور تحقیق ہم نے دیا تجھے ایک کے بعد دوسرا آنے والا سات میں سے ساتواں یا سات۔

یعنی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان میں مجموعی طور پر سات بار خرابیوں اور ان

کے نتیجے میں تباہی کی گنجائش رکھی ہے۔جیسے کوئی شئے ہو اس میں خرابی ہونے کے بعد اس کو ٹھیک کروالیا جائے تو پھر قابل استعمال ہو جاتی ہے پھر خراب ہو جائے تو ٹھیک کروانے کے بعد پھر قابل استعمال لیکن بہر حال ایک وقت آتا ہے جب شئے میں دوبارہ ٹھیک ہونے اور قابل استعمال رہنے کی گنجائش نہیں رہتی آخری خرابی کے بعد مکمل طور پر بے کار ہو جاتی ہے بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کائنات میں سات بار خرابیوں کی گنجائش رکھی ہے ساتویں کے بعد یہ نا قابل استعمال ہو جائے گی۔ہم سے پہلے چھ بار فساد کیا جا چکا چھ بار تباہی آ چکی اور اب ساتویں بار فساد اپنے عروج پر پہنچ چکا ہے۔تو جیسے پیچھے چھ بار ساعت آئی یعنی فساد کے نتیجے میں آنے والی تباہی ویسے ہی اب آئے گی اور اب یہ آخری تباہی ہوگی۔اس ساعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ. اور قرآن عظیم

قرآن کے معنی کو بھی سامنے رکھ لیجئے ویسے تو لفظ قرآن کے معنی بہت وسیع ہیں جن پر کسی اور موقع پر بات ہوگی لیکن یہاں ہم قرآن کے صرف دو معنوں کو بیان کریں گے کیوں کے یہ دو معنی ہمارے موضوع کا احاطہ کریں گے۔ان شاءاللہ

ایک تو قرآن اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس ہدایت نامے کو بھی کہا ہے جو ہمارے لیے اللہ کی حبل ہے یعنی اس رسی کا سرا جسے ہم مضبوطی سے تھام کر منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔اس میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے وہ تمام ہدایات دے دیں جن پر عمل کرنے سے آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فساد سے بچا رہے گا ہم بھی انہیں میں آتے ہیں۔

اور دوسرے معنی۔قرآن قرن سے ہے قرن عربی میں زمانے یا صدی کو کہتے ہیں۔جیسے عربی کا ایک لفظ خلق ہے اس سے مراد ایک خلق ہوتی ہے لیکن اگر خل اور ق کے درمیان الف آ جائے جس سے خلاق یا خلّق بن جائے گا جس کے معنی تمام مخلوقات کے ہوں گے۔بلکل اسی طرح قرن ایک زمانہ یا ایک صدی اور قراٰن یعنی قر اور ن کے درمیان الف کے استعمال سے جتنی بھی صدیاں یا زمانے ہیں وہ سب شمار ہو جاتے ہیں۔قراٰن مطلب رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لیکر قیامت تک کی تمام صدیاں ایک ہی زمانے کے طور پر دے دی گئیں۔آیت کے پیچھے اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات ایک کے بعد دوسرے آنے والے میں سے ساتواں یا سات دیا یعنی ہمیں سات زمانوں جو ایک کے بعد دوسرے آنے والے ہیں ساتواں زمانہ دیا گیا۔ ساتواں دیا گیا تو ظاہر ہے چھ کے بعد سات آتا ہے تو اس سے پہلے چھ زمانے گزر چکے۔

اور ہمیں جو زمانہ دیا گیا یہ العظیم ہے۔اس کا مادہ ''ع ظ م، عظم'' ہے جس کے معنی ہڈی کے ہیں۔ہڈی میں ایک تو مضبوطی اور سختی پائی جاتی ہے دوسرا اس میں شدت یعنی وہ مڑتی نہیں اور تیسرا ہڈی جسم میں پائی جاتی ہے اگر جسم سے ہڈی نکال دی

جائے تو جسم بے وقعت ہو جاتا ہے اس کی پیچھے کوئی حثیت نہیں رہتی۔

ہمیں جو ساتواں زمانہ دیا گیا یہ عظیم ہے یعنی ایک تو اس میں سختیاں، آزمائشیں، تباہیاں، فساد وغیرہ اور آخری تباہی پچھلے زمانوں کے سامنے ایسی ہی حثیت رکھتی ہے جیسے جسم میں ہڈی کی حثیت واہمیت ہوتی ہے۔ کہ اگر اس زمانے کو نکال دیا جائے تو پچھلے زمانوں کی کوئی حثیت واہمیت نہیں رہتی۔ اس طرح جس سطح پر اور جس لحاظ سے بھی آپ غور کریں گے اس زمانے کی اہمیت وحثیت باقیوں کے سامنے ہڈی کی سی حثیت ہوگی جیسے کہ پچھلوں پر ان کے کرتوتوں کے سبب جو بڑی تباہی مسلط ہوتی تھی اس کی اس آنے والی تباہی کے سامنے کوئی حثیت واہمیت نہیں یہ بہت بڑی تباہی ہوگی۔ اور پچھلی تباہیوں میں آپ قوم نوح پر آنے والی تباہی کو دیکھیں تو وہ بھی رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے لیکن اس کی کی حثیت اس آنے والی تباہی کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس طرح بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ آنے والی آخری تباہی جو پوری روئے زمین کو حیات کا خاتمہ کرے گی یعنی ساعت وہ بھی عظیم ہوگی۔

قرآن زمانے اور ایک زمانے کو قرن کہتے ہیں۔ زمانہ کہلاتا اپنے شروع سے آخر یعنی خاتمے تک کا وقت۔ تو شروع سے آخر تک جو بھی اس میں آتا ہے۔ قرآن عظیم یعنی ان زمانوں میں سے عظیم زمانہ ہے تو اس میں جو کچھ بھی ہے وہ بھی عظیم ہے جیسے کہ اس کے آخر میں جو ساعت آئے گی جو اس زمانے کا اختتام کرے گی وہ بھی عظیم ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ. الحج ۱

اے انسانوں بچو اپنے ربّ سے، اس میں کچھ شک نہیں ساعت کا زلزلہ عظیم شئے ہوگا۔

ہم نے پیچھے کہا تھا کہ یہ آخری آنے والی ساتویں ساعت بھی عظیم ہوگی۔ عظیم کے معنی الحمدللہ ہم پیچھے جان چکے ان معنوں کا ذہن میں ہونا چاہیے کیونکہ ہم دوبارہ ان معنوں کا استعمال نہیں کریں گے مگر ضرورت کے مطابق باقی جب بھی لفظ عظیم کا ذکر آئے تو فوراً اس کے معنوں کو ذہن میں یاد رکھنا ہے۔

عظیم ساعت کا ذکر اللہ سبحان وتعالیٰ سورت الحج کی پہلی ہی آیت میں کیا ہے جس سے یہ بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ اس ساعت کی وضاحت اس سورت میں بیان کی جائے گی۔ کیونکہ قرآن کا اسلوب ہی یہی ہے جو لفظ بیان ہوتا ہے آگے اس کی وضاحت کرتا ہے۔ گزرنے والی آیت کی آگے آنے والی آیات وضاحت کرتی ہیں یوں ہر لفظ، ہر آیت کا آپس میں ربط قائم

ہے۔قرآن میں غور وفکر کرتے ہوئے جب تک یہ ربط قائم رہے گا تب تک قرآن کے راز کھلتے رہیں گے ورنہ اگر ربط قائم نہ رہا جو کہ تراجم میں بلکل بھی نہیں ہے تو پھر قرآن کے راز نہیں کھلیں گے۔

پہلی ہی آیت میں ساعت عظیم کا ذکر ہے تو فوراً یہ واضع ہو جانا چاہیے کہ اس ساعت کے بارے میں جاننے کے لیے یہ سورت بھی عظیم ہے۔یہی صورت اس ساعت کا وہ علم بیان کرے گی جو اللہ نے قرآن میں رکھ دیا۔اس سورت کی آیات قرآن میں جہاں جہاں لے کر جائیں گی وہاں وہاں ہمیں ساعت کے بارے میں ہی علم ملے گا۔یہ باتیں بھی ذہن میں ہونا لازمی ہیں۔ ہم آیت کو صرف اپنے موضوع کے لحاظ سے بیان کریں گے آیت کے باقی جتنے بھی رُخ ہیں ان پر یہاں بات نہیں کی جائے گی۔تو آیت میں سب سے پہلا راز جو اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس ساعت کا بیان کیا وہ یہ کہ وہ ایک زلزلہ عظیم ہوگا۔ایسا زلزلہ کہ اس کے علاوہ جتنے بھی زلزلے ہیں ان کے اس کی سامنے کوئی حثیت نہیں۔

اس کے بعد اللہ سبحان وتعالیٰ اس ساعت کی سختیوں کو بیان کرتے ہیں۔اس کے بعد وہی بات جو پیچھے گزر چکی اسی کا آگے تسلسل ہے کہ آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ سجدے میں ہیں یعنی سب کی سب مخلوقات رائی برابر بھی عمل اپنی مرضی سے نہیں کرتیں اور ایسا اس لیے ہے کیونکہ اگر کسی نے رائی برابر بھی اپنی مرضی کی تو فساد ہوگا اور اللہ مفسدوں سے حُب نہیں کرتا ان کا ٹھکانہ انتہائی بُرا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی بیان کیا اللہ سبحان وتعالیٰ نے سب کا اس ساعت عظیم سے گہرا تعلق ہے۔پوری سورت میں غور وفکر کیجیے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ . الحج ۴۱

ایسے لوگ کہ ہم اختیار دیتے ہیں جنہیں ارض میں قائم کرتے ہیں صلاۃ اور زکاۃ دیتے ہیں اور امر کرتے ہیں معروف کیساتھ اور روکتے ہیں جس سے منع کیا گیا اور اللہ کے لیے ہے تمام امور کی عاقبت۔

صلاۃ کا مادہ صل ہے جس کے معنی خالق کی ہدایات کے مطابق ہر انسان کو اس کے مقام پر رکھنے کے ہیں جس وجہ سے باقی تمام مخلوقات خود بخود اپنے اپنے مقام پر قائم ہو جائیں گی۔اگر ہر شئے اپنے مقام پر ہے تو ان کی حفاظت کرنا یعنی اللہ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں ڈنڈے کے زور پر اور روکیں گے اس سے جس سے اللہ نے منع کر دیا

۔جب اس طرح ہوگا تو صلاۃ قائم ہوگی یعنی اللہ کی تمام مخلوقات اپنے اپنے مقام پر رہیں گی جس سے وہ اس مقصد کو پورا کر پائیں گی جس کے لیے اللہ نے انہیں خلق کر کے ان کے مقام پر رکھ دیا انہیں ان کی لائن پر لگا دیا۔ یہ ہے صلاۃ جو کہ صل سے ہے اور اس کی ضد ہے فسد جس کے معنی ہیں شئے کو اس کے مقام سے ہٹا دینا یا اس کے مقام یا اس میں کوئی بھی تبدیلی کر دینا خوہ وہ کمی یا زیادتی کی صورت میں کی جائے جا کسی بھی لحاظ سے کسی بھی سطح پر اس کے مقام میں تبدیلی کر دینا۔یعنی اللہ نے تمام مخلوقات کو جس جس مقام پر رکھا ہے ان میں چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی ورنہ انجام کیا ہوگا وہ پیچھے گزر چکا ہے اللہ نے قرآن میں بار بار بیان کر دیا کہ اس نے سب کچھ حق کیساتھ خلق کیا ہے۔اگر کسی مخلوق کے مقام میں تبدیلی کی جائے گی جسے فساد کہتے ہیں تو اس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں نکلے گا۔جو اللہ کی طرف سے سزا ہوگی جسے عربی میں عذاب کہتے ہیں۔اسی کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے آگے ذکر کر دیا کہ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور اللہ کے لیے ہے تمام اُمور کا انجام۔یعنی عمل کا اختیار اللہ نے انسان کو دے دیا لیکن اس کے ردعمل کا اختیار اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کے اختیار میں نہیں دیا۔ردعمل وہی نکلے گا جس کا تعین اللہ سبحان وتعالیٰ نے قدر میں کر دیا۔اور اس سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے آگاہ کر دیا۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ. الحج ۴۲

اور اگر کذب کرو گے پس تحقیق کذب کیا تھا ان سے قبل قوم نوح اور عاد اور ثمود نے۔

اور اگر کذب کرو گے کذب کرنا کیا ہے اس کی وضاحت پچھلی آیت میں ہی گزر چکی ہے کہ اللہ جنہیں زمین میں اختیار دیں ان پر فرض ہے کہ وہ صلاۃ قائم کریں۔یعنی اللہ کی مخلوقات کو اللہ نے خلق کر کے جس جس مقام پر رکھا اسی پر رہنے دیں اور لوگوں کو ان کاموں کا حکم دیں جن کا اللہ نے حکم دیا اور روکیں ان سے جن سے اللہ نے منع کیا۔اس لیے تا کہ جب اس طرح لوگ زندگی گزاریں گے تو اللہ کی کسی بھی مخلوق کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا سب اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئی اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں گی اور جنہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر کیا ہوگا؟ پھر صلاۃ کی ضد فساد ہوگا۔

جیسے گلاس میں پانی ڈالیں گے تو ہوا نکل جائے گی اور اگر پانی نہیں ڈالیں گے تو ہوا ہوگی۔بلکل اسی طرح جن کو اللہ زمین پر اختیار دیں اگر وہ اللہ کی مخلوقات کو ان کے مقام پر نہیں رہنے دیں گے تو فساد ہوگا۔یہ تو انسان کے اعمال ہوں گے جو انسان کے اختیار میں ہیں لیکن ان کا ردعمل کیا نکلے گا یہ اللہ نے انسان کے اختیار میں نہیں دیا۔اس کا اللہ نے یہاں واضع کر دیا کہ

اگر تم صلاۃ قائم نہیں کرو گے اور فساد کرو گے تو تم سے جو پہلے تھے انہوں نے بھی یہی کیا تھا اور ان کا انجام تمہارے سامنے ہے۔اور یہاں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ان قوموں کا ذکر بھی کر دیا۔جن کی تعداد چھ بنتی ہے۔ان چھ تباہ شدہ اقوام کا اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں طرح طرح سے ذکر کیا ان کو ان کی مختلف صفات سے بھی پکارا۔

چھ کی چھ قوموں کا ذکر سورۃ الاعراف میں تسلسل کیساتھ ہے ایک ہی جگہ۔

جن میں سب سے پہلی قوم نوح تھی اس کے بعد قوم عاد پھر قوم ثمود پھر قوم لوط پھر آل فرعون پھر قوم شعیب اور آخری اور ساتویں قوم جو کہ فساد کرنے والوں میں سے ہے جو پہلوں کی طرح ساعت کے آنے کا سبب بنے گی آج موجودہ انسان ہیں۔پچھلی قوموں کے زمین پر اتنے آثار ہونے کے باوجود کہ انسان ان سے سبق سیکھتا لیکن آج پھر وہی کر رہا ہے۔جس پر اللہ سبحان وتعالیٰ متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ج فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ. الحج ۴۶

کیا پس نہیں پھرے ارض میں پس ہوتے ان کے لیے دل عقل لانے والے اس کے ساتھ یا کان سنتے ان کے ساتھ پس اس میں کچھ شک نہیں نہیں اندھا ہوتا دیکھنے سے اور لیکن اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہوتے ہیں۔

پیچھے کتاب میں پچھلی قوموں کے آثار اور ان کی ترقی کی دہلا دینے والی تفاصیل بیان کی گئی ہیں پچھلی ان قوموں کے آثار دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ترقی کے نام پر کتنا فساد کیا تھا اور وہ کس قدر آج کے انسانوں سے آگے تھیں۔لیکن انجام کیا ہوا؟ اسی طرف اللہ سبحان وتعالیٰ توجہ دلا رہے ہیں۔کہ انہوں نے بھی یہی کیا تھا جو آج تم کر رہے ہو۔لیکن ان کا انجام کیا ہوا یہ دیکھ کر تمہیں عقل نہیں آتی اور عقل آئے بھی کیسے جب کہ ہیں ہی اندھے اور اندھا انسان دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہونے سے نہیں ہوتا بلکہ اندھا انسان جو دیکھتا اور سنتا ہے اس کی تعبیر دل میں پیدا ہوتی ہے بشرطیکہ دل مردہ نہ ہو۔اور دل مردہ کیسے ہوتے ہیں جس سے انسان صرف دیکھنے اور سننے کی صلاحیت تو رکھتا ہے لیکن کچھ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے اسے جاننے کے لیے ہماری کتاب ''حلال طیب اور فتنہ دجال'' کا ضرور مطالعہ کریں۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ .

سبا ۲۸

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام کے تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ممکنہ خطرات سے متنبہ کرنے والا آگاہ کرنے والا اور لیکن انسانوں کی اکثریت غور و فکر نہیں کرتی جس کی وجہ سے علم نہیں رکھتی۔

وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ. سبا ۳۹

اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم ہو سچے۔

اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ. یونس ۵۵

جان لو اس میں کچھ شک نہیں اللہ کا وعدہ حق ہے اور لیکن ان کی اکثریت نہیں علم رکھتی۔

اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ. الانعام ۱۳۴

اس میں کچھ شک نہیں جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے آئے گا ہی آئے گا اور نہیں تم اس سے عاجز کر سکتے۔

قُلۡ لَّکُمۡ مِّیۡعَادُ یَوۡمٍ لَّا تَسۡتَاۡخِرُوۡنَ عَنۡہُ سَاعَۃً وَّلَا تَسۡتَقۡدِمُوۡنَ. سبا ۳۰

کہو تمہارے لیے میعاد ہے ایک یوم کی نہیں اس سے موخر کیا جائے گا ایک لمحہ بھی اور نہ ہی اس سے ایک لمحہ پہلے۔

وَیَسۡتَعۡجِلُوۡنَکَ بِالۡعَذَابِ وَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ ؕ وَاِنَّ یَوۡمًا عِنۡدَ

رَبِّکَ کَاَلۡفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ. الحج ۴۷

اور عجلت کر رہے ہیں تجھ سے عذاب سے اور ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ جو اس کا وعدہ ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں یوم تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال جو تمہاری گنتی ہے۔

کیسے عذاب کی عجلت کر رہے ہیں اس کی پیچھے بار بار وضاحت گزر چکی۔ جیسے پہلی قوموں نے عذاب کے لیے عجلت کی یعنی

فساد کیا آسمانوں اور زمینوں کی مخلوقات میں چھیڑ چھاڑ کی جس کے نتیجے میں نظام درہم برہم ہو گیا اور بڑی تباہی انہیں آگھیرتی۔بلکل اسی طرح آج یہ بھی اپنے اعمال کے ذریعے ویسے ہی جلدی میں ہیں۔یعنی اگر یہ آسمانوں اور زمینوں میں خرابیاں کریں گے فساد کریں گے تو اللہ نے قدر میں جیسے کیا ہوا ہے اسی کے مطابق وہ خرابیاں نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔اور جس بڑے پیمانے پر یہ فساد کر رہے ہیں اس طرح جو اللہ کا وعدہ ہے یہ جو اس نے قدر میں کیا ہوا ہے اس کے مطابق اس کے ہاں ایک یوم جسے تمہاری گنتی کے مطابق ہزار سال ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے یہاں بلکل واضع کر دیا کہ اس کا وعدہ عذاب اس حساب سے آئے گا کہ ایک یوم انسانوں کے ایک ہزار سال۔تو اللہ نے کتنے یوم خلق کیے؟

اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات یوم خلق کیے۔کوئی آٹھواں یوم نہیں۔جب ایک یوم ایک ہزار سال تو سات یوم سات ہزار سال بنتے ہیں۔

یعنی بلکل وہی جو اللہ نے اس آیت میں بیان کیا۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ

اور تحقیق ہم نے دیا تجھے ایک دوسرے کے بعد آنے والے سات میں سے ساتواں۔

اب جب ہم دنوں میں غور وفکر کریں تو دن بھی سات ہیں اور ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں۔ہمیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے جمعہ دیا یہ ساتوں میں سے ساتواں اور آخری ہے۔پچھلوں کو ایک ایک یوم ملا اور ہمیں بھی ایک یوم۔اب جو بھی صلاۃ قائم کرے گا تو اسے یوم میں اتنا وقت مزید ملے گا۔اسے ہم یوں سمجھ سکتے ہیں۔

مثلاً ایک گاڑی جب اس میں پہلی خرابی ہوتی ہے تو وہ نشانی ہوتی ہے کہ گاڑی کا اپنے خاتمے کی طرف یہ پہلا قدم ہے۔اور اس پہلی خرابی کے دس سال بعد گاڑی مکمل بے کار ہو جائے گی۔تو اگر گاڑی میں آج پہلی خرابی ہوئی تو یہ بات طے ہو چکی کہ دس سال بعد بے کار ہو جائے گی۔اور خرابی تب پیدا ہوتی ہے جب خالق کی ہدایات کے برعکس عمل کیا جائے۔اور تصور کریں اگر ایک سال تک خالق کی ہدایات پر عمل کیا جائے اور ایک سال بعد لاپرواہی کرنے سے پہلی خرابی پیدا ہو تو گاڑی دس کی بجائے گیارہ سال بعد تباہ ہو گی۔اس طرح کچھ قوموں نے صلاۃ قائم کی جس سے فساد نہ ہوا تو انہیں زمین پر ایک یوم سے زیادہ وقت مل گیا حالانکہ ویسے تو سات قوموں کے لیے ایک ایک یوم تھا جو مجموعی لحاظ سے سات ہزار سال بنتے ہیں۔لیکن

کسی نے خالق کی ہدایات پر زیادہ دیر عمل کیا تو زیادہ مدت پائی اور کسی نے کم تو جلدی فساد ہونے کی صورت میں جلدی تباہی آئی۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ. السجدہ ۵

تدبیر کرتا ہے امر کی آسمان سے زمین کی طرف پھر پلٹتا ہے اس کی طرف ایک یوم میں، تھا وہ قدر میں کر دیا ایک ہزار سال سے جو تم گنتے ہو۔

يُدَبِّر. دبر سے ہے جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ اور يُدَبِّر کے معنی پیچھے جو ہوا اس کو سامنے رکھ کر اس سے آئندہ کے لیے لائحہ عمل طے کرنا۔

يُدَبِّرُ الْاَمْر. یعنی ایک کام پیچھے ہوا اس کو سامنے رکھتے ہوئے لائحہ عمل طے کرنا اور اس کام کو سرانجام دینا جو پچھلے کام جو کہ عمل تھا اس کا ردعمل کہلائے گا۔ يُدَبِّرُ الْاَمْر. یعنی انسان جو بھی عمل کرتا ہے اللہ سبحان وتعالیٰ اس کے عمل کیمطابق اس کا ردعمل ظاہر کرتے ہیں۔ یوں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور ہزار سال میں اللہ کا امر اس کی طرف رجوع کرتا ہے یعنی جب ہزار سال ہوتے ہیں تو پورے ہزار سال کا نتیجہ نکال دیا جاتا ہے۔ ہزار سال کے درمیان انسان کے بہت سے اعمال کا ردعمل بظاہر اس کے حق میں اور اس کے لیے نفع مند نظر آتا ہے لیکن حقیقت اس کے بلکل برعکس ہوتی ہے۔ ایسے ردعمل جن سے انسان کا بظاہر فائدہ ہوتا ہے وہ انسان کی تباہی کے لیے ہی راہ ہموار کرتے ہیں۔ جیسے اگر آپ کا ایک باغ ہو اس کے پھل پکے ہوئے ہوں اور باغ میں کچھ چور گھس آئیں اور وہ پھل توڑنے میں مصروف ہو جائیں آپ کو اس کا علم ہو اس کے باوجود آپ بلکل بے فکر ہوں تو ظاہر ہے آپ اسی لیے بے فکر ہوں گے کہ آپ نے کوئی نہ کوئی انتظام کر رکھا ہوگا۔ کہ ابھی تو وہ بہت مزے سے پھل توڑ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ کامیاب ہو گئے اور انہیں نفع ہو رہا ہے لیکن جیسے ہی فارغ ہوں تو اپنے آپ کو باغ میں قید پائیں اور جکڑ دیئے جائیں۔ بلکل اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے قدر میں ہی ایسا کر دیا ایسا جال بچھا دیا۔ کہ جب انسان ایسے عمل کرتا ہے جو اللہ کے قانون کے خلاف ہیں تو بظاہر وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ بڑے معرکے سر کر رہا ہے۔ بہت ترقی

کر رہا ہے اسے بہت نفع ہو رہا ہے لیکن جیسے ہی اللہ کا امر غالب آتا ہے جسے زمانے کا بدلنا بھی کہتے ہیں تو انسان بے بس و لاچار ہو جاتا ہے اچانک نہ بچنے والی بڑی تباہی اسے ایسے آگھیرتی ہے کہ اس کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوتی۔

تو اس آیت میں اسی کا اللہ سبحان وتعالیٰ ذکر کر رہے ہیں کہ اللہ تدبیر کرتا ہے امر کی یعنی اللہ کی مرضی وحکم کے علاوہ کسی نے اس کی کائنات میں عمل کیا تو اس کے عمل کا جواب دینے کے لیے اللہ کا امر آتا ہے اور وہ ایک یوم میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے ایسا یوم کہ جس کو اللہ قدر میں ہمارے ایک ہزار سال کر دیئے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ

اور تحقیق کہ ہم نے دیا تجھے ایک دوسرے کے بعد آنے والے سات میں سے ساتواں۔

اللہ کے سات امر ہیں اور ہمیں ان سات میں سے ایک کے بعد دوسرے آنے والوں میں ساتواں دیا۔یعنی اس سے پہلے اللہ کے چھ امر اللہ کی طرف رجوع کر چکے یا چھٹا امر جاری تھا اور پانچ رجوع کر چکے۔اب ساتواں امر ہم جو ہمیں دیا گیا۔تو ایک امر ایک یوم کا،ایک یوم ہمارے ہزار سال کا،سات امر سات ہزار سال۔

اب سات زمانے جن میں سات قومیں، ہر قوم پر اللہ کا ایک امر،ایک امر ایک یوم،ایک یوم ہمارے ایک ہزار سال،سات امور سات ہزار سال۔

سات زمانے جن میں سات قومیں ہر قوم کا ایک ایک یوم اور ایک یوم ہزار سال،مجموعی طور پر سات ہزار سال۔

اسی طرح سات یوم ہیں ایک یوم ایک ہزار سال کا اور سات یوم سات ہزار سال کے۔

یہی رسول اللہ ﷺ نے بھی کہا جیسا کہ درج ذیل روایت میں ہے۔

رسول الله ﷺ قال: الدنيا سبعة آلاف سنة، أنا في آخرها الفا. بیہقی، طبرانی

رسول اللہ ﷺ نے کہا دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور میں اس کے آخری ہزار میں ہوں۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کو دنیا کی مجموعی سات ہزار سال مدت سے ساتواں ہزار دیا گیا۔رسول اللہ ﷺ کی بعثت چونکہ آخری ہزار سال سے پہلے ہوگئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ نصاریٰ کو جو ہزار سال دیا گیا تھا انہوں نے اپنی مدت پوری نہ کی اور اس سے پہلے ہی اس ذمہ داری کو ترک کر دیا جو ذمہ داری بطور اُمت انسانوں کے لیے ان پر ڈالی

گئی تھی اس وجہ سے انہیں ضالین قرار دے کر آخری اُمت اپنے ہزار سال سے پہلے ہی لے آئی گئی۔

جیسے اللہ کا ایک امر ایک یوم کا اور اس یوم کی مقدار ہمارے ہزار سال کے برابر ہے۔

''اللہ کے ہاں ایک یوم جیسے ہماری گنتی کے ہزار سال ہوتے ہیں اس سے مراد یہ نہیں کہ اسی مقدار کے چھ یوم یعنی چھ ہزار سال میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا۔اس کا پس منظر بلکل مختلف ہے قرآن میں اس کا بھی صراحت کے ساتھ ذکر ہے اس یوم کی ہمارے شمار کے مطابق مقدار کیا ہے اس کا حساب لگانا بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں رکھ دیا ہے اور وہ بلکل بھی مشکل نہیں۔ یہاں اس پر بات کرنا ہمارے موضوع کا حصہ نہیں لیکن ہم اسے سمجھنے کے لیے یہاں چھوٹی سی وضاحت کرتے چلتے ہیں۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ. السجدہ ۵

تدبیر کرتا ہے امر کی آسمان سے زمین کی طرف پھر پلٹتا ہے اس کی طرف ایک یوم میں، تھا وہ قدر میں کر دیا ایک ہزار سال سے جو تم گنتے ہو۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے کہا کہ وہ تدبیر کرتا ہے امر کی آسمان سے زمین کی طرف۔ یہاں یہ نہیں ہے کہ وہ عرش سے تدبیر کرتا ہے۔ یہ بات انتہائی قابل غور ہے۔یعنی اگر یہاں یہ ہوتا کہ وہ عرش سے تدبیر کرتا ہے امر کی زمین کی طرف پھر وہ ایک یوم میں پلٹتا ہے جو قدر میں کر دیا تھا تمہارے شمار کے ہزار سال، تو اس کا مطلب تھا کہ اللہ کا ایک یوم ہمارے ہزار سال کا ہوتا ہے اور ہزار ہزار سال کے چھ یوم میں آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا۔لیکن یہاں عرش کی بجائے لفظ مِنَ السَّمَآءِ ہے۔جس کے معنی بلندی کے ہیں۔ اسے یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ کے سات امر ہیں جن میں سے چھ اس کی طرف رجوع کر چکے اب آخری بھی رجوع کے قریب تر ہے۔ یہ ساتوں امر زمین والے آسمان سے باہر نکلیں تو یہ چھ نہیں رہیں گے بلکہ ایک امر ہو جائے گا جس کی مقدار ہمارے شمار کے مطابق سات ہزار سال بن جائے گی۔زمین والے آسمان یعنی جو زمین کے گرد سات گیس کی تہیں ہیں جب ان سے باہر نکلیں تو پھر صرف زمین ہی نہیں ہوگی پھر اور ستارے اور سیارے وغیرہ بھی سامنے آجائیں گے۔تو ان پر جو نظام چل رہا ہے ظاہر ہے وہ بھی اللہ کے امر سے ہے تو ایسے ہی پیچھے چلے جائیں جہاں سے ہمارے نظام شمسی

کی آخری حد ہوتو وہاں جو اللہ کا امر ہوگا اس میں وہ تمام امور ہوں گے جن سے پورے نظام شمسی کے لیے امور درکار ہیں۔تو نظام شمسی کی حد پر جو امر ہوگا اس کی مقدار اسی حساب سے ہوگی۔جب وہ امر داخل ہوگا نظام شمسی میں تو وہ ایک نہیں رہے گا بلکہ وہ سورج اور نظام شمسی میں موجود تمام چاند اور سیاروں کے امور میں تقسیم ہوکر کئی امور بن جائیں گے۔بلکل اسی طرح پیچھے جائیں ایک کہکشاں کی حدود تک اس سے پیچھے پورے آسمان دنیا کی حد پر۔آسمان دنیا کی حد پر جب ہم پہنچے گے تو وہاں والے امر کی مقدار وہ بنے گی جو وہ ایک یوم ہوگا جس طرح کے چھ یوم میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات آسمانوں کو خلق کیا۔

یہ بلکل ایک درخت کی سی مثال ہے۔درخت کا ایک تنا ہوتا ہے وہ آگے جا کر چند بڑی شاخوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اور ہر شاخ بتدریج مزید لاتعداد شاخوں میں تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے اس کے بعد پتے اور آخر میں پھل۔بلکل ایسے ہی اللہ کا ایک امر جو ایک آسمان کے لیے ہے اس میں تمام کہکشاوں کے امور ہوتے ہیں۔پھر ہر کہکشاں میں تمام ستاروں وسیاروں کے امور ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کا امر تقسیم در تقسیم ہوتا ہوا ایک ذرے تک جاتا ہے۔اللہ کا وہ امر جس کا تعلق انسانوں کے ساتھ ہے اس کی مقدار ایک ہزار سال ہے اور اگر اللہ کا ایک امر جو ایک ذرے کے لیے ہوگا تو وہ مزید تقسیم ہوتا ہوا ذرے کی حد تک آکر اس کی مدت بہت کم ہوجائے گی۔اور اس کی مدت کا شمار کتنا ہے وہ راز بھی اللہ نے قرآن میں رکھ دیا۔انسان والے اللہ کے امر کی مقدار کیوں ہزار سال ہے یہ راز بھی اللہ سبحان وتعالیٰ نے بہت صراحت سے بیان کردیا۔ہمارا موضوع نہیں اس لیے اس پر بات نہیں کریں گے۔

ایک چھوٹی سی مثال اور لے لیتے ہیں تاکہ سمجھنے میں اگر کوئی کسر رہ گئی ہو تو وہ بھی دور ہوجائے۔مثال کے طور پر آپ کی تعمیراتی کمپنی ہے اور آپ نے ایک گھر تعمیر کرنا ہے جس کے لیے آپ اپنی کمپنی میں جو آپ کا ماتحت ہوگا اسے حکم دیں گے کہ دس سال کی مدت میں یہ گھر تعمیر کرو۔آپ نے اسے صرف ایک حکم دیا یعنی اس کے لیے صرف یہ ایک ہی امر ہوگا جس کی مدت دس سال ہوگی۔لیکن جب وہ آگے حکم دے گا تو وہ گھر سے متعلقہ تمام شعبوں کو حکم دے گا جس جس شعبے کا جو جو کام ہوگا۔اگر دس شعبے ہیں تو ہر شعبے کو ایک ایک امر جاری کیا جائے گا۔یوں پیچھے مالک کی طرف سے آنے والا ایک امر جس کی مدت دس برس تھی آگے جا کر دس میں تقسیم ہوکر ہر امر کی مدت ایک ایک سال ہوجائے گی۔پہلا شعبہ ایک سال میں گھر کی بنیاد کے لیے زمین وغیرہ ہموار کرے گا۔دوسرا اس سے آگے ایک سال میں اپنا کام کرے گا۔تیسرا اس سے اگلے سال میں اپنا کام مکمل کرے گا یہاں تک کہ جب دسواں شعبہ ایک سال میں اپنا کام مکمل کرے گا تو مالک کی طرف سے آیا ہوا ایک امر جس کی مدت دس برس تھی وہ دس امور میں تقسیم ہوکر ہر امر کی مدت ایک ایک سال میں تقسیم ہوکر مالک کا امر مکمل ہوگا۔پھر اسی طرح اگر ایک شعبے کو جو امر ملا جس کی مدت ایک سال ہوگی تو وہ شعبہ بھی آگے اپنے کام کو جتنے حصوں میں تقسیم کرکے آگے احکامات دے گا تو یوں وہ ایک سال کی

مدت کا دس میں سے ایک امر بھی کئی امور میں تقسیم ہو جائے گا اور ساتھ ہی اس کی مدت بھی تقسیم ہو جائے گی یعنی اگر وہ ایک سال کی مدت کا امر بارہ امور میں تقسیم ہوگا تو وہ بارہ امور ایک ایک ماہ کی مدت کے ہو جائیں گے۔

مالک نے جو امر کیا وہ ایک یوم کا کہلائے گا جس کی مدت اس کے ماتحت کے دس سال کی ہوگی۔ ماتحت جن دس شعبوں کو ایک ایک امر جاری کرے گا وہ ان سب کے لیے بھی ایک ایک یوم کہلائے گا جس کی مدت ان کے ایک سال کی ہوگی۔ پھر ہر شعبہ اپنے متعلقہ شعبوں کو جو بارہ امور کرے گا وہ بارہ امور ایک ایک یوم کے کہلائیں گے جن کی مدت ان شعبوں کے نزدیک ایک ایک ماہ کی ہوگی۔

بلکل اسی طرح مالک کے نزدیک ایک ماہ کا یوم، یوم نہیں کہلائے گا بلکہ اس کے یوم کا آخری حصہ ہوگا جو مالک کے نزدیک یوم کا شام کا وقت ہوگا لیکن جنہیں امر کیا گیا ان کے نزدیک اس کی مدت ایک ماہ ہوگی۔ اسی طرح مالک کے نزدیک ایک سال کا یوم، یوم نہیں بلکہ وہ مالک کے یوم درمیانہ حصہ ہوگا جو مالک کے یوم کا دوپہر کا وقت کہلائے گا۔ لیکن جنہیں وہ امر کیا گیا ان کے لیے وہ ایک یوم جس کی مدت ان کے ایک سال کے برابر ہوگی۔

اسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ امید ہے بات کسی حد تک واضح ہوئی ہوگی۔ الحمدللہ رب العالمین''

اللہ سبحان وتعالیٰ نے چھ یوم میں آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا۔ ان میں ہر ایک یوم کی مقدار کیا ہے ابھی اس پر بات نہیں ہو گی۔ ان چھ یوم میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کے بعد۔ اوپر سے نیچے ساتویں آسمان اور ہمارے نزدیک پہلے آسمان کی زمینوں یعنی سیاروں میں سے ایک سیارے یعنی زمین کا انتخاب کیا جو اس آسمان میں بھی سب سے نیچے ہے۔ تصویر کی مدد سے سمجھ سکتے ہیں۔

اگلے صفحے پر تصاویر کی روشنی میں سمجھیں۔

ساتوں آسمانوں اوران میں سب سے نچلے آسمان میں ہماری زمین تک کوواضح کرتی تصاویر

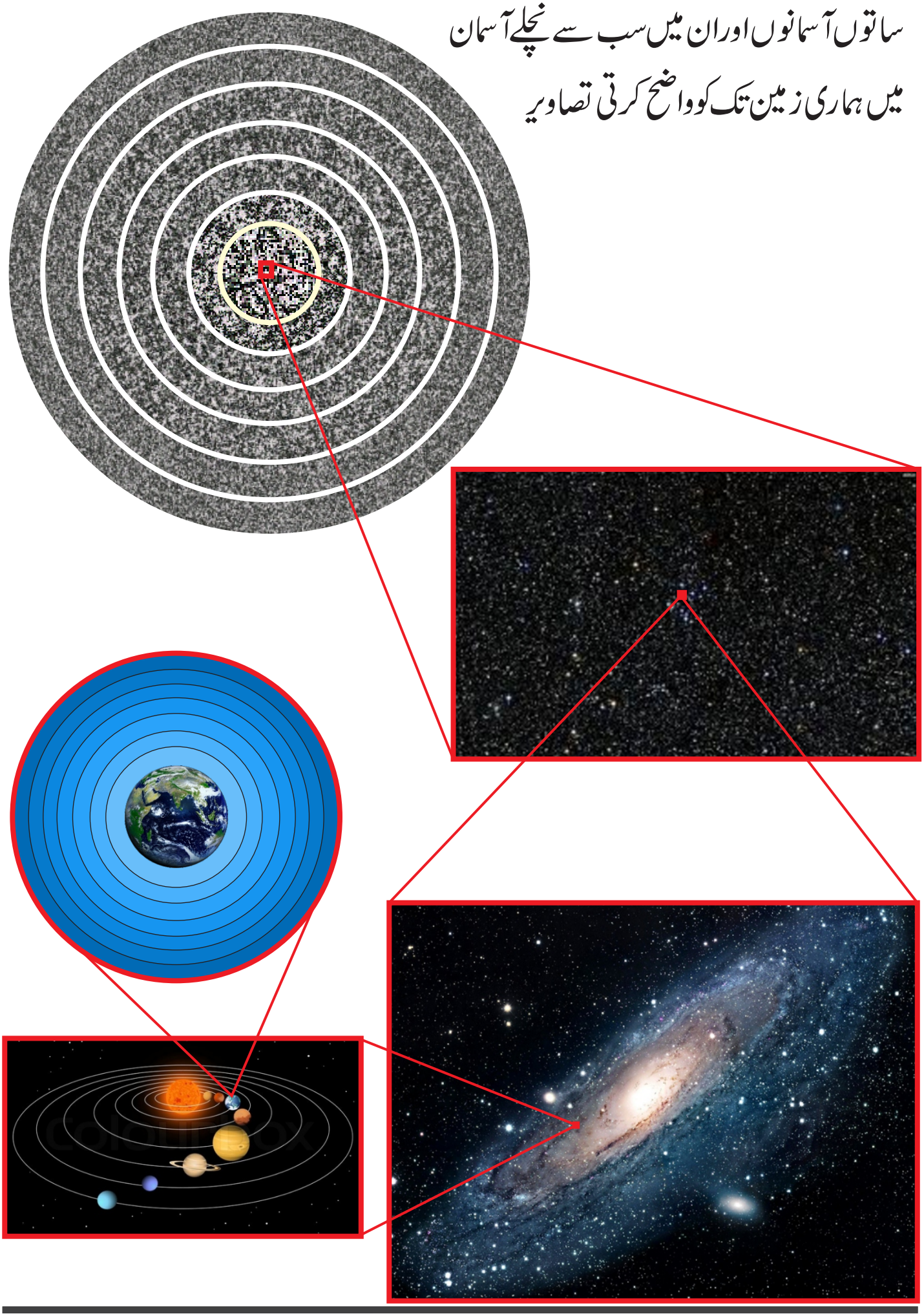

زمین میں انسان کو خلق کرنے سے پہلے انسان کی تمام ضروریات کو خلق کیا۔ جس مدت میں انسان کی تمام ضروریات کو زمین میں خلق کیا وہ مدت ایک یوم کہلائے گی۔

رسول الله ﷺ قال: وخلق آدم عليه السلام بعد العصر من يوم الجمعة فى آخر الخلق فى آخر ساعة من ساعات الجمعة فيما بين العصر الى الليل. مسلم

رسول اللہ ﷺ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یوم جمعہ سے عصر کے بعد خلق کیا۔ مخلوقات میں سب سے آخر پر جمعہ کی ساعات سے آخری ساعت میں عصر اور شام کے درمیان۔

اس مدت کے آخری حصے میں آدم کو خلق کیا۔ جو اس ایک یوم کا عصر کا وقت کہلائے گا۔ وہ عصر کا وقت زمین پر انسان کی مکمل زندگی یعنی ایک یوم کہلائے گا جس کی مدت سات ہزار سال بنتی ہے۔ پھر اس یوم میں اللہ سبحان وتعالیٰ کا ایک امر ہوا اور اس امر سے اس یوم کے پہلے پہر یعنی مغرب سے عشاء تک ایک قوم بسائی۔ مغرب سے عشاء کا وقت ایک یوم کہلائے گا جس کی مدت انسان کے دنوں کے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی جب وہ امر اللہ کی طرف پلٹا تو ایک ہزار سال گزر گیا پھر دوسرا امر ہوا جس کی مقدار ہزار سال تھی جس سے ان کے بعد ایک دوسری قوم بسائی وہ بھی گزر گئی۔ اس کے بعد تیسرا امر، تیسری قوم پھر چوتھا امر چوتھی قوم اور پھر اسی طرح جب چھٹا امر ہوا تو عصر تک چھٹی قوم بھی گزر گئی تو عصر تک اللہ کے چھٹے امر کے دوران چھ قومیں گزر گئیں۔ ان چھ قوموں میں ہر ایک کو ایک ایک یوم یعنی ایک ایک ہزار سال دیا گیا لیکن وہ چھ قومیں عصر تک گزر گئیں۔

اس کا مطلب ہے کہ وہ چھ قومیں چھ ہزار سال کی بجائے اس سے کچھ عرصہ پہلے ہی گزر گئیں۔ کیوں کہ اگر وہ چھ قومیں چھ امور مکمل ہونے پر گزرتیں تو پیچھے اس یوم کا عصر کا وقت نہیں رہنا چاہیے تھا بلکہ عصر کا بھی کچھ حصہ گزر جانا چاہیے تھا۔

کیونکہ دن میں عصر کا وقت اس کا آخری پانچواں حصہ ہوتا ہے۔ اور چھ امور پانچ نہیں بلکہ دن کے چھ حصے گزرنے پر مکمل ہوتے ہیں پیچھے صرف ساتواں حصہ رہ جانا چاہیے تھا۔ جو کہ عصر کے وقت سے بھی کم بنتا ہے۔ یعنی اللہ نے سات ہزار سال

کے یوم کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا۔مغرب،عشاء،فجر،ظہر اور عصر۔

سات ہزار سال کے یوم کو پانچ پر تقسیم کریں تو پیچھے ۱۴۰۰ سال بنتے ہیں جو عصر کا وقت نکلا۔لیکن اگر اس یوم کو پانچ کی بجائے سات پر تقسیم کریں کیونکہ ہر قوم کا ایک ایک ہزار سال کا ایک ایک یوم جو چھ ہزار سال بنتے ہیں اور ساتویں کا اخری یوم ایک ہزار سال تو یوں سات قومیں ہیں سات ہزار سال میں۔تو سات ہزار سال کے یوم کو سات پر تقسیم کرنے سے ایک ہزار سال بنتا ہے۔جو عصر کے وقت ۱۴۰۰ سال سے ۴۰۰ سو سال کم بنتا ہے۔اس کا مطلب کے پیچھے چھ قومیں چھ ہزار سال کی بجائے اس سے پہلے گزر گئیں۔سات ہزار سال کے یوم کو پانچ وقتوں میں تقسیم کرنے سے ۱۴۰۰ سال میں ایک وقت نکلا۔دن کے پہلے چار حصوں میں یعنی ۱۴۰۰ کو چار سے ضرب دیں تو ۵۶۰۰ سال بنتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیے جانے سے پہلے ۵۶۰۰ سال کے اندر اندر چھ قومیں گزر چکیں۔اب ضروری نہیں کہ وہ ۵۶۰۰ سال ہی بنتے ہیں یعنی کہ وہ بلکل عصر کا ہی وقت تھا بلکہ اس میں بھی کچھ نہ کچھ آگے پیچھے ہوسکتا ہے جس کا ادراک ہمیں اس سے آگے غور وفکر کرنے سے ہوگا۔کہ آیا چھ قومیں ۵۶۰۰ سال میں گزریں یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ وقت میں۔

اور پھر اب دن کے آخر یعنی عصر کے وقت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔جس کا کئی روایات میں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا میں عصر کے وقت مبعوث کیا گیا ہوں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ نے چھ ایام میں آسمانوں وزمین کو خلق کیا اور ساتویں یوم کے عصر کے وقت آدم علیہ السلام کو خلق کیا جس کا کئی روایات میں تفصیل کیساتھ ذکر ہے اس ساتویں یوم کا عصر کا وقت زمین پر انسانوں کے لیے ایک یوم کہلائے گا جس کی مدت سات ہزار سال ہے۔پھر اس یوم میں جتنی قومیں آئیں گی جتنی جتنی مدت انہیں ملے گی وہ مدت ان کے لیے یوم کہلائے گی۔اس طرح انسان کو زمین پر ایک یوم دیا گیا جو کہ سات ہزار سال کا بنتا ہے۔سات ہزار سال کے یوم کو سات قوموں میں تقسیم کیا گیا۔۷۰۰۰ کو ۷ پر تقسیم کریں تو ہر ایک قوم کا ایک ایک ہزار سال بنے گا جو ان کے لیے یوم کہلائے گا۔

سات ہزار سال کے یوم میں اللہ نے سات قومیں بھیجیں۔ایک یوم میں اللہ نے پانچ صلاۃ قائم کرنے کا حکم دیا۔اسلام میں دن مغرب سے شروع ہوتا ہے مغرب،عشا،فجر،ظہر اور عصر تک چھ قومیں گزر گئیں اور اب سات ہزار سال کا یوم عصر کے دن کے اختتام تک رہ گیا تو اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا۔اس امت کا ایک یوم تو اس کا حق تھا لیکن پچھلی قوموں نے اپنے یوم کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی خود کو تباہ کرلیا تو ان کا بچہ ہوا وقت بھی اس آخری امت کو مل گیا۔

ہمیں عصر کی صلاۃ دی گئی۔یعنی ہم دنیا میں عصر کے وقت بھیجے گئے۔محمد رسول اللہ ﷺ کو عصر کے وقت مبعوث کیا گیا۔اللہ

سبحان وتعالیٰ نے یوم یعنی ایک دن کو پانچ میں تقسیم کیا۔مغرب،عشاء،فجر،ظہر اور عصر۔
پوری مدت ۷۰۰۰ سال جس کو پانچ صلاۃ سے تقسیم کریں یعنی اس میں عصر کا وقت نکالیں جس میں رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔
سات ہزار کو پانچ پر تقسیم کریں تو ۱۴۰۰ سال بنتے ہیں۔ یعنی ۷۰۰۰ سے ۱۴۰۰ منفی کریں تو پیچھے ۵۶۰۰ سال بنتے ہیں جو مدت رسول اللہ ﷺ سے پہلے گزر چکی۔اور باقی ۱۴۰۰ سال ہیں۔
یعنی امت محمد ﷺ کو جو عصر کا وقت ملا وہ ۱۴۰۰ سال کا بنتا ہے۔لیکن وہی پیچھے دی گئی مثال کے مطابق اگر قیامت ۱۴۰۰ سال بعد آنی ہے تو اگر خالق کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو جس قدر عمل کیا جائے گا صلاۃ قائم ہوگی تو پہلی خرابی بھی اتنی ہی دیر میں ظاہر ہوگی۔اور جیسے خالق کی ہدایات پر عمل کرنے کا حکم ملا یعنی جیسے اللہ کی غلامی کرنے کا حق تھا اس طرح غلامی صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کی اور رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میرے صحابہ ۱۰۰ سال تک رہیں گے۔یعنی کہ زمین کو ۱۰۰ سال کی مزید مدت مل گئی۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے آج زمین پر جو جاندار بھی موجود ہے اس پر سو سال گزریں گے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے کہا ہر امت کی اجل ہے اور میری امت کے لیے سو سال ہے جب میری امت پر سو سال ہو جائیں گے تو آ جائے گی جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ طبرانی

اب صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین کے احسان سے ملے ہوئے ۱۰۰ سال کو ۱۴۰۰ میں جمع کریں تو یہ مدت ۱۵۰۰ سال بنتی ہے۔
یعنی اس آخری قوم آخری امت محمد کی زندگی ۱۵۰۰ سال ہے۔

☆ قیامت سے چالیس سال قبل مدینہ ویران ہو جائے گا۔ فردوس

۱۵۰۰ سے ۴۰ نکال لیں تو پیچھے ۱۴۶۰ سال رہ جاتے ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: بعث الله عیسیٰ ابن مریم علیه السلام کأنه عروة بن مسعود الثقفی قال: فیطلبه حتی یهلکه قال: ثم یبقی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة قال: فیبعث الله ریحا تجیء من قبل الشام فلا تدع احد فی قلبه مثقال ذرة من الایمان الا قبضت روحه حتی لو ان احدکم فی کبد جبل الدخلت علیه. حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا کھڑا کرے گا اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو وہ ایسے ہوں گے جیسے عروۃ بن مسعود الثقفی ہیں۔ کہا پس وہ جس مقصد کے لیے کھڑے کیے گئے یعنی دجال کے قتل کے لیے پس اس کے ادراک کے لیے اس کے پیچھے پڑیں گے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیں گے۔ پھر لوگ رہیں گے سات سال کہ نہیں ہوگی عداوت کسی دو کے درمیان۔ کہا پھر اللہ تعالیٰ کھڑی کرے گا ایک ہوا جو آئے گی شام کی سمت سے پس نہیں بلائے گی کسی ایک کو بھی جس کی دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوا مگر قبض کر لے گی اس کی روح یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کی کھوہ میں ہوا اس پر بھی داخل ہوگی۔

۱۴۶۰ سے ۷ سال یہ نکال لیں تو پیچھے ۱۴۵۳ سال رہ جاتے ہیں۔

النبی ﷺ قال یعیش سبعا ثم یموت. الفتن نعیم بن حماد

نبی ﷺ نے کہا رہیں گے سات سال پھر ان کی موت ہوگی۔

یہ مہدی آخری الزماں کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے کہا تھا۔

رسول الله ﷺ قال: یملک المهدی سبع سنین و شهرین و ایام. الفتن نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا حکومت کریں گے مہدی سات سال اور دو مہینے اور کچھ دن۔

۱۴۵۳ سے امام مہدی علیہ السلام کے سات سال نکال لیں تو پیچھے ۱۴۴۶ سال بچتے ہیں

یعنی امت محمد کی عمر جب ۱۴۴۶ نبوی سال ہوگی تو امام مہدی کی مدت خلافت شروع ہوگی، امام مہدی عالمی خلافت کے خلیفہ ہوں گے تو عالمی خلافت کے اعلان کا وقت بھی ۱۴۴۶ نبوی بنتا ہے۔

امت کی ابتداء رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ہوئی جو ہجرت سے گیارہ سال قبل ہوئی۔ یوں ۱۴۴۶ نبوی سے ۱۱ سال پیچھے چلے جائیں تو یہ ہجری ۱۴۳۵ بنتا ہے۔ یعنی ۱۴۳۵ ہجری میں خلافت کا قیام اور امام مہدی کا ظہور لازم ہے۔ ۱۴۳۵

کے سات سال بعد ۱۴۴۲ ہجری میں امامت یعنی خلافت عیسیٰ علیہ السلام کو منتقل ہو جائے گی اور اس سے پہلے پہلے ان کا نزول اور دجال کا قتل ہوگا عیسیٰ ابن مریم کی مدت حکومت ساتھ سال ہوگی جو مہدی کے سات سال مدت خلافت کے اختتام سے شروع ہوگی جو ۱۴۴۲ ہجری بنتا ہے اور ۱۴۴۹ تک رہے گی۔

۱۴۴۹ میں سب مومنوں کی روح قبض کر لی جائے گی۔ پیچھے جو بچیں گے وہ نام نہاد موجودہ مسلمان کہلانے والوں اور مشرکین مکہ کی طرح کے ہوں گے جو قیامت کی ساعت کے قائم ہونے تک خود کو مسلم سمجھتے اور کہتے رہیں گے لیکن ہوں گے مشرک وکافر۔

آج ہجری ۱۴۳۷ ہجری ہے۔ہجری ۱۴۳۵ گزر چکا ہے جو کہ قیام خلافت اور ظہور مہدی کا سال بنتا ہے۔تو کیا ۱۴۳۵ ہجری میں خلافت کا قیام ہو گیا؟

حیران کن طور پر اسی سال خلافت کا قیام ہوا۔

دوسرا سوال یہ بنتا ہے کہ پھر امام مہدی کا ظہور کیوں نہیں ہوا؟

اس سوال کا جواب بلکل واضع ہے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی بشارتوں سے اخذ کی گئی تاریخ کے مطابق ۱۴۳۵ ہجری ہی ظہور مہدی کا سال ہے تو ان کا ظہور ہونا چاہیے تھا۔اور الحمدللہ مہدی آخر الزماں کا ظہور ہو چکا۔جی ظہور ہو چکا، امیر المومنین ابوبکر البغدادی ہی مہدی آخر الزماں ہیں جس کے دلائل ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

ذخیرہ احادیث کی کتب اور بلخصوص الفتن نعیم بن حماد کے مطالعہ سے مہدی کے حوالے سے سالوں کا ذکر ملا وہ کئی مختلف اعداد میں ملا۔مثلاً کہیں پر یہ ہے کہ مہدی باقی رہے گا ساٹھ سال تک۔مہدی کے معنی ہیں جس کو ہدایت دی گئی یعنی ہدایت یافتہ۔ ان ساٹھ سالوں کے ذکر سے جو بات واضع ہوتی ہے وہ یہ کہ یہ مہدی آخر الزماں کی عمر ساٹھ سال نہیں بلکہ دنیا میں ساٹھ سال تک مہدی رہیں گے اس کے بعد کوئی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں رہے گا کہ ساٹھ سال کے بعد دنیا میں کوئی بھی مہدی نہیں ہوگا۔ساٹھ سال بعد سب کے سب گمراہ ہی رہ جائیں گے دنیا میں۔امت محمد کا آغاز رسول اللہ ﷺ کے مبعوث کیے جانے ہجری سن سے گیارہ سال پہلے ہوا۔

قیامت قائم ہونے سے پہلے ۴۰ سال تک دنیا میں کوئی بھی مومن نہیں ہوگا، امت محمد کی مجموعی عمر جو کہ ۱۵۰۰ سال ہے سے ۴۰ نکال لیں تو پیچھے پندرویں صدی کا ہندسہ ساٹھ بنتا ہے اور امت محمد کی مجموعی عمر کا ۱۴۶۰ بنتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھی مہدی کہا ہے۔ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھی پندرہویں صدی نبوی کے سن ساٹھ تک رہیں گے۔امت محمد کی مجموعی عمر کا ۱۴۶۰ اور ہجری ۱۴۴۹ ہوگا۔

رسول الله ﷺ قال: يعيش فى ذلك سبع سنين. الفتن نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں رہیں گے سات سال۔

یعنی مہدی سات سال رہیں گے۔اس سے مراد مہدی بطور خلیفہ سات سال رہیں گے تب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی مدت خلافت شروع ہوگی اور ابن مریم بھی سات سال ہی رہیں گے۔

النبی ﷺ قال يعيش سبعا او تسعا. الفتن نعيم بن حماد

نبی ﷺ نے کہا رہیں گے سات یا نو۔یعنی مہدی سات یا نو سال رہیں گے۔

النبی ﷺ قال يعيش سبعا ثم يموت. الفتن نعيم بن حماد

نبی ﷺ نے فرمایا سات سال رہیں گے پھر موت ہوگی۔یعنی مہدی کی شناخت ظاہر ہونے کے بعد سات سال بعد ان کی موت ہوگی۔

عن النبی ﷺ سبعا ثمانيا تسعا. الفتن نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ سے سات آٹھ نو۔یعنی مہدی سات آٹھ نو سال رہیں گے۔

مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر خلیفہ کے طور پر بیعت کے سات سال بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا دور شروع ہوگا لیکن وہ اس سے پہلے موجود ہوں گے اور اس سے پہلے ہی دجّال کا قتل کر چکے ہوں گے جس کی تفاصیل عیسیٰ ابن مریم کے باب میں آئیں گی۔یعنی ۱۴۳۵ ہجری میں بطور خلیفہ بیعت، ۱۴۴۲ ہجری میں عیسیٰ ابن مریم کا دور شروع ہوگا۔ اور اس کے بعد ۱۴۴۴ ہجری میں ابن مریم سے پہلے مہدی کی وفات ہوگی۔

پچھلی حدیث میں ہے کہ سات سال بعد موت ہوگی تو اگر ۱۴۴۴ ہجری جو کہ وفات کا سال بنتا ہے اس سے سات سال پیچھے جائیں تو ۱۴۳۷ ہجری بنتا ہے یعنی ۱۴۳۷ ہجری میں ان کی شناخت مومنوں پر ظاہر ہو جائے گی۔جب ان کے ہاتھ پر بطور خلیفہ بیعت کی جائے گی تب کسی کو یہ علم نہیں ہوگا کہ وہی مہدی آخر الزماں ہیں لیکن اس کے دو سال بعد ۱۴۳۷ ہجری میں ان

کی شناخت ظاہر ہو جائے گی خواہ چند ہی لوگوں پر ظاہر ہو اور انہیں پر ظاہر ہو گی جو مومن ہوں گے باقیوں کے لیے معاملہ ان کی وفات تک ویسا ہی رہے گا حتیٰ کہ عیسیٰ ابن مریم مہدی کا دور بھی گزر جائے گا اور یہاں تک کے قیامت بھی آ جائے گی۔ لیکن لوگ اپنی دجالی زندگیوں کے مزے لوٹ رہے ہوں گے دجالی میڈیا انہیں یہ سب دہشت گردی کے خلاف جنگ کے طور پر ہی دکھاتا رہے گا۔

رسول الله ﷺ قال: اذا رأيتم الرايات السود قد جاء ت من قبل خراسان فأتوها، فان فيها خليفة الله المهدى. مسند احمد، حاکم

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب تم دیکھو کالے جھنڈوں کو آتا ہوا خراسان کی طرف سے پس انہیں پا لینا پس اس میں کچھ شک نہیں ان میں اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔

رسول الله ﷺ قال: تخرج من خراسان رايات سود فلا يردها شيء حتى تنصب بايلياء. مسند احمد ، ترمذی

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلیں گے خراسان سے کالے جھنڈے پس نہیں انہیں کوئی شئے پھیر سکے گی یہاں تک کہ انہیں نصب کر دیں گے ایلیاء کیساتھ۔

عام طور پر جب بھی کسی ایسے واقعہ کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاتی ہے یا کی گئی تو وہ رائے یہی رہی کہ خراسان سے کالے جھنڈوں کا لشکر بلکل ایسے ہی نکلے گا جیسے پرانے زمانوں میں ہوتا تھا کہ گھوڑوں پر تیروں وتلواروں کیساتھ کوئی بڑا لشکر دشمن کے ساتھ جنگ کے لیے نکلتا تھا۔ بلکل ایسے ہی یہ لشکر بھی نکلے گا اور پوری دنیا اس لشکر کو گزرتا ہوا دیکھے گی۔ اور جو اسے دیکھے اس لشکر میں شامل ہو جائے۔

ایسا نظریہ قائم کرنا انتہا درجے کی جہالت پر ہی مبنی ہے۔ بہت ہی افسوس ناک معاملہ ہے کہ ہم اگر بازار سے کوئی کم سے کم قیمت شئے بھی خریدنے جائیں تو خریدنے سے پہلے پوری طرح ٹھوک بجا کر الٹ پلٹ کر تسلی کر لیتے ہیں کہ شئے میں کوئی

خامی ونقص وغیرہ تو نہیں۔اور ایسا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ کہیں وہ تھوڑی سے قیمت جو ہم ادا کر رہے ہیں کہیں ضائع نہ ہو جائے۔لیکن اس کے برعکس جب دین کا معاملہ آتا ہے تو ہم نے کبھی بھی دین کے معاملے میں ایسا رویہ اختیار نہیں کیا، ایسے اصول وقوانین اپنے لیے یا دوسروں کے لیے مرتب نہیں کیے۔شاید اس لیے کہ ہمارے نزدیک چند پیسوں کی قدر دین سے کئی گناہ بڑھ کر ہے۔بہر حال یہ بات اپنی جگہ لیکن اصل بات یہ ہے کہ پیچھے بیان کردہ نظریے کہ مطابق ہرگز نہیں ہوگا۔بلکہ الٹا ایسا نظریہ رکھنے والے ایسے لشکر کے انتظار میں رہیں گے لشکر تو نہیں نکلے گا البتہ قیامت آجائے گی۔

ہم اس وقت جس دور میں رہ رہے ہیں ہمیں ان تمام تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس لشکر کا نقشہ کھینچنا ہوگا۔تب جا کر ہم اس لشکر کی پہچان کر سکیں گے۔آج ہم جس دور میں رہ رہے ہیں یہ دور ایسا ہے کہ اگر کوئی انسان اس دین کی بات کرے جو محمد رسول اللہ ﷺ لیکر آئے تو پوری دنیا اس کی دشمن ہو جاتی ہے اس پر دنیا تنگ کر دی جاتی ہے۔تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لشکر پوری دنیا کی آنکھوں کے سامنے جمع ہو رہا ہو اور پھر ایک قافلے کی صورت میں خراسان سے نکلے اور ایلیاء یعنی بیت المقدس کی طرف اپنا رُخ کرے۔ایسا آج کے دور میں ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کسی روایت میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ایسے کوئی الفاظ ملتے ہیں۔کہ کالے جھنڈوں والے لشکر یعنی قافلے کی صورت میں نکلیں گے۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب دنیا جہالت میں ڈوبی ہوئی ہوگی اسلام کی حالت وہی ہو چکی ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے تھی اس وقت کچھ لوگ اٹھیں گے جو پوری دنیا سے کسی ایسے خطے میں جمع ہوں گے جہاں وقت کا تقاضہ انہیں جمع ہونے کی اجازت دیتا ہو۔اور اس وقت دنیا میں ایسی جگہ خراسان کے ہی کسی علاقے میں ہوگی لہذا وہ خراسان میں جمع ہوں گے۔جمع ہونے کا ذریعہ بھی ضرور کوئی نہ کوئی بنے گا کچھ نہ کچھ ایسی وجوہات ہوں گی جن کی وجہ سے وہ خراسان میں جمع ہوں گے وہاں ان کی بنیاد رکھی جائے گی۔لیکن ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے مفسدوں یعنی دنیا میں فساد کی جڑ کو کاٹیں جو کہ یہود ہیں۔یہود اس وقت ایلیاء یعنی بیت المقدس میں جمع ہو چکے ہوں گے اس سے اسرائیل کے قیام کا بھی واضع اشارہ ملتا ہے۔

ان مومنوں کی نشانی ان کے ہاتھ میں کالے جھنڈوں کی صورت میں ہوگی۔اور یقیناً جب ایسا ہوگا تو ضرور ان کے مقابلے پر فتنے کی غرض سے اور بھی گروہ کھڑے کیے جائیں گے جن کے ہاتھ میں بھی کالے جھنڈے ہوں گے۔لیکن ان میں تمیز کرنے کی صرف ایک ہی نشانی ہوگی اور وہ یہ کہ اصل کالے جھنڈے والوں کا مقصد بیت المقدس پہنچنا ہوگا نہ کہ وہ خراسان میں ہی بیٹھ جائیں گے اس لیے وہ اپنی منزل کو سامنے رکھتے ہوئے ہی اپنے اقدامات کریں گے۔ اور دوسرا وہ خراسان سے بیت المقدس بتدریج سفر کریں گے۔ یعنی خراسان میں ان کی بنیاد پڑی تو اس کے بعد وہ اس خطے سے ظاہر ہوں گے جو بیت المقدس کے طرف جانے کے رستے میں ہو جو کہ فارس یعنی ایران اس کے بعد عراق اور اس کے بعد شام کے علاقے ہیں۔

خراسان میں جن کیساتھ ان کا سامنا ہوگا اللہ سبحان وتعالیٰ ان دشمنوں پر انہیں فتح دیں گے۔ پھر ان کا دوسرا ٹھکانا خراسان سے آگے بیت المقدس کی طرف ہوگا۔ یعنی وہ خراسان سے کسی ایسے دوسرے خطے میں منتقل ہوں گے جو بیت المقدس کی سمت میں ہو۔ اس کے لیے اگر ہم دنیا کا نقشہ سامنے رکھیں تو خراسان سے بیت المقدس کے درمیان فارس، عراق اور شام آتے ہیں۔

یعنی خراسان سے آگے ان کی منزل فارس موجودہ ایران، عراق یا شام ہوگی۔ سب سے پہلے ایران آتا ہے تو انہیں ایران منتقل ہونا پڑے گا اس کے بعد عراق اس کے بعد شام اور جب وہ شام پہنچ جائیں گے تو پھر منزل بلکل قریب ہو جائے گی وہ وقت سر پر آجائے گا جب ایلیاء میں محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا نصب کیا جائے گا۔

موجودہ وقت کو سامنے رکھتے ہوئے وقت کے تقاضے کے پیش نظر ایسا ممکن ہی نہیں کہ کالے جھنڈے والے کسی قافلے کی صورت میں نکلے یا آگے سفر کریں بلکہ۔ وہ خراسان سے ایران منتقل ہوں گے بلکل ایسے ہی جیسے وہ خراسان میں جمع ہوئے۔ ایک ایک، دو دو، چار، چار کر کے۔ یعنی آزادانہ کہیں بھی نقل وحرکت کرنا ان کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔ وہ منتشر حالت میں اپنی شناخت کو ممکن حد تک پوشیدہ رکھتے ہوئے ایران میں جمع ہوں گے۔ اس سے آگے عراق میں۔ جہاں جہاں انہیں دشمن کا سامنا کرنا پڑے گا اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے ذریعے دشمن کو ذلیل ورسوا کریں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کے آگے نہ ٹھہر سکے گی۔ اسی طرح وہ عراق سے شام منتقل ہوں گے۔ اور جب شام منتقل ہوں گے تو شام کے حوالے سے تمام روایات کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ شام میں پہنچیں گے تو شام میں ان کے درمیان اختلاف ہوگا اور دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور پھر اللہ سبحان وتعالیٰ ان دو گروہوں میں سے اہل حق کو ہی حق تھمائیں گے یعنی شام میں یہی کالے جھنڈے والے خلافت کا قیام عمل میں لائیں گے۔

یہ سارا سفر مشکلات، مصائب، تکالیف و پریشانیوں سے بھرپور ہوگا اور یہ سفر دنوں، ہفتوں یا مہینوں نہیں بلکہ سالوں پر محیط ہو گا۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو کام بھی شروع کیا جاتا ہے جیسے جیسے کام آگے بڑھتا ہے ویسے ویسے وقت سکڑتا جاتا ہے۔ تو اسی طرح جو وقت انہیں خراسان میں لگے گا ایران میں اس سے کم وقت لگے گا اسی طرح عراق میں اس سے بھی کم اور پھر شام میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں اس سے بھی کم وقت لگے گا۔ جیسے جیسے مومنوں پر ان کی حقیقت کھلے گی ویسے ویسے وہ مزید مضبوط اور منظّم ہوتے جائیں گے۔

یہ مختصر تفصیل ہم نے حالات وواقعات اور وقت کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے بیان کی۔ بیان کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ کہیں ہمارا حال بھی یہود کی طرح نہ ہو کہ جب ان سے مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا وعدہ کیا گیا وہ انتظار

کرتے رہے لیکن جب مسیح مبعوث کیے گئے تو خود یہود نے نہ صرف پہچان وتسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ الٹا مصلوب کی کوشش کی۔اور اپنی طرف سے تو وہ انہیں قتل کر چکے اور پھر آج تک وہ مسیح کے انتظار میں ہیں حالانکہ صدیاں گزر چکیں۔

ہمیں یہود کی روش اختیار کرنے کی بجائے حق کو کھلی آنکھوں دیکھنا اور اسے پہچاننا چاہیے۔دجّل کا شکار ہونے کی بجائے علم و حکمت سے کام لیتے ہوئے حالات وواقعات کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔وقت کے تقاضے کو سامنے رکھتے ہوئے سوچ سمجھ میں کہیں بھی لاپرواہی نہیں برتنی چاہیے۔

یہ تمام کی تمام نشانیاں آج اس گروہ پر صادق آتی ہیں نہ صرف صادق آتی ہیں بلکہ معرج کی رات رسول اللہ ﷺ نے موجودہ وقت اور اسی گروہ کو ہی دیکھ کر اس کی نشانیاں اپنے الفاظ میں بیان کی تھیں۔یہی وہ لشکر ہے جس نے خلافت کا قیام کیا اور اللہ کے نبی ورسول محمد ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں اللہ کا خلیفہ مہدی بھی انہیں میں ہوگا۔

۲۰۰۶ میں عراق میں خلافت کا قیام عمل میں لایا گیا۔پہلے خلیفہ جو کہ قریشی تھے ان کے قتل کے بعد اگلے خلیفہ کے انتخاب پر شدید اختلاف سامنے آیا لیکن بہر حال دوسرے خلیفہ کے لیے اتفاق ہوگیا۔آج وہی دوسرے خلیفہ ہی ہیں جن کے ہاتھ پر عالمی خلافت علی منہاج النبوۃ کے خلیفہ کے طور پر بیعت ہوئی۔

اس خلافت کا قیام عین نبوت کی طرز پر ہوا۔ مزید تفصیلات کے لیے کتاب ''الدولۃ الخلافۃ الاسلامیہ کی مختصر تاریخ'' کا مطالع کیجئے۔

۱۴۲۷ ہجری میں عراق کی سطح پر عالمی خلافت کی بنیاد رکھی گئی۔اس وقت خراسان سے آنے والے اس کالے جھنڈوں کے لشکر نے اپنی وسعت اور وسائل کے مطابق عالمی خلافت کا قیام کیا لیکن طے یہ پایا کہ ابھی صرف اسے عراق کی حد تک رکھا جائے گا جب وقت آئے گا تو عراق سے آگے کا اعلان بھی کریں گے،ان شاء اللہ۔

۱۴۲۷ ہجری میں عراق کی حد تک جب خلافت کا قیام عمل میں آیا تو اس وقت دنیا میں موجود تمام مجاہدین کے گروہوں میں اس پر سوالات اٹھائے حتیٰ کہ اس وقت بھی بہت سے لوگوں نے الدولہ الاسلامیہ عراق کی بیعت کی اور شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے عراق کے تمام اہل ایمان پر الدولہ السلامیہ کی بیعت کو فرض قرار دیا لوگوں کو اس پر ابھارتے رہے اور کئی بار اس کا اعلان بھی کیا کہ یہی خلافت عراق سے نکل کر عالمی سطح پر آئے گی۔

اس کے علاوہ امام انور العلوقی یمنی رحمہ اللہ کے اس وقت کے بیانات موجود ہیں جن میں وہ علی اعلان کہتے تھے کہ عراق میں قائم ہونے والی خلافت ہی آگے چل کر عالمی خلافت میں تبدیل ہوگی۔عراق کی حد تک خلافت کا اعلان بہت سے پہلوؤں پر

غور کرنے کے بعد طے کیا گیا اور بہت جلد جب وقت آئے گا تو عراق سے نکل کر اس کے ساتھ والے خطوں اور اسی طرح پھر عالمی خلافت کا قیام کیا جائے گا۔

یوں عراق میں خلافت کے قیام پر سب سے پہلے خلیفہ ابوعمر البغدادی القریشی کا انتخاب ہوا۔ اور جب ۱۴۳۱ ہجری میں پہلے خلیفہ کو اللہ کے دشمنوں نے قتل کیا تو آئندہ خلیفہ کے انتخاب پر اختلافات سامنے آ گئے۔ الدولۃ الاسلامیہ العراق کی شوریٰ ابو بکر البغدادی پر متفق ہو چکی تھی لیکن اس وقت القاعدہ کی قیادت عملی طور پر شیخ اسامہ کے نائب ایمن الظواہری کے ہاتھ میں تھی۔ ایمن الظواہری نے ابوبکر البغدادی کے انتخاب کی کھل کر مخالفت کی۔ اس مخالفت کی وجہ سے خلیفہ کی وفات کے ۲۸ دن بعد ابوبکر البغدادی کے بطور خلیفہ بیعت پر اتفاق ہو گیا۔

ایمن الظواہری نے الدولہ السلامیہ العراق کے بارے میں کھل کر میڈیا پر اپنے ویڈیو بیانات جاری کیے اور ان میں واضح کہا کہ الدولہ الاسلامیہ العراق کا مقصد تمام تنظیموں، گروہوں اور شخصیات وغیرہ سے بالاتر ہے یعنی وہ عین نبوت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عالمی خلافت کی طرف گامزن ہے اس کی منزل عالمی خلافت کا قیام ہے۔

رسول الله ﷺ قال: يخرج المهدى وهو ابن اربعين سنة كأنه رجل من بنى اسرائيل. الفتن نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلے گا مہدی اور وہ ہوگا چالیس سالوں کا جیسے وہ ایک مرد بنی اسرائیل سے۔ (یعنی عیسیٰ ابن مریم)

اس روایت میں محمد رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ وہ آخری مہدی ہوگا جسے محمد رسول اللہ ﷺ نے ابن مریم کہا ہے جو موجودہ مہدی خلیفہ ابوبکر البغدادی کے بعد ہوگا۔ لیکن اس روایت کے الفاظ بہت ہی جامع ہیں یہ موجودہ خلیفہ پر بھی پورے اُترتے ہیں۔

یعنی مہدی کی بیعت اس وقت ہوگی جب ان کی عمر چالیس برس ہوگی۔

امیر المومنین ابوبکر البغدادی ۱۳۹۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس کے ٹھیک چالیسویں سال ان کے ہاتھ پر خلیفہ کے طور پر بیعت کی گئی ۱۴۳۱ ہجری میں۔

رسول الله ﷺ قال: حياة المهدى ثلاثون سنة. الفتن نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا مہدی کی حیات تیس سال۔

یعنی اللہ کی راہ میں جہاد وقتال سے پہلے تیس سال کی زندگی باقی لوگوں کی طرح گزار چکے ہوں گے۔ کہ اس دور میں اصل زندگی وہی گنی جائے گی جو دین کے لیے وقف۔ فتنہ دجال سے انسان بچنے اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے جدوجہد میں گزارے، دجالی معاشروں سے کٹ کر جنگلوں پہاڑوں میں چلا جائے یا اللہ کی راہ میں قتال۔ مہدی ان تین صورتوں کی طرف اس وقت آئیں گے جب زندگی کے تیس سال گزار چکے ہوں گے۔ اور مہدی آخر الزماں نے چونکہ امامت کے فرائض انجام دینے ہیں تو ان کے لیے تینوں میں سے قتال کا رستہ ہی سامنے آتا ہے یوں مہدی جب تیس سال کی عمر کے ہوں گے تب وہ میدان جہاد وقتال میں قدم رکھیں گے یہ روایت خلیفہ ابن مریم پر بھی صادق آسکتی ہے اور موجودہ خلیفہ پر بھی صادق آتی ہے۔ امیر المومنین ابوبکر البغدادی نے اپنی پیدائش سے تیس سال بعد میدان جہاد میں قدم رکھا۔

اس کے علاوہ اگر دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے خلفاء راشدین کو بھی المھدیون کہا یعنی خلفائے راشدین مہدی ہوں گے اور ان کی مدت خلافت کا بھی رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ تیس سال ہوگی یوں **حياة المهدى ثلاثون سنة** سے مراد خلفائے راشدین کی مدت خلافت بھی مراد ہے۔

رسول الله ﷺ قال: يملك المهدى سبع سنين وشهرين وايام. الفتن نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا حکومت کریں گے مہدی سات سال اور دو مہینے اور کچھ دن۔

یعنی سات سال دو ماہ اور کچھ دن جو کہ ایک ہفتے سے کم ہو سکتے ہیں دو سے چھ دنوں میں سے۔ اس کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوں گے بطور خلیفہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ عالمی خلافت کے قیام کے بعد مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت سات سال دو ماہ اور کچھ دن ہوگی۔

۱۴۳۵ ہجری میں قیام خلافت کا اعلان اور اس کے سات سال دو ماہ اور کچھ دن بعد یعنی ۱۴۴۲ ہجری میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہوں گے۔

النبی ﷺ قال: هو رجل من عترتی یقاتل علی سنتی، کما قاتلت أنا علی الوحی. نعیم بن حماد

نبی ﷺ نے کہا وہ (مہدی) میری عترت (یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل) سے ہوگا وہ قتال کرے گا بلکل میرے طریقے پر جیسے میں نے قتال کیا وحی پر۔

المہدی ابوبکر البغدادی اس روایت پر خوبخو پورے اترتے ہیں اگر وہ اس روایت پر پورے نہیں اترتے تو پھر کوئی بھی اس روایت پر پورا نہیں اترتا۔ یہ روایت کھول کھول کر بیان کرتی ہے کہ ابوبکر البغدادی ہی مہدی ہیں۔ ابوبکر البغدادی بلکل اسی طریقے پر قتال کر رہے ہیں جیسے رسول اللہ نے اللہ سبحان وتعالیٰ کیطرف سے وحی پر کیا۔

مہدی کا اسم میرا اسم ہوگا اور اس کے ابا کا اسم میرے ابا کا اسم ہوگا۔ان کی بیعت مقام ابراہیم پر، اسم کے معنی، کیا وہ حسنی ہوں گے یا حسینی؟ سمیت پیدا ہونے والے تمام سوالات کے جوابات۔

ذخیرہ احادیث میں مہدی آخرالزماں کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ قریشی ہوں گے۔ بیشتر روایات سے ملتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے۔اس کے علاوہ کچھ روایات میں ہے کہ وہ حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور کچھ میں حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہونے کا ملتا ہے۔لیکن روایات کی کثیر تعداد ان کے حسنی یا حسینی ہونے پر خاموش ہے۔کثرت روایات میں ان کا فاطمہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہی ہونا ملتا ہے۔

جب سب روایات کو سامنے رکھیں اور قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیے گئے امامت کے وعدے کو سامنے رکھیں تو ان کا حسینی ہونا ثابت ہوتا ہے بے شک کچھ روایات میں حسنی ہونا ہی کیوں نہ ملتا ہو۔میری تحقیق جو کہ بہت وسیع ہے یہاں بیان کرنے سے موضوع بہت لمبا ہو جائے گا اس لیے یہاں اسے بیان نہیں کر رہا اس کے مطابق ان کا حسن رضی اللہ عنہ کی بجائے حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہونا زیادہ قوی ہے۔اور میں جب اپنی تحقیق کے اختتام تک پہنچا تو میرا یہ نظریہ مضبوط بنیاد کا حامل ہو چکا تھا۔اس لیے مہدی علیہ السلام کا حسینی ہونا لازم ہے۔

اس موضوع پر اگر کسی کو مزید دلائل چاہیئں تو ان شاءاللہ میں اللہ کے فضل ونصرت سے اس پر اللہ کی کتاب سے مضبوط دلائل دے سکتا ہوں۔

رسول الله ﷺ قال: المهدی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابیه. الفتن نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا مہدی کا اسم میرا اسم اور اس کے ابا کا اسم میرے ابا کا اسم ہے۔

یہ وہ روایت ہے جس کے تراجم میں مہدی کو محمد اور ان کے ابا کو عبداللہ قرار دیا گیا جو کہ خیانت سے کم نہیں ہے جس کی وجہ سے

اکثریت گمراہی کا شکار ہے۔ روایات میں کہیں بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ مہدی کا نام محمد ہوگا اور اس کے والد کا نام عبداللہ ہوگا۔

اسم کا ترجمہ کسی شئے کا نام کیا جاتا ہے جو بلکل غلط ہے۔ عربی میں اسم کو سمجھنے کے لیے لازم ہے کہ ہم پہلے عربی سمجھیں۔ عربی کو جاننے کے لیے الحمدللہ میرا ایک مختصر درس موجود ہے آپ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ جس کو آپ ''عربی زبان کیا ہے'' کے عنوان سے انٹرنیٹ پر گوگل، یوٹیوب وغیرہ پر تلاش کر کے سن سکتے ہیں۔ جب تک آپ وہ نہیں سنیں گے آپ کے لیے اسم کو سمجھنا شاید مشکل یا پھر ناممکن ہو اس لیے اس مختصر بیان کو ضرور سنیں۔ یا اسی کتاب میں پیچھے عربی پر مختصر بات ہو چکی ہے۔

یہاں ہم اس پر مختصر بیان کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کسی عزیز، دوست یا قریبی رشتے دار کا نام تصور کریں جسے آپ بہت قریب سے جانتے ہوں۔ جب بھی آپ کے سامنے اس کا نام لیا جائے گا تو وہ صرف ایک لفظ نہیں ہوگا بلکہ فوراً آپ کے دماغ میں اس لفظ کے پیچھے موجود انسان کا پورا حلیہ قائم ہو جائے گا۔ اس کا رنگ، قد، نسل، اس کی خامیاں، خوبیاں وغیرہ سب کچھ ذہن میں آ جائے گا۔

اسی طرح ایک لفظ ہے پرندہ۔ جب بھی یہ لفظ کہا یا سنا جائے گا تو یہ محض ایک لفظ نہیں ہوگا بلکہ اس کے پیچھے ایک جاندار مخلوق کا خاکہ ذہن میں آ جائے گا۔ کہ ایسی مخلوق جو فضاء میں تیرنے کی صلاحیت رکھی ہے جس کے پر ہوں اسے پرندہ کہا جاتا ہے۔ اور جس کے پر نہ ہوں جو فضاء میں نہ تیر سکے اسے پرندہ نہیں کہا جا سکتا۔ کسی میں اس کی صلاحیتوں، صفات کو عربی میں اسم کہا جاتا ہے۔

جیسے اللہ سبحان وتعالیٰ کے اسماء ہیں۔

الخالق، یہ صرف ایک لفظ نہیں بلکہ یہ اللہ کی صفت ہے اللہ سبحان وتعالیٰ خلق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ پھر اسی طرح باقی جتنے بھی اسماء ہیں اللہ کے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اسم پر آ جائیں تو رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک اسم نہیں بلکہ ایک سے زائد اسماء تھے۔ جیسے احمد، حامد، محمود، محمد، یٰس، طٰہٰ سمیت اور بھی۔ یعنی رسول اللہ ﷺ میں یہ صفات، یہ خوبیاں، یہ صلاحیتیں موجود تھیں۔

اردو میں جسے ہم نام کہتے ہیں جو ہم لفظ اسم کا ترجمہ کرتے ہیں عربی لغت میں اسے کنی، کنیہ یعنی کنیت کہتے ہیں۔

کنیت کہتے ہیں جس سے انسان کو پکارا اور بلایا یعنی مخاطب کیا جاتا ہے یا جس سے انسان معروف ہو۔ مثلاً ایک انسان اگر اسے عبداللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے وہ عبداللہ مشہور ہے یعنی عبداللہ اس کا نام ہے لیکن حقیقت میں وہ عبدالشیطان ہے تو عبداللہ اس کا اسم نہیں بلکہ کنیت ہوگی اسم اس کا وہ ہوگا جس اس میں صفات پائی جاتی ہے اور صفات اس میں شیطان کے غلاموں والی ہیں تو اس کا اسم عبدالشیطان ہوگا خواہ اسے ساری زندگی عبداللہ نام سے پکارا جائے۔

اسی طرح جب ہم قرآن میں غور وفکر کریں تو اسی ضمن میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے الفاظ کو دیکھیں۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ . الصف ٦

اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اے بنی اسرائیل یعنی اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد اس میں کچھ شک نہیں میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف تصدیق کرتا ہوں اس کی جو درمیان میرے ہاتھ کے ہے تورات سے اور بشارت دیتا ہوں ساتھ رسول کے جو آئے گا میرے بعد اس کا اسم احمد ہوگا۔ پس جب آ گیا انہیں بینات کیساتھ کہنے لگے یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے لیکر نبوت کے اعلان تک کبھی ایک بار بھی رسول اللہ ﷺ کو احمد کے نام سے نہیں پکارا گیا بلکہ اس کے برعکس انہیں محمد کے نام سے ہی سب جانتے تھے۔ لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع کر دیا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت احمد اسم سے دی۔

یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ آخری نبی ورسول کا نام محمد ہوگا وہ محمد کے نام سے جانے اور پہچانے جائیں گے اگر ایسا ہوتا تو کوئی بھی اپنی نام محمد رکھ کر لوگوں کو دھوکہ دے سکتا تھا بلکہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے حوالے سے قرآن میں اللہ

سبحان وتعالیٰ نے **اسْمُهٗٓ اَحْمَد** کے الفاظ استعمال کیے۔اس کا اسم احمد ہوگا۔ احمد کہتے ہیں جس کا ہر کام تعریف کے لائق ہو یعنی جس کی ہر سطح پر تعریف ہی کی جائے جو بھی کام کرے وہ خامیوں سے پاک ہو۔اس میں کوئی عیب نظر نہ آئے۔ تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی تو انہیں یہ نہیں کہا کہ ان کا نام احمد ہوگا بلکہ انہوں نے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات سے آگاہ کیا کہ ان میں کیسی صلاحیتیں وصفات پائی جاتی ہوں گی جن کی وجہ سے ان کو پہچان لینا۔ لیکن ہوا کیا آج ہم سب جانتے ہیں۔

اور آج امت محمد کے علماء بھی ہو بہو یہود کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور انہوں نے اسم کے معنی نام یعنی کنیت کے کر دیئے۔ کہ مہدی کا نام محمد ہوگا اور اس کے والد کا نام عبداللہ۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا کہیں بھی نہیں کہا۔

اسمه اسمی. اس کا اسم میرا اسم یعنی جو صفات مجھ میں پائی جاتی ہیں ویسی ہی صفات اس میں ہوں گی۔ صادق و امین ہوگا، دین کی سمجھ رکھنے والا ہوگا یعنی اگر ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو دیکھیں تو جس انسان کی سیرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہو وہی مہدی ہے۔

واسم ابیه اسم ابیه. اور اس کے ابا کا اسم میرے ابا کا اسم۔ ابا یعنی اب سے مراد والد لیا جاتا ہے جو کہ بلکل غلط ہے۔ عربی میں والد اسے کہتے ہیں جس نے جنم دیا ہو مگر ''اب یا نی ابو یا ابا'' اسے کہتے ہیں جس نے پالا ہو یا چچا، تایا، دادا، پردادا اور ان سے بھی پیچھے والے ابا کو بھی اب کہتے ہیں۔ اس لیے مہدی کے ابا کا اسم ان کے والد کا اسم نہیں بلکہ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ابا کون تھے یا خود محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنا ابا کس کو کہا۔

اگر غور کیا جائے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کے چچا ابو طالب نے پالا یوں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ابا ہوئے لیکن ہم دیکھیں کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ بھی کسی کو اپنا ابا کہا اور کیا قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بھی اس حوالے سے کوئی راہنمائی کی تو جب ہم قرآن سے اس سوال کا جواب لیں تو اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن میں اس کا جواب یوں بیان کرتے ہیں۔

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ . الحج ۷۸

ملت تمہارے ابا ابراہیم کی۔

اس آیت میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کا ابا کہا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ کے دین پر یعنی فطرت پر قائم ہوتے ہیں لیکن قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس کے برعکس جو ابراہیم علیہ السلام کی بجائے فرعون وہامان کے نقشے قدم پر چلتے ہیں ان کا ابا فرعون وہامان کو قرار دیا ہے یا جو بھی اس سے پہلے مفسدین گزر چکے ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ ان کا ابا انہیں قرار دیتے ہیں۔ جس سے بلکل واضع ہو جاتا ہے جو لوگ خالص اللہ کے غلام ہوتے ، جو ملت ابراہیم کی اتباع کرتے ہیں ان کے ابا ابراہیم علیہ السلام اور جو مشرک ہیں یعنی خالص اللہ کی غلامی نہیں کرتے ان کے ابا ابراہیم علیہ السلام نہیں بلکہ وہ مفسدین ہیں جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا۔

اس طرح تو محمد رسول اللہ ﷺ کے ابا بھی ابراہیم علیہ السلام ہوئے اور جو مہدی وابن مریم ہوں گے ان کے ابا بھی ابراہیم علیہ السلام ہی ہوں گے۔

جب ہم روایات میں دیکھیں تو ہمیں اسی سلسلے میں روایات میں جو ملتا ہے اس میں سے کچھ درج ذیل ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ اپنی معراج کا احوال بتاتے ہیں اس سلسلے میں روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے مختلف انبیاء سے ملاقات ہوتی ہے تو ان انبیاء کو محمد رسول اللہ کا بھائی کہا جاتا ہے لیکن جب بات ابراہیم علیہ السلام کی آتی ہے تو وہاں درج ذیل الفاظ آتے ہیں۔

ثم سرنا فرأينا مصابيح وضوءاً فقلت: ما هذا يا جبريل؟ قال هذه شجرة ابيك ابراهيم. البزار، طبرانی

پھر ہم چلے ہم نے دیکھا چراغوں کو اور روشنی کو میں نے سوال کیا یہ کیا ہے جبرائیل؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ آپ کے ابا ابراہیم علیہ السلام کے درخت ہیں۔

روایت میں درج الفاظ کو ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں ان میں ابراہیم علیہ السلام کو محمد رسول اللہ ﷺ کے ابا کہا گیا ہے۔

ابیک. تیرے ابا ہیں۔

رسول الله ﷺ قال: ان أتخذ منبراً فقد اتخذه ابی ابراهیم، وان أتخذ العصا فقد اتخذها ابی ابراهیم. (البزار، طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے کہا اگر میں اخذ کروں ایک منبر پس تحقیق اسے اخذ کیا تھا میرے ابا ابراہیم علیہ السلام نے اور اگر اخذ کروں عصا تو پس تحقیق اخذ کیا تھا اسے میرے ابا ابراہیم علیہ السلام نے۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس روایت میں بھی رسول اللہ ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا ابی قرار دیا اور اسی طرح درج ذیل روایت میں دیکھیں تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو محمد رسول اللہ ﷺ کا ابا قرار دیا۔

رسول الله ﷺ قال: اذ کان یوم القیامة نودیت من بطنان العرش: یا محمد! نعم الأب أبوک ابراهیم. کنز العمال

رسول اللہ ﷺ نے کہا جب قیامت کا یوم تھا پکارا گیا یعنی آواز دی گئی ہمیں عرش کے بطنان سے: اے محمد ﷺ کتنے اچھے ابا ہیں آپ کے ابا ابراہیم علیہ السلام۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ہمیں اس روایت کو دیکھنا پڑے گا۔

رسول الله ﷺ قال: المهدی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابیه. الفتن نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا مہدی کا اسم میرا اسم اور اس کے ابا کا اسم میرے ابا کا اسم ہے۔

اس روایت سے بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ مہدی ایسی شخصیت کا نام ہے جس میں وہ صفات پائی جاتی ہوں گی جو صفات محمد رسول اللہ ﷺ میں موجود تھی اور اس کے ابا ابراہیم علیہ السلام ہوں گے یعنی وہ ملت ابراہیم کا پیروکار شخص ہوگا۔ اور ہر وہ انسان مہدی ہے جس میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہوں۔ اور فتنوں کے دور میں ایسی ہی شخصیت ہوگی جو امام کے فرائض انجام دے گی اور وہ ایک تو موجودہ مہدی ابوبکر البغدادی ہی ان شرائط پر پورے اترتے ہیں یا ان کے بعد وہ شخصیت جسے محمد

رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کہا ہے۔

عیسیٰ ابن مریم کے حوالے سے مزید تفصیلات آگے باب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میں ہی آئیں گی۔

رسول الله ﷺ قال المهدی اسمه اسمی و اسم ابیه اسم ابیه. الفتن نعیم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہدی کا اسم میرا اسم ہوگا اور اس کے ابا کا اسم میرے ابا کا اسم ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ کا اسم کیا تھا جب ہم اسے جانیں تو رسول اللہ ﷺ کے تو کئی اسماء تھے ان سب کو اگر ایک اسم کے تحت لائیں تو، احمد یا محمد اسم بنے گا۔ اب ضروری نہیں کہ کسی کا نام احمد ہو تو اس کا اسم بھی احمد ہو یعنی اس میں وہی صفات پائی جاتی ہوں جو احمد میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ایک انسان کا نام عمران ہو، اسے عمران کے نام سے جانا اور پکارا جاتا ہو لیکن اس میں صفات احمد کی ہوں تو اس کی کنیت عمران اور اسم احمد ہوگا۔

مہدی کا اسم محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم ہوگا یعنی مہدی میں وہی صفات ہوں گی جو محمد رسول اللہ ﷺ میں تھیں۔ امین، جری، بہادر، رحم کرنے والا، عادل، منصف، آزمائشوں میں ڈٹ جانے والا، دین پر کسی قسم کی کوئی سودے بازی کرنے والا نہیں ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے اگر کوئی یہ سمجھ رہا ہو کہ مہدی آخر الزماں محمد بن عبداللہ کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہوں گے تو وہ اپنی اس غلط فہمی کو دور کر لے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ مہدی ہو کر چلے بھی جائیں گے، لیکن ایسا کوئی مہدی نہیں آئے گا جس کا تصور آج قائم کر کے انتظار کیا جا رہا ہے۔ یہ بلکل یہود کی روش ہے جو اختیار کی جا چکی ہے اس لیے ایسا ہونا ناممکن ہے ایسا کوئی مہدی نہیں آئے گا جس کا تصور عام کر کے انتظار کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ اچانک تباہی آ جائے گی اور ایسا عقیدہ و نظریہ رکھ کر انتظار کرنے والا انسان اس ذلت کا شکار ہو جائے گا۔

اسی ضمن میں درج ذیل روایت کو دیکھیں جس سے اگر کوئی شک و شبہ ہوا تو وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ انتہائی حیران کن اور چونکا دینے والی روایت ہے۔

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

آخری زمانے کی جنگ عالمی جنگ ہوگی۔ایک تیسری عالمی جنگ ہوگی دو بڑی جنگوں کے بعد جن میں مخلوق کی کثرت ماری جائے گی۔جو دوسری بڑی جنگ کی چنگاری بھڑکائے گا اس کی کنیت بڑا سردار(Great Leader) ہوگی اور دنیا اسے ہٹلر کے نام سے پکارتی ہوگی۔

ایک ایسے ملک میں جنگ جو دُم کی جڑ سے بھی چھوٹا ہے اس جنگ کے لیے دنیا والے اکٹھے ہوں گے۔اس ملک کے امیر نے اپنا جھنڈا دور دراز کے مغربی ساحلوں سے آنے والی بری قیادت کے سپرد کر دیا۔آخری زمانہ کا آغاز ہوگیا وہ قیادت اس ملک کے لیے ساری دنیا سے فریاد کر کے لوگوں کو جمع کر لے گی اور بادشاہ کا تخت و تاج لوٹا دے گی۔آخری زمانہ کی ابتدائی جنگوں میں عراق تباہ کر دیا جائے گا۔دُم کی جڑ سے چھوٹے ملک کا امیر مہدی کے لشکر کے خلاف صف آرا ہوگا۔اس ملک کی بربادی کا وقت دوبارہ قریب آجائے گا کیونکہ اس کا امیر فساد پھیرنے والا ہوگا۔مہدی اس کے قتل کا۔۔۔۔۔اور دُم اپنے جسم کی طرف لوٹ آئے گی۔۔۔۔

۱۳۰۰ ہجری کے بعد چند دہائیاں گنتا روم کا ایک بادشاہ پوری دنیا کے خلاف جنگ کرنا چاہے گا پس اللہ کا ارادہ یہی ہوگا اس کے لیے کہ جنگ ہو اور نہیں گزرے گا زیادہ زمانہ دہائی اور دہائی پس مسلط ہو جائے گا ایک مرد خطے پر جس کا نام جرمن ہوگا اور اس مرد کا نام الھر ہوگا۔وہ ارادہ کرے گا دنیا پر حکمرانی کا اور جنگ کرے گا تمام برف اور خشک خطوں میں۔پس پکڑا جائے گا اللہ کے غضب میں آگ کے چند سال بعد۔اس کا قتل روس یا روش کا معمہ بن جائے گا۔

اور ۱۳۰۰ ہجری کی دہائیوں کے پانچ یا چھ دہائیاں بعد، مصر پر حکمران ہوگا ایک مرد جس کی کنیت ناصر ہوگی، عرب اسے پکاریں گے شجاع العرب۔اور اللہ جنگ اور جنگ میں نہیں تھا اس کی نصرت کرنے والا اور اللہ چاہے گا مصر کے لیے اس کی نصرت کرنا اپنے پسندیدہ مہینے میں اور وہ کرے گا اس کی نصرت۔باپ اس کا تھا انور اس سے، لیکن وہ اصلاح کرنے والا ہوگا بلد خزیں سے مسجد اقصیٰ کے چوروں کے لیے۔

اور شام کے عراق میں ایک مرد ہوگا جابر۔۔۔اور۔۔۔سفیانی، اس کی ایک آنکھ میں تھوڑی کا ہلی ہوگی اور اس کا نام ہوگا صدام سے۔اور وہاں پر ہر مخالف سے ٹکرائے گا، دنیا اکٹھی ہوگی اس کے لیے ایک چھوٹے کوت میں، داخل ہوگا اس میں اور وہ دھوکے سے۔اور نہیں خیر سفیانی میں مگر اسلام کیساتھ، اور وہ ہوگا خیر بھی اور شر بھی، اور

ویل ہے مہدی امین سے خیانت کرنے والے کے لیے۔

اور ۱۴۰۰ ہجری کی دہائیوں میں دو یا تین دہائیاں۔۔۔۔نکلیں گے مہدی امین، اور جنگ کریں گے پوری کائنات سے جمع ہوں گے ان کے لیے جو گمراہوئے (صلیبی) اور جن پر غضب کیا گیا (یہود)، اور وہ بھی جو پھر گئے اپنے نفاق پر (منافقین) اسراء والمعراج کی سرزمین میں مجدون نامی پہاڑ کے پاس۔ اور نکلے گی ان کے لیے دنیا کی ملکہ اور چالباز زانیہ اس کا نام ہوگا امریکہ، تمام عالم کو پھیرنے والی اس یوم گمراہیوں اور کفر میں۔ اور اس یوم میں تمام عالم کے یہود سب سے اوپر ہوں گے اوپر والوں میں، حکومت کر رہے ہوں گے پورے قدس اور مقدس شہر پر اور تمام خطوں پر۔ آئیں گے سمندروں اور فضاوں سے مگر جن خطوں میں خوفناک برف پڑتی ہے اور جن خطوں میں خوفناک گرمی۔ اور دیکھیں گے مہدی کہ پوری دنیا ان پر آ گئی ہے انتہائی بُرے بُرے منصوبوں، چالوں کے ساتھ۔ اور دیکھیں گے اللہ کا منصوبہ ان سے سخت ہے اور دیکھیں گے کہ پوری کائنات اللہ کی ہے اسی کی طرف پلٹنا ہے اور وہی ہوگا جو اس نے قدر میں کیا ہے۔ اور پوری دنیا درخت ہے اس کی جڑیں اور شاخیں ملکیت ہیں اسی کی۔ پس اللہ مارے گا انہیں انتہائی کربناک مار اور جلائے گا ان پر زمین اور سمندروں اور آسمان یعنی بلندی کو اور (آگ وتباہی) کی بارش کرے گا بلندی سے انتہائی بری تباہ کن بارش۔ اور لعنت کریں گے اہل زمین، زمین کے تمام کافروں پر اور اللہ سارے کے سارے کفر کے زوال کا حکم دے گا۔

(یہ روایت ۳۰۰ ھجری میں ھاتھ سے لکھی گئی کتاب سے لی گئی ھے. جس کے مصنف کا نام قلدة بن زید ابن البرکة مدنی ھے اور یہ کتاب بعنوان اسمی المسالک لایام المھدی الملک لکل الدنیا بامر اللہ المالک "مسمی أو تصنیف ۳۶۶۴ تراث المدینہ المنورة "کے تحت ترکی کے شھر استنبول کی قدیم لائبریری میں محفوظ ھے. اس کے علاوہ اس روایت کو استاد محمد عیسیٰ داؤد نے ۱۹۹۷ میں طبع ھونے والی اپنی کتاب المھدی المنتظر علی الابواب میں بیان کیا ھے. ۲۰۰۲ میں یہ روایت میری نظر سے گزری اپنی پوری تحقیق و تصدیق کے بعد جب میں مطمعن ھوا تب اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ھے. میری تحقیق و تصدیق اور علم کی بنیاد پر روایت بلکل ٹھیک ھے باقی اللہ سبحان وتعالیٰ کو بھتر علم ھے)

اس روایت میں بلکل واضع ذکر ہے کہ مہدی ۱۴۰۰ ہجری کی دو اور تین دہائیوں کے بعد نکلیں گے۔ دو اور تین دہائیوں کا جس

طرح ذکر کیا گیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۴۰۰ ہجری کی دوسری دہائی میں وہ حالات پیدا ہوں گے جو مہدی کے نکلنے کا پس منظر ہوں گے اور یوں تیسری دہائی کے بعد مہدی نکلیں گے۔ اور جب نکلیں گے تو ان کے خلاف پوری دنیا امریکہ کی قیادت میں ایک اتحاد کی صورت میں نکلے گی جو بری، بحری اور فضائی رستوں سے حملہ آور ہوں گے بہر حال روایت کی تشریح کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ روایت خود ہی اپنی تشریح کر رہی ہے۔

اس روایت کو جب ہم درج ذیل روایت کی روشنی میں دیکھیں تو حیران کن بات سامنے آتی ہے۔

رسول الله ﷺ قال: يبعث وهو ما بين الثلاثين الى الأربعين. نعيم بن حماد

رسول اللہ ﷺ نے کہا بعث ہوگا اور وہ جو درمیان تین اور چالیس کے۔

یعنی مہدی تیس اور چالیس کے درمیان مبعوث ہوگا۔ پچھلی روایت میں ۱۴۰۰ ہجری کے تین دہائیاں یعنی ۱۴۳۰ کے بعد کا ذکر ہے اور اس روایت میں ۳۰ اور ۴۰ کے درمیان کا ذکر ہے۔ ۳۰ اور ۴۰ کا درمیان ۳۵ بنتا ہے یعنی ۱۴۳۵ ہجری۔ اور حیران کن طور پر ۱۴۳۵ ہجری میں ہی خلافت کا قیام عمل میں آیا اور ابوبکر البغدادی المہدی کے ہاتھ پر بطور امام یعنی خلیفہ کے بیعت ہوئی۔ اس لیے رائی برابر بھی کوئی شک نہیں رہتا کہ ابوبکر البغدادی ہی المہدی ہیں۔ اور ان کے بعد آخری مہدی ابن مریم ہوں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ کہ اس میں با قاعدہ صدام، ہٹلر، انور سادات، جمال عبدالناصر وغیرہ کا ان کے ناموں کے ساتھ ذکر ہے جو کہ نا قابل تسلیم ہے۔ تو اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے۔

ترجمہ۔؟ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم مجھے نہیں ادراک میرے ساتھی بھول گئے یا انہوں نے بھلا دیا، اللہ کی قسم نہیں چھوڑا رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کے قائدین سے دنیا کے ختم ہونے تک پہنچے گی جن کی تعداد تین سو یا اس سے زیادہ مگر تحقیق بتا دیئے ہمیں ان کے اسماء ان کے اسماء کے ساتھ اور ان کے باپوں کے اسما اور ان کے قبیلوں تک کے اسماء۔ ابو داؤد

اور دوسرا اس روایت میں جتنے واقعات بھی بیان ہیں بلخصوص مہدی کے خلاف حملہ آور ہونے کا وہ آج بلکل اسی طرح پورا ہو

رہا ہے جیسے کسی نے پہلے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتا دیا ہو۔اور وہ اللہ کے رسول محمد ﷺ ہی تھے جنہوں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اپنے اصحاب کو بتا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے کہا نکلے گا ایک مرد وراء النھر سے، کہا جائے گا اسے، ''الحارث حراث'' کسان ہوگا کھیتی کاشت کرے گا۔اگلے قدم پر ایک مرد ہوگا، کہا جائے گا اس کو منصور یعنی نصرت کرنے والا ہوگا وہ دے گا یا زمین پر اختیار دے کا محمد ﷺ کی آل کو جیسے اختیار دیا تھا قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کو، واجب ہوگا تمام مومنوں پر اس کی نصرت کرنا یا کہا اس کی بات قبول کرنا۔ابو داؤد ۴۲۹۰

سبحان اللہ اس حدیث کا ایک ایک لفظ آج کے دور پر صادق آتا ہے۔

حارث حرث سے ہے حرث کہتے ہیں کھیتی کو۔قرآن میں عورتوں کو بھی کھیتی کہا گیا ہے کیوں کہ وہ بچے پیدا کرتی ہیں۔تو کھیتی بونے والا بوئے گا کھیتی۔یہ کھیتی وہ لشکر ہے جو مہدی آخر الزماں کے لیے راہ ہموار کرے گا اس لشکر کی بنیاد رکھنے والی شخصیت آج ہم سب جانتے ہیں وہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ تھے۔جنہوں نے یہ پودا لگا کر اسے پانی دیا اور پروان چڑھایا اور ان کے اگلے قدم پر یعنی جب وہ لشکر تیار ہو جائے جیسے فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو فصل کو کاٹنے والا محفوظ کرنے والا اس طرح اس لشکر کو لے کر مہدی آل محمد ﷺ کے لیے زمین پر تمکن حاصل کرنیوالا اور وہ ابو مصعب الزرقاوی رحمہ اللہ تھے۔انہوں نے ہی عراق میں رسول اللہ ﷺ کی آل کو زمین پر اختیار دیا جس کی وجہ سے الدولہ الاسلامیہ العراق کا قیام عمل میں آیا۔اور ابو عمر البغدادی القریشی پہلے خلیفہ بنے۔

دنیا کی مدت حیات، مہدی وابن مریم کے ظہور کے وقت کا سن کے ساتھ تعین، القارعہ یعنی آخری ایٹمی عالمی جنگ اور قیامت کے سال کا تعین۔ دوسرا پہلو

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

. سبا ۲۸

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام کے تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ممکنہ خطرات سے متنبہ کرنے والا آگاہ کرنے والا اور لیکن انسانوں کی اکثریت نہیں علم رکھتی۔

وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ. سبا ۳۹

اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ اگر تم ہو سچے

اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ. یونس ۵۵

جان لو اس میں کچھ شک نہیں اللہ کا وعدہ حق ہے اور لیکن ان کی اکثریت نہیں علم رکھتی۔

اِنَّ مَا تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ. الانعام ۱۳۴

اس میں کچھ شک نہیں جو وعدہ تم سے کیا گیا ہے آئے گا ہی آئے گا اور نہیں تم اس سے عاجز کر سکتے۔

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ. سبا ۳۰

کہو تمہارے لیے میعاد ہے ایک یوم کی نہیں اس سے موخر کیا جائے گا ایک لمحہ بھی اور نہ ہی اس سے ایک لمحہ پہلے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ

رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ. الحج ۴۷

اور عجلت کر رہے ہیں تجھ سے عذاب سے اور ہرگز نہیں خلاف کرے گا اللہ جو اس کا وعدہ ہے، اور اس میں کچھ شک نہیں یوم تیرے رب کے ہاں ایک ہزار سال جو تمہاری گنتی ہے۔

ان آیات میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے بلکل واضح کر دیا کہ امت محمد کی قدر میں کی گئی مدت حیات ایک ہزار سال ہے۔ جیسے ہی ہزار سال پورے ہوں گے تو نہ ہی ایک لمحہ آگے ہوگا اور نہ ہی ایک لمحہ پیچھے کہ ساعت یعنی آخری بڑی تباہی عظیم زلزلہ قیامت آ جائے گی۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اگر قرآن میں ایسا کہا ہے تو امت محمد تو ہزار سال سے اوپر گزار چکی ہے یعنی اب تک ۱۴۰۰ سال سے زیادہ مدت گزار چکی ہے لیکن قیامت نہیں آئی جو کہ ہزار سال پورے ہونے پر آنی تھی۔

اس کو پہلے رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی روشنی میں دیکھیں گے اس کے بعد ہم قرآن سے بھی یہ سوال کریں گے۔

قال رسول الله ﷺ : لن يعجز الله هذه الأمة من نصف يوم.

ابو داؤد

کہا رسول اللہ ﷺ نے ہرگز نہیں عاجز ہے اللہ اس امت کو آدھے یوم سے۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اس امت کو آدھا یوم دینے سے عاجز نہیں ہے۔

عن النبی ﷺ أنه قال: انی لأرجو أن لا تعجز أمتی عند ربها ان یؤخرهم نصف یوم. قیل لسعد: وکم نصف یوم؟ قال: خمسمائة سنةٍ. ابو داؤد، نعیم بن حماد

أرجو. رجا سے ہے جس کے معنی کسی سے امید کے ساتھ کسی شئے کی درخواست کرنا اور جس سے درخواست کی جائے اس کا اس شئے کے دینے کا وعدہ کرنا یوں جس نے درخواست کی تھی اس کا یقین کر کے اس شئے کے ملنے کی یقین کیساتھ امید لگا لینا۔

نبی ﷺ نے کہا کہ میں نے اللہ سبحان وتعالیٰ سے ایک شئے کی درخواست کی اور اللہ سبحان وتعالیٰ نے درخواست تسلیم کرتے ہوئے وہ شئے دینے کا مجھ سے وعدہ کیا۔ وہ وعدہ کیا ہے رسول اللہ ﷺ آگے اس کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ کہ مجھے یقین کے ساتھ امید ہے کہ نہیں عاجز آئے گا میری امت سے اس کا ربّ کہ ان سے موخر نہ کر دے آدھا یوم۔ پوچھا سعد نے اور آدھا یوم کتنا ہے؟ جواب دیا پانچ سو ''۵۰۰'' سال۔

رسول اللہ ﷺ بلکل واضع کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سبحان وتعالیٰ نے سے درخواست کی کہ اے اللہ میری امت سے ساعت یعنی قیامت کو آدھا یوم یعنی ۵۰۰ سال موخر کر دینا جو کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے درخواست قبول کر لی اور اللہ سبحان وتعالیٰ ضرور اس امت سے آدھا یوم یعنی ۵۰۰ سال قیامت کو موخر کر دے گا۔ اصل متن میں لفظ ربها ہے جس کے معنی اس کا ربّ یعنی اس امت کا ربّ ۵۰۰ سال تک قیامت کو موخر کرے گا۔ جس سے یہ بھی واضع ہوتا ہے کہ اگر امت اللہ سبحان وتعالیٰ کو ربّ بنائے گی تو ۵۰۰ تک قیامت موخر ہوگی ورنہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو ربّ بنایا تو پھر ایسا نہیں ہوگا۔

ربّ کے معنی ہم بخوبی جانتے ہیں جو کہ کتاب میں پیچھے گزر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے جتنی بھی ضروریات ہیں جس کی خلق کی ہوئی ضروریات استعمال کر کے زندگی گزاری جائے گی وہی ربّ کہلائے گا۔ جیسا کہ آج ہم دیکھیں تو آج کوئی ایک شئے بھی ایسی نظر نہیں آتی جس کے خالق اللہ ہوں بلکہ اس کے برعکس آج اللہ کے مقابلے پر انسان سب کچھ ٹیکنالوجی کے ذریعے خلق کر رہا ہے یوں اللہ کی بجائے ٹیکنالوجی کو رب بنایا ہوا ہے۔ جب اللہ کو ربّ بنایا جائے گا تو

کائنات میں کوئی خرابی نہیں ہوگی سب کچھ اپنے اپنے مقام پر رہے گا اور اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کو ربّ بنایا جائے گا تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی ایسی ذات نہیں جس کے پاس اس کائنات کا مکمل علم ہے اسی لیے صرف اور صرف اللہ ہی کو علم ہے کہ کون سا عمل کس طرح کیا جائے گا تو پوری کائنات بلکل ٹھیک رہے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد امت پر ایک وقت ایسا آیا کہ آج جسے ہم سائنس کا نام دیتے ہیں اس نے سر اٹھایا ہوں اس وقت امت نے اللہ کے علاوہ اسی ٹیکنالوجی کو رب بنالیا تھا لیکن اللہ سبحان وتعالیٰ کے فضل سے اس وقت کے اہل بصیرت مومنوں نے اس ربّ یعنی ٹیکنالوجی کی جڑھ کاٹ دی یوں امت نے دوبارہ اللہ سبحان وتعالیٰ کو اپنا ربّ بنالیا جس وجہ سے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قیامت کو پانچ سو سال تک موخر کر دیا۔ اگر اس وقت سائنس کے نام پر ٹیکنالوجی کے حصول کا دروازہ بند نہ کیا جاتا تو اللہ کی آیات میں چھیڑ چھاڑ کر کے ان میں تبدیلیاں کر دی جاتیں جیسا کہ آج سائنس کے نام پر ٹیکنالوجی کیساتھ یہ سب اپنے عروج پر ہے تو قیامت ٹھیک ہزار سال پورے ہونے پر آجاتی۔

اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ کے بتائے گئے ایک یوم جو کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضع کر دیا کہ ایک ہزار سال ہے میں رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے آدھے یوم یعنی پانچ سو سال جمع کرتے ہیں تو یہ مجموعی مدت ۱۵۰۰ سال بن جاتی ہے۔ یعنی بلکل واضع ہو جاتا ہے کہ اس امت کی عمر نہ کم نہ زیادہ پورے ۱۵۰۰ سال ہے۔

امت محمد سے مراد صرف وہ نہیں جو محمد ﷺ پر ایمان لائے بلکہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو یوں یہ پوری دنیا کے انسانوں کی بات ہو رہی ہے۔ قرآن میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے واضع کر دیا کہ اس امت کو پوری دنیا کے انسانوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. آل عمران ۱۱۰

تم ہو خیر امت نکالا گیا تمہیں انسانوں کے لیے

اور اس کے علاوہ اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن میں کہتے ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

. سبا ۲۸

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام کے تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ممکنہ خطرات سے متنبہ کرنے والا آگاہ کرنے والا اور لیکن انسانوں کی اکثریت نہیں علم رکھتی۔

اس امت کی مدت حیات ہی پوری انسانیت کی مدت حیات ہے اس امت کا خاتمہ ہی انسانیت کا خاتمہ ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ایک کتا ہے جو کسی کو کاٹنا چاہتا ہے آپ نے اس کتے کو پکڑا ہوا ہے جب تک آپ اس کتے کو پکڑے رہیں گے سامنے والا کتے سے محفوظ رہے گا اور جیسے ہی آپ اس کتے کو چھوڑ دیں گے کتا اسے کاٹ لے گا۔ بلکل ایسے ہی شیاطین، مفسدین اپنے اعمال کیساتھ اس کائنات کو تباہ کرنے پر بضد ہیں انہیں روکنے کے لیے، ان سے کائنات کو تباہی سے بچانے کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس امت کو نکالا۔ جیسے ہی یہ امت اپنی اس ذمہ داری کو ترک کر دے گی ویسے ہی انہیں موقع ملے گا اور وہ اپنے اعمال کیساتھ یعنی فساد کر کے کائنات کو تباہ کر دیں گے یوں اسی تباہی کی زد میں یہ امت بھی آئے گی جو کہ نام نہاد امت ہوگی نہ کہ حقیقی امت۔

قرآن وسنت سے بلکل واضع ہو چکا کہ دنیا کی مدت حیات محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لیکر قیامت تک ۱۵۰۰ سال ہے نہ ہی اس سے لمحہ کم نہ زیادہ۔

☆ قیامت سے چالیس سال قبل مدینہ ویران ہو جائے گا۔ فردوس

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لیکر قیامت تک کی مدت ۱۵۰۰
اس میں سے چالیس سال نکال لیں تو پیچھے ۱۴۶۰ سال رہ جائیں گے۔

۱۴۶۰ میں ابن مریم کی وفات اور دنیا سے تمام کے تمام مومنوں کو وفات دے دی جائے گی اور ابن مریم سات سال تک رہیں گے۔ یعنی ابن مریم ۱۴۶۰ سال سے سات سال پہلے منصب امامت پر فائز ہوں گے یعنی خلیفہ بنیں گے۔ یوں ۱۴۶۰ سے سات سال منفی کریں تو ۱۴۵۳ سال بنتے ہیں یعنی جب امت محمد کی عمر، محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا ۱۴۵۳ واں سال

ہوگا اس وقت ابن مریم کا سات سالہ اقتدار شروع ہوگا۔

اور ابن مریم مہدی کے سات سال بعد آئیں گے یعنی ابن مریم سے سات سال پہلے مہدی کا ظہور ہوگا۔ ۱۴۵۳ سے سات سال منفی کریں تو یہ ۱۴۴۶ بنتا ہے۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ۱۴۴۶ ویں سال مہدی کا ظہور ہوگا مہدی خلیفہ بنیں گے۔ مہدی آخری الزماں میں پہلے عالمی خلیفہ ہوں گے جس سے بلکل صاف واضع ہو جاتا ہے کہ مہدی کا ظہور یعنی مہدی کے ہاتھ پر بیعت ہوگی تو اس وقت عالمی خلافت کا قیام ہوگا جس کے پہلے خلیفہ مہدی ہوں گے۔ اور یوں عالمی خلافت کے قیام اور بیعتِ مہدی یعنی عالمی سطح پر ظہور مہدی کا سال رسول اللہ ﷺ کے بعثت کا ۱۴۴۶ واں سال ہوگا۔

اب ہمیں جاننا ہے کہ بعثت رسول اللہ ﷺ کا ۱۴۴۶ کا ہجری سال کیا بنے گا۔

ہجرت بعثت رسول اللہ ﷺ یعنی نبوت کے گیارہویں سال ہوئی تو ۱۴۴۶ کو گیارہ سال پیچھے لے جائیں تو جو سال نکلے گا وہ ہجری سال ہوگا جس سال عالمی خلافت کا قیام اور مہدی کا ظہور ہوگا۔

۱۴۴۶ سے ۱۱ سال منفی کریں تو پیچھے ۱۴۳۵ بنتا ہے یعنی ۱۴۳۵ ہجری ۱۴۴۶ نبوی بنتا ہے۔

یوں عالمی خلافت کا قیام اور ظہور مہدی کا سال ۱۴۳۵ ہجری بنتا ہے۔ ۱۴۳۵ ہجری کو عیسیٰ سال میں تبدیل کریں تو یہ ۲۰۱۴ عیسوی بنتا ہے۔ ۲۰۱۴ عیسوی میں عالمی خلافت کا قیامت اور مہدی کے ہاتھ پر عالمی خلیفہ کے طور پر بیعت کا سال ہے۔

آج ۱۴۳۷ ہجری اور ۲۰۱۶ عیسوی ہے یعنی دو سال اس سے زائد ہو چکے ہیں تو کیا ۱۴۳۵ ہجری میں عالمی خلافت کا قیام ہوا؟

الحمدللہ ربّ العالمین۔ جی ساری دنیا کو علم ہے کہ ۱۴۳۵ ہجری اور ۲۰۱۶ عیسوی میں خلافت کا قیام عمل میں آچکا اور اس کے خلیفہ ہی مہدی آخری الزماں ہیں وہ مہدی آخری الزماں جن کے بعد صرف ایک ہی امام یعنی خلیفہ مہدی ابن مریم ہوگا۔

اس طرح ۱۴۳۵ سے سات سال بعد ۱۴۴۲ میں ابن مریم کا دور اقتدار شروع ہوگا۔ ۱۴۴۲ سے پہلے پہلے دجّال کا قتل ہوگا باب لد کیساتھ اور اس کے فوراً بعد القارعہ یعنی آخری ایٹمی عالمی جنگ ہوگی اور اس ایٹمی جنگ کے فوراً بعد ابن مریم کا سات سالہ دور اقتدار شروع ہوگا۔ جو کہ ۱۴۴۹ ہجری جو کہ ۱۴۶۰ نبوی بنتا ہے تک رہے گا اور پندرہویں صدی نبوی کے سن ۶۰

یعنی ۱۴۶۰ نبوی اور ہجری ۱۴۴۹ میں ابن مریم کی وفات پر ختم ہوگا اس کے بعد اقتدار نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھ چلا جائے گا جو کہ چالیس سال تک رہے گا اور چالیس سال پورے ہوتے ہی عظیم زلزلہ بپا ہوگا جو کہ الساعۃ عظیم کا قیام ہوگا۔

آگے کتاب میں صراحت کیساتھ آئے گا کہ القارعہ یعنی عالمی ایٹمی تباہ کن جنگ ۲۰۱۹ سے ۲۰۲۰ کے درمیان ہوگی۔
القارعہ سے پہلے دجال کا باب لد سے ابن مریم کے ہاتھوں قتل ہونا لازم ہے یوں ابن مریم ۲۰۲۰ سے قبل موجود ہوں گے اور یقیناً ۲۰۱۹ تک دجال کا باب لد سے قتل کر چکے ہوں گے یعنی ہجری ۱۴۳۷ سے ۱۴۴۰ کے درمیان ابن مریم کی نہ صرف بعثت ہو چکی ہوگی بلکہ وہ دجال ادراک کر کے باب لد سے قتل کر چکے ہوں گے۔

سات کی مختصر وضاحت

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ. الحجر ۸۷

اور تحقیق دیا ہم نے تجھے سات المثانی سے اور قرآن العظیم۔

اور تحقیق کہ دیا ہم نے تجھے سات کا ساتواں مثانی سے اور قرآن عظیم۔

ہمیں اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات دیا یا سات سے ایک کے بعد دوسرا آنے والا ساتواں دیا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سات اور سات سے ساتواں کیا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات یوم خلق کیے۔ ہفتہ، اتوار، سوموار، منگل، بدھ، جمعرات اور آخری ساتواں دن جمعہ۔ یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات یوم خلق کیے۔

اسی طرح اللہ سبحان وتعالیٰ نے سات آسمان، سات زمینیں خلق کیں، اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہر انسان کے جسم کے سات حصے خلق کیے یعنی انسانی جسم سات حصوں میں تقسیم ہے، ہر انسان کے جسم میں سات سوراخ ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن میں واضع کر دیا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے زمین میں سات بار تباہی کی گنجائش رکھی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے بنی آدم کو سات حصوں میں تقسیم کیا یعنی آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے انسانوں کو سات اُمتوں میں تقسیم کیا۔

زمین کی سات پرتیں، زمین کے گرد حفاظتی حصار کی سات پرتیں جنہیں قرآن میں سبع طباقا بھی کہا گیا۔ سات سمندر، قرآن میں قصہ آدم سات مقامات پر آیا۔ سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں، قرآن میں بڑھی سات سورتیں، قرآن کی سات صورتیں، قرآن سات حروف پر نازل ہوا یعنی اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں قرآن سات حروف پر دیا جس سے قرآن کی سات قراتیں بنتی ہیں۔ یعنی ایک ہی حرف زبر سے الگ قرت بنے گا، زیر سے الگ، پیش سے الگ اس طرح قرآن کو سات قراتوں یعنی سات حروف پر دیا گیا۔

انسانی آنکھ کے سات پردے جس کی وجہ سے انسانی آنکھ صرف سات رنگ کی لہروں کا ادراک کر سکتی ہے۔ جنت کے سات درجات، جہنم کے سات درجات، اصحاب الکہف کی تعداد سات، یوسف علیہ السلام نے جب خوب دیکھا تو اس وقت

ان کی عمر سات سال تھی، سورت یوم میں بادشاہ مصر نے خواب میں سات گائیں، سات خوشے دیکھے، حج میں طواف کعبہ کے سات چکر، منیٰ میں رمی یعنی شیطان کو سات پتھر مارے جاتے ہیں، سات رشتے محرم ہیں جن سے نکاح حرام ہے، اللہ سبحان وتعالیٰ کے ہاں درجات میں ساتواں درجہ سب سے بلند ہے تمام کے تمام انبیاء انہیں انسانوں میں سے چنے گئے جنہوں نے سات حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بھی حرف سات کے لاتعداد راز ہیں

سفیانی کون ہے

جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی واپسی کا عقیدہ پایا جاتا ہے بلکل اسی طرح مہدی کا عقیدہ بھی پایا جاتا ہے اور مہدی کی پہچان کو سفیانی سے مشروط کر دیا جاتا ہے یوں سفیانی بھی ایک عقیدے کے طور پر بہت سے لوگوں کے اذہان میں راسخ ہو چکا ہے اس لیے ہم سفیانی کی حقیقت کیا ہے اسے واضع کر دیتے ہیں تا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی ابہام نہ رہے اور وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو کر حق سے محروم نہ ہو۔

سب سے پہلے ہم یہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لفظ سفیانی کا استعمال کیوں کیا اس کا پس منظر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے مبعوث کیا تو اس وقت مکہ کے حکمرانوں یعنی سرداروں میں سے ایک ابوسفیان تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے رستے میں، اللہ سبحان وتعالیٰ کے دین کے قیام کے رستے میں جن لوگوں نے روڑے اٹکائے اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کو تکالیفوں واذیتوں کا نشانہ بنایا ان میں ابوسفیان سرفہرست تھے۔ اور ابوسفیان نے فتح مکہ تک جس حد تک ہوا رسول اللہ ﷺ کیساتھ یعنی اللہ کے دین کے ساتھ دشمنی نبھائی اور جب مکہ فتح ہوا تب ان کے پاس دو ہی رستے تھے یا تو ایمان لے آئیں یا پھر قتل ہوتے اور یوں وہ فتح مکہ پر ایمان لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک رسول اللہ ﷺ نے ہر اس شخص کو سفیانی کہا جو وہی کردار ادا کرے گا جو فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان نے ادا کیا۔ سفیانی سفیان سے ہے اور وہ سفیان ابوسفیان تھے۔ عام طور پر جو مشہور کر دیا گیا ہے اور جو عقیدہ اخذ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سفیانی کوئی ایک ہی شخصیت ہے جو قرب قیامت مہدی کے دور میں ہوگی اور اس کے برعکس کچھ لوگوں کے نزدیک سفیانی ایک نہیں دو ہیں۔ لیکن جب ذخیرہ احادیث میں سفیانی پر تحقیق کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سفیانی ایک یا دو نہیں بلکہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اسی لیے سفیانی کے مدت اقتدار کے حوالے سے بھی روایات میں مختلف مدتیں سامنے آتی ہیں جو کہ کسی بھی لحاظ سے کسی ایک یا دو شخصیات پر منطبق نہیں کی جا سکتیں اور نہ ہی ہوتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے مبعوث کیا تو بعثت سے پہلے جو اسلام کی حالت ہو چکی تھی رسول اللہ ﷺ کے بعد جب دوبارہ اسلام کی وہی حالت ہو جائے گی تب امت محمد کہلوانے والوں کے جتنے بھی حکمران ہوں گے جو خود کو امت مسلمہ کے حکمران کہلوائیں گے لیکن اس جماعت کیساتھ دشمنی کریں گے جو حق پر ہوگی اور زمین پر اللہ کے دین کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے ان سب کو رسول اللہ ﷺ نے سفیانی کہا ہے۔ یوں سفیانی کوئی ایک یا دو مخصوص شخصیات نہیں ہیں بلکہ گزشتہ کچھ عرصہ سے اور موجودہ دور کی وہ تمام شخصیات جو امت محمد کی حکمرانی بنی ہوئی ہیں اور اسلام کی نام لیوا ہیں اور اللہ کے دین کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہیں اور مومنوں کو طرح طرح سے اذیتیں دے رہی ہیں وہ سب کی سب شخصیات سفیانی ہیں۔ ان تمام شخصیات کا معاملہ یہ ہے کہ جب تک ان کے پاس طاقت ہے یعنی اقتدار ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے اور جیسے ہی مومنوں کو اللہ سبحان وتعالیٰ فتح دے گا اور یہ کمزور ہو جائیں گے تو یہ اپنی جان بچانے کے لیے ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اپنی موت کو آنکھوں سے دیکھنے سے قبل یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

تمام کے تمام وہ نام نہاد مسلم حکمران جو آج رسول اللہ ﷺ کی وارث مومنوں کی جماعت کے خلاف چالیں چل رہے ہیں دین کے قیام کا رستہ روک رہے ہیں اپنے وسائل اور مال اسی مقصد کے لیے خرچ کر رہے ہیں وہ تمام کے تمام سفیانی ہیں۔ جیسا کہ وہ ناپاکستان کی حکمران ہوں، ارض حجاز پر قابض آل سعود ہوں، مصر کے حاکم ہوں یا تیونس کے، اردن کے ہوں یا فلسطین کے، عرب یا پھر کسی بھی مسلم خطے کے حکمران ہوں یہ تمام کے تمام سفیانی ہیں۔ ایران کا میں نے اس لیے نام نہیں کیونکہ ایران اور امریکہ و اسرائیل میں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا یوں سمجھ لیجئے کہ اسرائیلی خود کو علی الاعلان یہود کہتے ہیں لیکن ایرانی جو کہ حقیقت میں یہود ہیں لیکن اس کا اقرار نہیں کرتے یہ دن رات اسلام کی جڑیں کاٹنے میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

سلسلہ ادراک وقتل دجال باب لد سے کی کتاب ''دجال، فتنہ دجال، یاجوج اور ماجوج'' کا چوتھا حصہ مکمل ہوا لہذا حصہ پنجم کا مطالعہ کریں۔ کتاب اس سے آگے حصہ پنجم سے شروع ہوتی ہے۔

اس کتاب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کروا کر شائع کرنا یا کسی بھی صورت حسب استطاعت اس کو جہاں تک ممکن ہو سکے انسانوں تک پہنچانا ہر مومن پر فرض ہے تا کہ آپ کے ذریعے جن تک یہ پیغام پہنچ جائے گا اللہ سبحان وتعالیٰ کے نزدیک یا تو وہ ایمان لے آئیں گے یا پھر ان پر حجت پوری ہو جائے گی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دجال، فتنہ دجال یاجوج اور ماجوج

الانفال

علیٰ منہاج النبوۃ

ادارہ نشرو اشاعت" الانفال میڈیا سنٹر" الخلافۃ الاسلامیۃ علیٰ منہاج النبوۃ